بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین ۔ والصلوٰۃ و السلام علی رسولہ الکریم

رسول اللہ توں صدقے جان میری ایہہ فانی زندگی قربان میری

سوانح حیات

عالم باعمل واعظ بے بدل حاجی حرمین شریفین مقبول دارین

جامع معقول ومنقول حاوی فروع و اصول حضرت مولانا

غلام رسول رحمتہ اللہ علیہ

ساکن قلعہ میاں سنگھ

ضلع :- گوجرانوالہ

مصنف و مؤلف

حضرت مولانا عبد القادر رحمتہ اللہ علیہ خلف اکبر حضرت مولانا مرحوم

اشاعت ثانی از

محمد نسیم ایم اے، و برادران قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ

پبلشر :- فضل بکڈپو اردو بازار گوجرانوالہ

ملنے کا پتہ: مکتبہ نعمانیہ اردو بازار لاہور

کاتب : فیاض احمد بھٹی

قیمت - 25/-

دیباچہ طبع دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت مولانا مرحوم کی سوانح حیات کو شائع ہوئے عرصہ دراز گزر چکا ہے۔ والد مرحوم نے اسے ۱۹۳۰ء میں شائع کروایا تھا۔ کتاب کا یہ ایڈیشن اب نایاب ہے۔ مولانا مرحوم کے عقیدت مندوں کے پیہم اصرار کے سبب اس کا دوسرا ایڈیشن شائع کرنے کی سعادت حاصل کر رہا ہوں۔

ع گر قبول افتد زہے عز و شرف

وقت کی رفتار کے باعث اگرچہ اس کتاب کی زبان میں قدرے تبدیلی آ چکی ہے۔ تاہم تحریر میں جو سادگی۔ حسن اور شیرینی موجود ہے۔ اس سے قاری متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی بنا پہ کتاب کی زبان میں تبدیلی کا ارادہ ترک کرتے ہوئے اسے من و عن شائع کیا جا رہا ہے۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم

ناچیز

محمد نسیم بن عبد الوکیل نبیرہ حضرت غلام رسول رح

ساکن قلعہ میاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیباچہ

الحمد للہ رب العالمین والعاقبۃ للمتقین والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الکریم

امابعد :۔ بخدمت جمیع برادران اسلام بعد ہدیہ مسنونہ عرض ہے۔

قبل ازیں کہ آپ حضرات کے سامنے حضرت مولانا صاحب مرحوم کے سوانح حیات پیش کیے جاویں۔ یہ ضروری ہے۔ کہ اس کی تالیف اور اشاعت کی غرض و غایت عرض کر دی جاوے۔

والد صاحب مرحوم نے آپ کے سوانح بڑی محنت اور کوشش سے فراہم فرمائے۔ مگر ان کو خود اشاعت کا موقع رب العزت نے نہیں دیا۔ اور رسولی عمر پوری ہونے کے بعد (یعنی پورے ۶۳ سال کی عمر پوری ہونے پر) اپنے ہاں بلا لیا۔ انا للہ الخ۔

جب آپ یہ کتاب لکھ رہے تھے۔ میں نے سوال کیا۔ کہ آپ کا اتنا وقت اس کام میں صرف کرنے سے کیا منشا ہے۔ اور کس غرض سے اتنی محنت کر رہے ہیں۔ جو کچھ آپ نے مجھے فرمایا وہی قارئین کرام کی خدمت میں پیش کر دینا کافی سمجھتا ہوں۔ فرمایا۔ ''میرا منشا یہ نہیں کہ مولوی صاحب مرحوم کی ذات اور کرامات وغیرہ سے خلق خدا کو متعارف کراؤں۔ اور مجھے کچھ حاصل ہو۔ اور

نہ ہی مجھے اپنا تعارف خلق اللہ سے کرانا مقصود ہے - کیونکہ ہمیں اکثر لوگ جلتے ہیں - اصل وجہ یہ ہے - کہ جب میں مسلمانوں کی حالت دینی کی طرف خیال کرتا ہوں - تو میرا دل بہت کڑھتا ہے - ہر طرف ظلمت کی گھٹائیں چھائی ہوئی دکھائی دیتی ہیں - جو جہالت و عدم علم و عمل - جاہل فقیروں اور پیروں کی مجلس - علماء سوء کی بدعملی اور بددیانتی - حرام و حلال کی عدم تمیز اور بدعمل علماء کے دنیاوی لالچ کے لیے تکفیر المسلمین کی بدولت اپنا تنور شکم کا ایندھن فراہم کرنے کی وجہ سے ظاہر ہو رہی ہیں - اس روش سے عام مسلمان غلط راہ پر چل کر اصل اسلام کو بھول رہے ہیں - مولوی صاحب کی ہستی ایک ایسی ہستی ہے - جس کو بلاقید ہر مذہب و ملت کے لوگ بنظر استحسان دیکھتے ہیں - کہ انہوں نے اسوہ حسنہ پر چل کر اور صحیح طریق عمل پر کاربند ہو کر بارگاہِ ایزدی میں وہ قرب حاصل کیا - کہ جس کا ایک زمانہ اب تک شاہد ہے -

۱ - آپ نے کبھی بھی کسی خوف یا لالچ کی وجہ سے مسئلہ غلط بتانے کی کوشش نہیں کی -

۲ - آپ نے دنیاوی لالچ کی وجہ سے کبھی وعظ نہیں کیا -

۳ - نہ ہی کبھی آپ نے موجودہ زمانہ کے نام نہاد صوفیا کی طرح دھوکہ کر کے کرامت دکھائی -

۴ - نہ ہی کبھی کسی کلمہ گو کو کافر بنایا - بلکہ آپ فرمایا کرتے تھے کہ صحابہ نے اپنے خون اور رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے اپنے خویش و اقارب بلکہ اپنے دانت مبارک لوگوں کو مسلمان بنانے کے لیے قربان کیے - ہم کو بھی لازم ہے کہ

فلا تکفروہ بذنب پر عمل کریں - یعنی کسی معمولی گناہ یا لغزش کے سرزد ہونے سے جھٹ پٹ کافر نہ کہہ دیا کریں -

۵ - تفریق بین المسلمین کو آپ ہمیشہ ایک بڑا جرم سمجھتے رہے -

(ان سب باتوں کا علم آپ کے سوانح حیات کے پڑھنے سے ہو جائے گا -

۶ - آپ ہمیشہ بحث مباحثہ سے متنفر رہے - ہاں خلاف شرع کام ہوتا دیکھ کر آپ سے نہ رہا جاتا تھا - مگر اس حالت میں بھی آپ کسی سے سخت کلامی سے پیش نہ آتے - بلکہ اس طرز سے سمجھاتے - کہ وہ ترک گناہ پر مجبور ہو جاتا -

۷ - بزرگوں کے حق میں گستاخانہ کلمات کہنے والوں کو آپ بہت برا سمجھتے تھے - اور یہ فرماتے تھے - کہ ایسے شخص پر رجعت پڑ جاتی ہے -

آپ نے فرمایا - کہ "میرا مقصد یہ ہے کہ ایک ہر دلعزیز اور مسلم ترین ہستی کے سوانح نمونتہً عام لوگوں کے سامنے پیش کر دوں - ممکن ہے کہ موجودہ روش رو بہ اصلاح ہو جاوے -

۲ - عام لوگوں میں ایک غلط خیال بیٹھا ہوا ہے - اور جہلا کو اکثر کہتے سنا ہے کہ "فقر اور علم دینی دو الگ الگ چیزیں ہیں - (یعنی فقیر عالم نہیں ہو سکتا - اور عالم فقیر نہیں ہو سکتا -) میاں ان دونوں جماعتوں میں ہمیشہ سے اختلاف ہی چلا آیا ہے" والد صاحب مرحوم سے ایک متبحر عالم ہونے کے علاوہ اعلیٰ درجہ کی اسلامی ضیا باریاں آپ کی زبان اور عمل سے ظہور میں آئیں - اور یہ بات اظہر من الشمس ہے - کہ مسلمانوں

کی ایک بڑی تعداد آپ کو ایک برگزیدہ درگاہ ربّ العزت مانتی ہے۔

بھلا جو شخص خداوند تعالےٰ کے بتلائے ہوئے رستے پر چلنے کی واقفیت ہی نہیں رکھتا۔ اور رستے کی دشواریاں ہی نہیں جانتا وہ منزل پر کس طرح پہنچ سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص دعوےٰ کرے۔ کہ وہ رسولؐ سے بڑھ کر علم معرفت میں واقفیت رکھتا ہے تو سراسر غلط ہے۔ اور گمراہی کی طرف جارہا ہے حضورؐ کا طریقِ عمل کتاب اللہ اور کتب احادیث میں مروی ہے۔ اور خداوند تعالیٰ تک پہنچنے کا یہی صحیح راستہ ہے۔ یہ کتاب تالیف کرنے سے ایک منشا یہ بھی ہے۔ کہ یہ غلط اور گمراہ کن خیال لوگوں کے دلوں سے نکل جاوے۔ اور شریعت حقہ کو اپنی مشعل راہ سمجھ کر صراط مستقیم (جس کو صوفیا کی اصطلاح میں طریقت شریعت بھی کہتے ہیں) پر چل کر منزل مقصود پر پہنچیں (اور اس منزل پر پہنچنے کو معرفت یا حقیقت کہتے ہیں۔

۳۔ اس تالیف سے یہ مقصد بھی ہے کہ شرعی اور غیر شرعی صوفیا میں تمیز ہوسکے۔ کیونکہ غیر شرع صوفی کا اتباع انسان کے لیے سم قاتل کا حکم رکھتا ہے۔ حالانکہ استدراج ان سے بھی ظاہر ہوتا ہے۔ بھنگ و چرس پینے والے۔ زناکار شراب خور اور نامحرم عورتوں سے بدنی خدمت لینے والے اپنی توصیف میں ایسے قصائد تصنیف کرانے والے کہ جن میں ان کا رتبہ انبیاء علیہم السلام سے بڑھا کر دکھایا گیا ہو۔ اور خداوند کریم کے برابر بلکہ اللہ تعالےٰ سے بھی زیادہ رتبہ دیا

گیا ہو۔ اپنا ناموافق عقیدہ رکھنے والے مسلمانوں کو اپنی خاص مجلسوں میں خوب کوسنے والے اور علانیہ مسلمانوں کو کافر بنانے والے اکثر صوفی بنے پھرتے ہیں۔ جہلا کو اپنے دام تزویر میں پھانس کر دین اور دُنیا دونوں میں رسوا کر رہے ہیں۔ ایسے نام نہاد صوفیوں سے عوام بچ سکیں۔ اور سچے اور جھوٹے فقیروں میں تمیز کرسکیں اور معلوم کرسکیں کہ اللہ والے لوگ کون ہوتے ہیں ان کی زندگی کس طرح گزرتی ہے۔ ان کا ہر قول و فعل شریعت کے مطابق ہوتا ہے۔ ذرا ذرا سی لغزش پر (جو کہ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے) کفر کی مشین کو استعمال نہیں کرتے۔ عامل، باعمل حلیم اور بردبار ہوتے ہیں۔ دُنیاوی لالچ شرعی امور میں ان کے پائے استقلال کو متزلزل نہیں کرسکتا۔ حسد اور عناد، کینہ اور بغض سے دُور رہتے ہیں۔ ان کی محبت ہر ایک سے محض اللہ ہی کے لیے ہوتی ہے۔ اور اگر کسی سے بغض ہو۔ تو محض اللہ ہی کے لیے ہوتا ہے۔ دنیاوی امور کا کوئی دخل نہیں ہوتا من احبّ للہِ و ابغض للہ و اعطی للہ و منع للہ فقد استکمل الایمان۔ سخی اور بامرّوت ہوتے ہیں۔ حرام اور حلال میں تمیز کرتے ہیں۔ شر اور فساد کو دور کرنے میں کوشاں ہوتے ہیں۔ وغیرہ وغیرہ۔

۴۔ بزرگوں کا ذکر خیر کرنا کفارۂ گناہ ہوتا ہے۔ شاید میرا یہی عمل باعثِ نجات ہو جاوے۔ اور لوگوں کے لیے بھی باعث ہدایت ہو۔ لوگو! مولوی صاحب کو فوت ہوئے پچاس سال سے زیادہ کا عرصہ ہو چکا ہے۔ اور اس وقت ہم میں موجود

نہیں۔ مگر ان کا ذکرِ خیر اسی طرح کیا جاتا ہے۔ کہ جیسے ہم میں موجود
ہیں۔ ان کے طرزِ عمل کی ابھی تک سند لی جاتی ہے۔ لوگوں کے
دلوں میں وہی عزت، وہی عظمت اور وہی رعب مولوی صاحب
کا موجود ہے۔ قرآن کریم میں وارد ہے۔ من عمل صالحاً
من ذکر او انثیٰ فلنحیینہٗ حیوٰۃ طیبۃ۔ میں اسی طرف
اشارہ ہے۔ جب مولوی صاحب کے حالاتِ زندگی عوام کے
سامنے پیش ہوں گے۔ تو یقین ہے کہ ایک نہایت اہم تبلیغی
کام سرانجام ہو گا۔ اور بہت سے لوگ راہ راست پر آ جائیں گے۔

۵۔ عوام مطالعہ کرنے کے بعد صالحین کے نقشِ قدم پر چل کر اپنی
دینی اور دنیاوی اصلاح کریں۔ اخلاق حسنہ پیدا کرتے اور علم و
ادب کے تحصیل شوق کے ساتھ ساتھ خدا پرستی۔ صلہ رحمی۔
اتقاء اور پرہیزگاری کا پاک جذبہ اپنے وجودوں میں پیدا کرنے
کی ہر ممکن کوشش کریں۔

اگر ایسا ہی ہوا اور میری مراد بر آئی تو میں سمجھوں گا۔ کہ
میری محنت ٹھکانے لگی۔ اور میں نے اسلام کی ایک اہم خدمت
کی۔ ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم۔

میں اپنے والد صاحب مولوی عبد القادر صاحب مرحوم (مؤلف
کتاب ہذا) کی خدمت میں سفر و حضر میں رہا۔ آپ نے مقلد اور
غیر مقلد کا کبھی کسی سے جھگڑا نہیں کیا۔ اور نہ ہی کسی کو کافر
کہا۔ ہاں اگر کوئی شخص ان سے مسئلہ دریافت کرتا اور سمجھنا چاہتا
تو آپ بڑی خوشی سے اس کو سمجھاتے اور اس کی پوری تسلی
کرتے۔ حالانکہ ان کو بوجہ لکنت بولنے میں دقت ہوتی تھی۔

مگر قرأت کلام پاک میں آپ کو کبھی لکنت نہ ہوتی تھی۔ مقلد اور
غیر مقلد آپ کے پیچھے نماز ادا کرتے تھے۔ آپ کا وہی مسلک
تھا۔ جو مولوی صاحب مرحوم کا تھا۔ تمام عمر نماز تہجد قضا نہیں کی۔
ادائیگی نماز میں پابندئ اوقات کا خاص خیال رہتا تھا۔ مولوی
صاحب نے جو اخلاق اور مروّت کا بیج بویا تھا۔ وہ تمام زندگی
پھل لاتا رہا۔ آپ کا کلام اور وعظ پُر تاثیر ہوتا تھا۔ آپ نے بھی
۶۳ سال عمر پوری کر کے مولوی صاحب مرحوم کے پہلو میں جگہ لی۔
انا للہ و انا الیہ راجعون۔

عبد المالک نبیرہ مولوی غلام رسول صاحب مرحوم

قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ

تمہید

والد صاحب کا کلام اور بعض کلمات خیر جو میرے سامنے بیان ہوئے
اور جو آپ نے میرے لیے نماز کے بعد وظائف مقرر کیے تھے۔ وہ مجھے
یاد ہیں۔ اور انشاء اللہ تعالےٰ لکھوں جو مجھے اس پاک زمانہ میں سکھایا گیا
تھا۔ اور جو جو آپ نے مجھے سمجھایا۔ اور پڑھنے کے لیے فرمایا۔
اور جس طرح مجھ کو کھانے، پینے، سونے، چلنے، صبر اور استقامت
کے بارے میں تلقین کی بیان کروں گا۔ انشاء اللہ العزیز اپنی طرف
سے زیادتی نہ کروں گا۔ وقتِ حال میں ان کے حاشیہ نشینان موجود
ہیں۔ ان سے چشم دید حالات دریافت کر کے قلمبند کروں گا۔

والد صاحب کے حالات قلمبند کرنے سے پہلے **کرامت**
اور استدراج میں فرق کر دینا بہتر سمجھتا ہوں۔ تاکہ کم علم اصحاب
بھی سمجھ سکیں۔ اور کرامت اور استدراج میں تمیز کر سکیں۔

یاد رہے۔ کہ کرامات اولیاء اللہ سے ایسے ہی صادر ہوتی
ہیں۔ جیسے رسولوں سے معجزات یعنی کرامت اس چیز کا نام ہے۔ جو
نبی کے معجزہ کے مشابہ ہو یا بعینہٖ ویسا ہی ہو۔ استدراج بھی کرامت
کا ایک نمونہ ہے۔ جس طرح کرامت ولی اللہ سے ظاہر ہوتی ہے
ویسے ہی استدراج سادھو یا جوگی سے صادر ہوتا ہے۔ کرامت
صرف نبیوں کے متبعین سے صادر ہوتی ہے۔ اور استدراج غیر
متبعین سے۔ اور جو ان میں فرق ہے۔ وہ اہلِ علم ہی سمجھتے ہیں
دوسرے لوگ بغیر مشاہدہ کے فرق معلوم نہیں کر سکتے۔ اگر ولی اللہ
اور کسی سادھو جوگی کا مقابلہ شروع ہو جائے۔ تو دین حق کا غلبہ

ہوتا ہے۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کا ساحروں سے مقابلہ ہوا۔ یا حضرت
محمدؐ کی اُمت سے کئی نیک لوگوں کا غیر مذہب والوں سے مقابلہ ہوا۔
خداوند کریم نے دین حق کو ہی غلبہ دیا۔ استدراج اور کرامت کا
فرق سمجھانے کے لیے ذیل میں ایک واقعہ درج کیا جاتا ہے۔

علی ہجویریؒ صاحب المعروف گنج بخش صاحب کو جن کا مزار
لاہور میں ہے۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے ان کو لاہور میں مقیم ہونے
کا حکم ہوا۔ آپ لاہور تشریف لے آئے۔ اور جہاں آپ کا مزار
ہے مقیم ہو گئے۔ کیونکہ آپ کو یہی جگہ بذریعہ کشف دکھائی گئی تھی۔ آپ
کے قرب و جوار میں ایک جوگی رہتا تھا۔ جو استدراج کی بدولت بہت
مشہور تھا۔ اور بہت سے لوگ اس کو مقتدا سمجھتے تھے۔ پنجشنبہ کے
روز شہر اور دُور دُور کے گاؤں سے اس جوگی کے پاس دُودھ آیا
کرتا تھا۔ جو شخص اس روز جوگی کے پاس دودھ نہ لاتا تھا۔ یا اس
کی نیت دودھ نہ لانے کی ہو جاتی تھی۔ اس کی گائے یا بھینس
کے تھنوں میں بجائے دودھ کے خون آ جاتا تھا۔ بہت سے
لوگ اس جوگی کے سبب سے شرک میں گرفتار تھے۔ اللہ تعالےٰ نے
علی ہجویریؒ صاحب کو اس فتنہ و فساد کو رفع کرنے کے لیے
بھیج دیا۔ انہوں نے بھی اس کے راستہ میں جھونپڑی ڈال لی۔

ایک روز ایک بڑھیا دُودھ لے کر جوگی مذکور کے پاس
جا رہی تھی۔ راستہ میں دم لینے کے لیے علی ہجویریؒ صاحب کے
پاس بیٹھ گئی۔ آپ نے پوچھا۔ "مائی جی۔ کہاں سے آئی ہو اور
کہاں جانا ہے۔" بڑھیا نے اپنا مفصل حال ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا
کہ ابھی کچھ رستہ باقی ہے۔ آپ کو وہاں پہنچنے میں تکلیف ہو

ہو گی۔ یہ دودھ مجھ کو دے دو۔ بڑھیا بولی۔ میں نے تو دینا ہی ہے۔
تمہیں دے تو دوں۔ مگر خطرہ یہ ہے کہ دودھ دینے والی نہ مر جائے۔
کیونکہ ایسے واقعات کئی لوگوں سے گذر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خدا
پر بھروسہ کرو اور دودھ مجھ کو دے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ دودھ دینے والی
کا دودھ دوگنا کر دے گا۔ آپ کا فرمان بڑھیا کے دل پر اثر کر گیا۔
اور آپ کو دودھ دے کر واپس چلی گئی۔ خدا کے فضل سے اس
کی گائے نے علی ہجویری صاحب کے فرمان کے مطابق دوسرے روز
دوگنا دودھ اور گھی دیا۔ اور بڑھیا نے اپنے گاؤں کے لوگوں کو
جو جوگی کے پاس جایا کرتے تھے۔ اپنا واقعہ سنایا۔ اس کا یہ اثر
ہوا کہ آئندہ جمعرات کو اس گاؤں کی تمام عورتیں سارا دودھ علی ہجویری
صاحب کی نذر کر گئیں۔ رفتہ رفتہ گرد و نواح میں یہ خبر مشہور
ہو گئی۔ تھوڑے ہی عرصے میں جوگی کی طرف لوگوں کی آمد و رفت
کم ہو گئی۔ اور آپ کی طرف زیادہ۔ قال اللہ تعالےٰ وَقُلْ
جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے فرمایا۔ الحق یعلو
ولا یعلیٰ۔ جوگی نے اپنے چیلوں سے تنزل کا سبب دریافت کیا
انہوں نے علی ہجویری صاحب مرحومؒ کا نام لیا اور ساتھ ہی کچھ
الفاظ بھی کہے۔ جوگی سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ ان کے میلہ کا دن
قریب تھا۔ جب میلہ کا دن آیا تو جوگی علی ہجویریؒ صاحب کے مقابلہ
کے لیے آیا۔ اور کہا۔ کہ "آپ کچھ دیکھیں یا دکھائیں۔" آپ نے
فرمایا۔ "میں مداری نہیں ہوں۔" جوگی نے کہا۔ "پہلے آپ اڑیں
یا میں اڑتا ہوں۔" آپ نے فرمایا۔ اڑنا مکھیوں کا کام ہے۔ جوگی
غصہ میں آیا۔ اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اڑ گیا۔ جب نظر سے غائب

ہونے کے قریب ہوا۔ تو آپ نے ایک ٹوٹی ہوئی جوتی پکڑی اور
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم بقدرۃ اللہ تعالےٰ و انا علی ملت رسول اللہ ﷺ
پڑھا۔ اور کہا "جا۔ اور اس شیطان رجیم کو میرے پاس لے آ۔"
جوتی اللہ کے حکم سے اوپر کی طرف اڑی۔ اور جوگی مرجوم کے سر پہ
پڑنی شروع ہو گئی۔ جوگی کو واپس زمین پر لے آئی۔ ہزارہا لوگ
دیکھ رہے تھے۔ جوگی مع اپنے چیلوں کے اور ہزارہا لوگ بھی
مشرف بہ اسلام ہوئے۔

یہ قصہ بطور تمثیل لکھا گیا ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں کو کرامت اور
استدراج کا فرق معلوم ہو جائے۔ اب انشاء اللہ العزیز بالترتیب
مولوی صاحب کا سن ولادت۔ حالت طفولیت تعلیم و تدریس اور
اسباب حصول مراتب۔ زہد۔ کشف۔ کرامات۔ معاملات۔ وعظ اور
تلقین۔ معاملات درویشاں اور تقویٰ وغیرہ وغیرہ بیان کروں گا۔

ہو گی۔ یہ دودھ مجھ کو دے دو۔ بڑھیا بولی۔ میں نے تو دینا ہی ہے۔
تمہیں دے تو دوں۔ مگر خطرہ یہ ہے کہ دودھ دینے والی نہ مر جائے۔
کیونکہ ایسے واقعات کئی لوگوں سے گذر چکے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ خدا
پر بھروسہ کرو اور دودھ مجھ کو دے جاؤ۔ اللہ تعالیٰ دودھ دینے والی
کا دودھ دوگنا کر دے گا۔ آپ کا فرمان بڑھیا کے دل پر اثر کر گیا۔
اور آپ کو دودھ دے کر واپس چلی گئی۔ خدا کے فضل سے اس
کی گائے نے علی ہجویری صاحب کے فرمان کے مطابق دوسرے روز
دوگنا دودھ اور گھی دیا۔ اور بڑھیا نے اپنے گاؤں کے لوگوں کو
جو جوگی کے پاس جایا کرتے تھے۔ اپنا واقعہ سنایا۔ اس کا یہ اثر
ہوا کہ آئندہ جمعرات کو اس گاؤں کی تمام عورتیں سارا دودھ علی ہجویری
صاحب کی نذر کر گئیں۔ رفتہ رفتہ گرد و نواح میں یہ خبر مشہور
ہو گئی۔ تھوڑے ہی عرصے میں جوگی کی طرف لوگوں کی آمد و رفت
کم ہو گئی۔ اور آپ کی طرف زیادہ۔ قال اللہ تعالےٰ وَقُلْ
جَاءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوقًا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ الحق یعلو
ولا یعلی۔ جوگی نے اپنے چیلوں سے تنزل کا سبب دریافت کیا
انہوں نے علی ہجویری صاحب مرحومؒ کا نام لیا اور ساتھ ہی کچھ
الفاظ بھی کہے۔ جوگی سنتے ہی آگ بگولا ہو گیا۔ ان کے میلہ کا دن
قریب تھا۔ جب میلہ کا دن آیا تو جوگی علی ہجویریؒ صاحب کے مقابلہ
کے لیے آیا۔ اور کہا۔ کہ "آپ کچھ دیکھیں یا دکھائیں۔" آپ نے
فرمایا۔ "میں مداری نہیں ہوں۔" جوگی نے کہا۔ "پہلے آپ اڑیں
یا میں اڑتا ہوں۔" آپ نے فرمایا۔ اڑنا مکھیوں کا کام ہے۔ جوگی
غصہ میں آیا۔ اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہو کر اڑ گیا۔ جب نظر سے غائب

ہونے کے قریب ہوا۔ تو آپ نے ایک ٹوٹی ہوئی جوتی پکڑی اور
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ بقدرۃ اللہ تعالےٰ و انا علی ملت رسول اللہ ﷺ
پڑھا۔ اور کہا "جا۔ اور اس شیطان رجیم کو میرے پاس لے آ۔"
جوتی اللہ کے حکم سے اوپر کی طرف اڑی۔ اور جوگی مرحوم کے سر پر
پڑنی شروع ہو گئی۔ جوگی کو واپس زمین پر لے آئی۔ ہزارہا لوگ
دیکھ رہے تھے۔ جوگی مع اپنے چیلوں کے اور ہزارہا لوگ بھی
مشرف بہ اسلام ہوئے۔

یہ قصہ بطور تمثیل لکھا گیا ہے۔ تاکہ پڑھنے والوں کو کرامت اور
استدراج کا فرق معلوم ہو جائے۔ اب انشاء اللہ العزیز بالترتیب
مولوی صاحب کا سن ولادت۔ حالت طفولیت تعلیم و تدریس اور
اسباب حصول مراتب۔ زہد۔ کشف۔ کرامات۔ معاملات۔ وعظ اور
تلقین۔ معاملات درویشاں اور تقویٰ وغیرہ وغیرہ بیان کروں گا۔
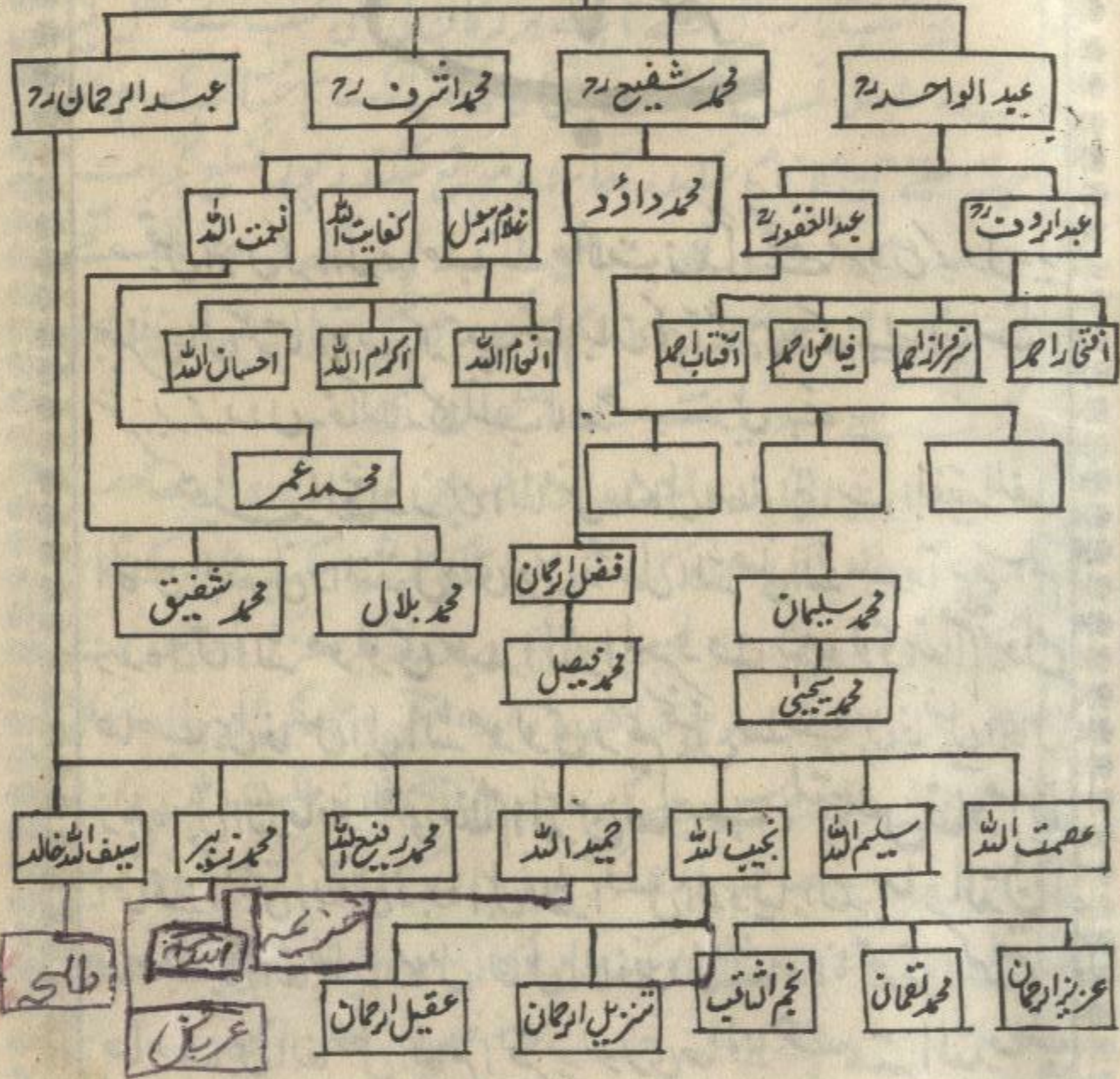
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زبدۃ اہل اللہ حضرت مولانا غلام رسول

- حضرت مولانا عبدالقادر رح
  - عبدالمالک رح
    - عبدالقیوم
      - خلیل الرحمان
        - حمزہ
        - طلحہ
        - حسان
    - عبدالحی
      - محمد طاہر
      - محمد طیب
      - محمد یحییٰ
      - محمد ناصر
      - سعید اختر
      - عبدالوحید
      - عبدالتوحید
      - ندیم اختر
      - وسیم اختر
    - محمد نعیم
  - عبدالرشید رح
    - محمد نور شفیع
      - عبدالماجد
      - عبدالخالق
    - محمد افضل رح
      - محمد محسن
      - محمد حسن
      - محمد اکمل
      - محمد اجمل
      - حفیظ الرحمان
        - محمد انس
        - محمد ادریس
    - محمد اکرم
    - عبدالرشید
    - محمد خالد
      - ابن خالد
    - محمد اسلم رح
  - محمد صادق رح
    - حبیب الرحمان
      - عتیق الرحمان
    - محمد احمد
      - محمد یحییٰ
      - افتخار احسن
    - عزیز الرحمان
  - عبدالوکیل رح
    - عبدالرحیم
      - عبدالمجید
      - محمد ادریس
    - محمد سلیم تابانی
      - شاہد سلیم
      - مبشر سلیم
    - محمد انور رح
      - محمد عمر فاروق
      - محمد زبیر
      - محمد عمیر
    - عبدالباسط
      - محمد عاصم
      - مبین الحق
      - سہیل احمد عتیق
      - محمد حبیب
      - وحید الزمان
    - محمد نسیم
      - محمد طارق
      - محمد امجد
      - سہیل احمد
    - محمد الیاس
      - محمد سلمان
      - محمد فیصل
      - وقاص احمد
      - سعد الرحمان

٢

- حضرت مولانا عبدالعزیز رح
  - عبدالواحد رح
    - عبدالرؤف رح
      - افتخار احمد
      - سرفراز احمد
      - فیاض احمد
      - آفتاب احمد
    - عبدالغفور رح
  - محمد شفیع رح
    - محمد داؤد
      - فضل الرحمان
        - محمد فیصل
      - محمد سلیمان
        - محمد یحییٰ
  - محمد اشرف رح
    - غلام رسول
      - انعام اللہ
      - اکرام اللہ
      - احسان اللہ
    - کفایت اللہ
      - محمد عمر
    - نعمت اللہ
      - محمد بلال
      - محمد شفیق
  - عبدالرحمان رح
    - عصمت اللہ
    - سلیم اللہ
      - عزیز الرحمان
      - محمد لقمان
      - نجم الثاقب
    - نجیب اللہ
      - تنزیل الرحمان
      - عقیل الرحمان
    - حمید اللہ
    - محمد رفیع اللہ
    - محمد زبیر
    - سیف اللہ خالد
      - طلحہ

باب اوّل

نسب نامہ

قبل ازیں کہ والد صاحب کے حالاتِ زندگی لکھنے شروع کروں۔ یہ بہتر خیال کرتا ہوں۔ کہ آپ صاحبان کی آگاہی کے لیے اپنا نسب نامہ تحریر کر دوں۔ خاکسار کا نسب نامہ حسب ذیل ہے۔

عبدالقادر بن الفاضل الکامل العالم المحدیث الفقیہ المفسر الجامع المعقول والمنقول حامی دین رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم زبدہ اہل اللہ **مولوی عبداللہ المعروف بہ مولوی غلام رسول** صاحب بن فاضل اہل اللہ **مولوی رحیم بخش** صاحب بن فاضل الکامل زبدہ اہل اللہ حافظ المتقی **نظام الدّین صاحب المتخلص خادم** بن الحافظ المتقی الکامل زبدہ اہل اللہ افضل الاولیاء اللہ **بہاؤالدّین** صاحب بن الفاضل الکامل العامل الحافظ ولی اللہ مولانا **محمدؐ اکرم** صاحب بن الفاضل العالم التحریر مولوی حافظ **عصمتہ اللہ** صاحب

سلہ بعض حضرات عوام کے پاس جاکر وھوکہ دے کر مولوی صاحب کی اولاد بنتے ہیں۔ کوئی آپ کا لڑکا بن جاتا ہے اور کوئی پوتا۔ اور پھر وہ یں خلاف شریعت کام کرکے آپ کی اولاد کو بدنام کرتے ہیں۔ اس لیے عوام کی آگاہی کے لیے آپکی موجودہ اولاد کے نام درج کر دیئے جاتے ہیں اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تک ان میں سے کوئی بھی بے دین نہیں ہوُا۔

بن الفاضل الکامل العالم فی التحریر والتقریر الحافظ المفسر المحدث مولوی **عبداللہ** صاحب بن شیخ **سکندر** بن **نور محمدؐ** بن **پیر محمدؐ** صاحب رحمہم اللہ اجمعین

یہ نسب نامہ میں نے اپنے بزرگان کی قلمی کتب سے نقل کیا ہے۔ سلسلۂ نسب **قطب شاہ** صاحب تک پہنچتا ہے۔ ہمارے جدّ اعلےٰ جن کا نام سکندر تھا۔ وہ موضع سکندر پور ضلع گجرات پنجاب میں رہتے تھے۔ موضع سکندر پور کے واحد مالک تھے انہی کے نام سے گاؤں کا نام مشہور ہو گیا تھا۔ پیشہ زمینداری کرتے تھے۔ اور ذات کے **اعوان** تھے۔

ابتدائی بندوبست میں افسران مجاز نے والد صاحب مرحوم کو طلب کیا۔ اور کہا۔ کہ اپنا نام موضع سکندر پور کے خانہ ملکیت میں درج کرالو۔ نسبی بھائیوں اور دیگر معزّز آدمیوں نے بھی سمجھایا۔ چونکہ مولوی صاحب زاہد، متقی، تارک الدنیا اور متوکل علی اللہ تھے۔ اس لیے آپ نے اپنا نام خانہ ملکیت میں درج کرانے سے صاف انکار کر دیا۔ اور کہا۔ کہ اگر خداوند کریم نے ہماری قسمت میں سکندر پور کا آب ودانہ رکھا ہوتا۔ تو ہم وہاں ہی رہتے۔ اللہ تعالےٰ کو منظور نہ تھا۔ اس لیے ہم اپنا گاؤں چھوڑ کر ادھر نکل آئے۔ مجھے دُنیا کی ضرورت نہیں۔ اور دنیاوی ورثہ نہیں چاہتا۔ میں تو اصلی ورثہ (جنت) حاصل کرنے کی خواہش رکھتا ہوں۔ اللہ تعالےٰ میری اس خواہش کو پورا کرے اور مجھے حقیقی ورثہ کا حقدار بنا دے۔ میں یہ سب کچھ آپ کے حق میں چھوڑتا ہوں۔ خداوند کریم آپ کو نصیب کرے۔

اس سلسلہ میں جتنے بزرگ گذرے ہیں۔ کلہم اپنے اپنے

وقت میں بے مثل گذرے ہیں۔ کمالاتِ علمیہ میں یکتا۔ مصنف اور شاعر بے بدل تھے۔ مُلک پنجاب نے آپ کے خرمنِ علم سے خوشہ چینی کی۔ آپ کی شاگردی مایۂ صد ناز و فخر تھی۔ آپ کے شاگردوں کی استادانِ زمانہ کے نزدیک قدر کی جاتی تھی۔ عربی اور فارسی کی بہترین مستند کتابیں اُنہوں نے تصنیف کر کے علم کے ایسے باغ کھلائے۔ کہ جن سے مشامِ جان معطر ہو گئی۔ کوئی فن نہ تھا۔ جس میں میرے بزرگوں نے علمی پھُول نہ بکھیرے ہوں۔ صرف و نحو عربی، فارسی و علم فقہ و تصوف و تفسیر و علم بدیع معانی فلسفہ و معقول و عروض میں وہ وہ موتی بکھیرے کہ جن کی چمک سے اب تک آنکھیں روشن ہوتی ہیں۔ چنانچہ اب تک یہ مقولہ مشہور ہے کہ

"کوٹ بھوندا اس دا ؛ لبھدا ہے پنجاب دا"

مسلمانوں بادشاہوں کے وقت میں قاضی اور مفتی کا عہدہ رکھتے تھے۔ بادشاہی درباروں کی مشکلات آپ ہی کے ناخن تدبیر یعنی نوکِ قلم سے حل ہوتی تھیں۔ چنانچہ انشائے خادمی جو اس وقت کی ایک درسی کتاب تھی، میرے بزرگوں کی تصنیفات میں سے تھی۔ باوجود اس قدر اشغال کے میرے بزرگوں سے ایسی باتیں ظاہر ہوئیں۔ جن کو کرامات کہا جا سکتا ہے۔ اگر ان سب باتوں کو مفصل درج کیا جاوے۔ تو ڈر ہے۔ کہ بڑا دفتر ہو جاوے اور پھر بھی مطلب پورا نہ ہو۔ چونکہ میرا اصلی مطلب جناب والد صاحب کی سوانح عمری لکھنے کا ہے۔ اس لیے قطع نظر کر کے **اصلی مقصد** کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ صرف چند نصیحت آموز غزلیات بطور نمونہ یہاں نقل کرتا ہوں۔ تا کہ ناظرین کو معلوم ہو جاوے۔ کہ

علاوہ علم و فضل کے فنِ شاعری میں بھی کم نہ تھے۔

غزلیات حضرت حافظ نظام الدّین صاحب خادم

(۱)

مولوی جامی رحؒ نے قصۂ یوسف و زلیخا میں ہر شعر میں جو صنعت رکھی ہے اس کو آپ ایک غزل میں ظاہر فرماتے ہیں۔ جو ناظرین کی دلچسپی کے لیے درج ذیل ہے۔

عزیزاں طرزِ نو آموخت استادِ ازل من ‏ ‏ کہ ہر گز ایں گہر نکشاد عقل از تارسا بیہا
کہ نامِ عاشق و معشوق فہمیدم ز ہر بیتے ‏ ‏ کتابِ مولوی جامیؒ بر رحمت زحق بادا
ز مصرعۂ اوّل برآید نام آں حضرت ‏ ‏ ز ثانی مصرعہ اش نام زلیخا شد بمن پیدا
بدیں ترتیب کا عدادِ حروفِ مصرعۂ اوّل ‏ ‏ بکن تربیع پس تضعیف کن وضع یکے زانہا
بہشتش طرح وہ آنگہ ہم اندر ہشت زن باقی ‏ ‏ بزن عشرت ۱۰ و در سہ گذار آحاد را بر جا
بر آمد نام آں سلطان ملک حسن دیں از وے ‏ ‏ خطا گر در حساب افتد از ان پاک است ذمّہ ما
بدینساں مصرعِ ثانی با بجد در شمار او را ‏ ‏ بزن در ہفت کن تضعیف منہا کن یکے منہا
بدہ با ہفت ہم طرحش بماند آنچہ زو باقی ‏ ‏ ز لفظ و عدد برگیر و بہ زن و رشت منے را
عیاں گردد از و نامِ زلیخا بر تو بے شبہت ‏ ‏ فراخ آمد تو میداں تا تو باز اے دانا
دگر اعداد ہر مصرعہ زنی در پنج دو چنداں ‏ ‏ کنی آنجملہ را از اں پس بر اندازی از اں یکے را

بدہ با عشر طرح او را بدان افزود در اوششش
بر آید نام جامی نیز دل را ایں یادگار از ما

(۲)

اگر اے صبا ز کوئے دلدار خواہی آمد ‏ ‏ بہ ریاض سینہ چاکاں چو بہار خواہی آمد

پے چشم درمندم کہ زگریہ خونفشاں شد
بخدا قسم کہ یارے بغبار خواہی آمد

بنگاہ بے نیازم برساں زمین نیلے
کہ سنگ خاکساراں بگذار خواہی آمد

اے عشق گل پرستم رہِ دامن وفا گیر
کہ بپائے نازنیناں بہ نثار خواہی آمد

خورسند باش خادمؔ بخیال لب فروبند
بحساب ہرزہ نالاں بشمار خواہی آمد

(۳)

غزل در فراق پیر صاحب سید عبدالقادر جیلانیؒ

ایدل کنوں تنگ آمدم از غم خردشاں میرم
یارب نشان باصد الم خود تا بہ نوشاں میردم

بے اختیارم بعد ازیں باخاطر اندوہگیں!
در پیش چہ کاں ہمچو گو غلطاں و پیچاں میردم

وردم در د پہلوئے جاں آتش زند در استخواں
یکدم نمے بخشد امان بر بوئے درماں میردم

گردیدہ ام در چار سو نشگفت غنچہ آرزو
افتاں و خیزاں تا درِ سلطانِ گیلاں میردم

اے چشم خوں پالائے من شور رشتہ والائے من
در وادئے ایمن ہمی آلودہ داماں میردم

دولت مرادا ایں نشاں بر بخت خویشم خونفشاں
اینک چو موری ناتواں پیش سلیماں میردم

اے بادشاہِ بحر و بر بہر خدائے کن نظر
عمرم گذشت و از جہاں با داغ حرماں میردم

ہر رہروے با خویشتن برداشت زادے از حسن
من کیسہ پاک از کمزنی بے ساز و ساماں میردم

اے عقلِ نفس فسو فنوں نمود در راہِ واژگوں
یوسف عزیزم مصر من در راہِ کنعاں میردم

بانگ حدی اے ساربان ہمپائے نقش کارواں
میخواندہ ام سوئے ارم من در نیستاں میردم

ذوقیکہ بردارم قدم بر جانب بیت الحرام
مانند طفل ابجدی سوئے دبستاں میردم

در خارزارِ پا فگار یاد آد ہائے جاں شکر
گلچیں وشی اندر تختہ گلشن خراماں میردم

ہر چند دل پر خوں کنم چارہ ندانم چوں کنم
آخر زیاد مفلسی نزار و پریشاں میردم

ہمچوں چراغ صبحدم بے شمارم مبتلا م
دل بستہ ور ماندہ ام بگسستہ پیماں میردم

بر خادمِ بے دسترس بہرِ خدا فریاد رس
کز غائتِ شرمندگی سر در گریباں میردم

(۴)

غزل در فراق پیر صاحب مذکور

بے تاب شد از شوق دل از من گریزاں میرود
مانند ابر آذری سیلابہ ریزاں میرود

ہر چند بانگش میزنم آہستہ راں آہستہ راں
از دست چوں بادِ صبا بیدل شتاباں میرود

حق جانب بیچارہ کز غائت لب تشنگی!
جاں میدہد در آرزو بر آب حیواں میرود

آں شاہِ ملکِ قربِ حق کاندر جہاں رہبر کراں
ہمچوں سلیماں حکم او بر انس و بر جاں میرود

یک نکتہ رانم در خور مدحش نیاید حاصلم
فکرم از ہندوستاں تا ملکِ ایراں میرود

آں کہ اندازد قلم پیر خرد با ایں عصا
تا منزل سلمے کجا راہ بیاباں میرود

در عرض پروازم کزیں پس پر تواں داشتن
در آرزوئے روئے گل بلبل ز بستاں میرود

مے سوزم اندر آتش ہجر حضورِ پاک تو
در ہر بن مو شعلہ ام چوں شمع سوزاں میرود

ہر دور باشی کز جگر از سوزِ ہجر آرم برول
بوئے کبابِ قلبِ من دودش بکیواں میرود

از گریہائے دائمی آبے بچشم من نماند
صبر و شکیبم چوں خسے در پیش طوفاں میرود

در انتظار کام دل بگذشت آبِ غم ز سر
بگم بخت آرام از من و خوابم پریشاں میرود

گردم زنم از ماجرا برگردد اندر آبِ دہاں
ور بر بخوانم درزماں از کالبد جاں میرود

ایں من ندانم تا کجے باشم بہ ہجراں مبتلا
یارِ رفیقِ مہرباں ہمرہ وے بجولاں میرود

خادمؔ چو بسمل مے طپد در خاک و خواں از ہجر تو
اے وائے بر وے بگذری حالش بدینساں میرود

○

(۵)

رفیقا ایں دمے یار لبیت بے تدبیرے ضرور آمد — دلم دیوانہ از شوقِ زنجیرے ضرور آمد

نیابد نامہ حال من زبانِ خامہ میسوزد — اجل در کارِ من یک چند تاخیرے ضرور آمد

بیا اے کیمیا سازے مسِ ما قلس سار اکن — کہ در چرخم زدو در چرخِ توقیرے ضرور آمد

وصالش دیدہ ام در خواب یاراں حیرتے دارند — دریں خوابِ مرا امروز تعبیرے ضرور آمد

شد از سیلِ خرابیہا خرابم خانۂ ہستی — کنوں اے خضرِ فرخ پے کہ تعمیرے ضرور آمد

مبادا خادمؔ بے چارہ کآخر خود بخود میرد
ترا اے قاتلِ خونریز تکبیرے ضرور آمد

(۶)

مناجات از خادم

خیز دلا چہ خفتۂ آہ بزن تو از درون — علت غائی تو چیست نالہ چوں سازِ ارغنوں

دیدہ کشا بکن نظر وقتِ عزیز تو گذشت — روز در آز بگذرد شب بفسانہ و فسوں

بہر چہ آمدی دریں دارِ تجارت اے دغل — آنچہ خریدۂ ببین باش ز کردہ سرنگوں

کوس رحیل میزنند بر درِ کارواں سرائے — بانگ درا درست ہم غلغلہ بر درون بروں

ہمسفرانِ تو شدند خیمہ فراتر ک زدند — تو کہ بخوابِ غفلتی گو بکجا رسی کنوں

بدر تو طلب نما از درِ بادشاہِ دیں — تا بروی بہمرہی تا سرِ منزل سکوں

بادشہیکہ خاک پاش تاج سرِ ملائک است — سرمۂ چشمِ روشناں غازہ چرخِ نیلگوں

آنکہ فراشت چوں علم پنجۂ آہنیں قضا — زد بفگند بر زمیں تختۂ دیو و اژگوں!

در زمنِ سلف اگر گشت ز غیرتِ کلیم — از پئے قوم طاغیاں آب زلال نیل خوں

نیم نمے ز عارضی سخط فشے ار بریں سختی! — آب بجا سر بسر آمد بحشر شدی جنوں

علم نہاں گداز او سرزنش عدو نخواست — بلکہ بخواست از کرم باد خداش رہنموں

ورنہ شدی بامرِ حق ہر مگسے چو عنقائے — پشۂ عقاب پر شکن بر صفِ زاغہائے دوں

نخل ز نامِ پاکِ او بر و چہ دستمایۂ — از نمِ لعلِ جاں فزاش رشکِ فراتِ ماءِ عیوں

اے زدہ پنجۂ اُل جملہ جہاں بدامنت — نزدِ ملیکِ مقتدر باد کرامتت فسزوں

شکر کرم حیاں کنم کرد بچوں منی عطا — آنچہ مسیح نقد خویش داد و ترنج اکی زبوں

وائی کہ من گمرہے از رہ راست بر کراں — تاختہ ام لجام زیر درپسِ آرزو ہیوں!

شب بگذشت روز شد سلسلہ طرب گسیخت — کم نشد است عقدۂ ایں سگِ نفس ذو فنوں

من نہ شکستہ با گناہ عہد دلی شکستہ اند — جملہ قوائے تن من شد ہم خود بخود زبوں

کرد عسا کرِ ہوا گشتۂ من چو پائمال — نیم چو ارتفاع آں حاصلِ من نہ جز جنوں

از خجلتِ فغانِ من کم بنود ز کوہکن! — خبر کہ منم بگوشہ و نالۂ او بے ستوں

دادرسا چو در ازل باز مرا خریدۂ — رو بکنم منم ہماں لطفِ عمیم تو ہموں

نخادمؔ خاکسار را نیست نظر مگر بریں
روز کہ واقعہ شود انا الیہ راجعون

(۷)

ایکہ عالم خستہ گلبرگ گلستانِ شما — پا فشاندہ ذرہ گردی ز دامانِ شما

قدسیاں را حل نشد با وصفِ امعانِ نظر — معنے یکمصرعۂ از بیت دیوانِ شما

در چمن زارِ نبوت غنچۂ خنداں نشد — تا صبا ناورد بوئے از گل افشانِ شما

طائرِ قدسی ز اوجِ لامکاں آمد فرود — تا بچیند ریزۂ از خوانِ ایوانِ شما

نقشبندِ تختۂ تکویں چو رنگ آمیز شد — ساخت ہر نقشِ حسن را زیب ایوان شما

بازخ کز پرتوِ او خیرہ موسیٰ صعقا — بعد از عینِ عطا شمعِ شبستان شما

بسکہ اوستادِ ازل از علمِ تو آموختست — عقلِ کل طفلِ نو آموز دبستان شما

شد جہاں چوں گوش پر گوہر ہائے ثمیں — تا بیارش آشنا شد ابرِ نیسان شما

چونکہ سیلان نعم از بہر تو گسترده اند
نیست خالی پشت کس از بارِ احسان شما

چوں علم افراختی دستِ قضا از دور باش
تا نتازد صفدرے گلگوں بمیدان شما

خامہ پرداز قدر گردست بایکدست است
ہر منشورِ حق توقیع فرمانِ شما

بر زمیں افتد کلہ از فرقِ سر بے اختیار
وہم را دقتِ قیاسِ رفعتِ شانِ شما

چوں کشاد از کرم مزرعہ صدق تو کاشت
دانۂ غمخواریٔ امید دارانِ شما

چوں سحاب آفر فرو شوئید بدست خویشتن
داغہائے معصیت از داغداران شما

دارد امید آنکہ اندر دار دگیر رستخیز
جا دہندش در ظلالِ خاکسارانِ شما

جان او پروانہ شمع جاں افروز تست
در لبظاہر در شمارِ دُرد دستان شما

اے عزیز مصر رحمت وائے خدیو کامراں
تا ابد آباد بادا مصر و کنعان شما

چوں زلیخا یوسفم زندانیٔ چاہ غم است
گریۂ یعقوبؑ ہم دارد ز ہجران شما

دہ خدارا جلوۂ دیدار کن بخشائشے
ہست خادم بندۂ بے ساز و سامانِ شما

(۸)

یہ غزل بعد رحلت کے جناب کی دستار مبارک سے نکلی بعینہٖ درج کی جاتی ہے

یاراں وداع ماست سلامی و خیر باد
پا در کاب ہمچو صبا ایستادہ ایم

پرواز میکنیم چو بلبل از ایں چمن
اینک بکوچ بالِ عزیمت کشادہ ایم

یاد آورید حلقہ چو سازید انجمن
از ما کہ ہمچو حلقہ بروں اوفتادہ ایم

نوبت زما گذشت کنوں نوبت شماست
ما الفراق خواندہ برفتن آمادہ ایم

بردا شتیم خاطرِ ایں کارواں سرا
سوئے وطن گہی کہ ازاں بوم زادہ ایم

دارید ہوش دم بتغافل میاورید
ما عمر خویش بیہودہ برباد دادہ ایم

عمر عزیز بر سرِ سود و زیاں گذشت
فارغ کنوں ز فکر کم و بیم زیادہ ایم

بگذاشتیم ایں غزل آفریں نشاں
ما خود قدم براہ اقدس نہادہ ایم

شاہد شوید جملہ باقرار و صدق من
من بعد تن ز نیم مطیع ارادہ ایم

باب دوم

(۱)

پیدائش

حالاتِ ولادت :- آپ کی ولادت ۱۲۲۸ھ ہجری میں ہوئی۔ آپ کا مولد کوٹ بھوانیداس ضلع گوجرانوالہ ہے۔ میرے جد شریف وہاں ہی رہتے تھے۔ آپ کی ولادت میں بھی ایک بزرگ کا عجیب قصہ ہے۔ اور کرامت کا اعلیٰ نمونہ ہے۔ میاں محمدؒ یوسف صاحب سکنہ پیرو کوٹ ضلع گوجرانوالہ اپنے وقت میں مشہور بزرگ گذرے ہیں۔ اس وقت کے صوفی اُن کو ابدال کہتے تھے۔ ان سے بہت سی کرامات ظاہر ہوئیں۔ ان میں سے ایک یہ کرامت بھی ہے۔ جو میں مولوی صاحب کے متعلق لکھتا ہوں۔

میاں محمدؒ یوسف صاحب سنجاری پیشہ کرتے تھے۔ یہ صاحب میرے دادا مولوی رحیم بخش صاحب کے بموجب رسم کے بھائی بنے ہوئے تھے یا اس آیت کے مطابق "انما المومنون اخوۃ" یا یوں کہا جائے تو بھی بجا ہے ؏

قدرِ زر زرگر بداند قدرِ جوہر جوہری

یا یوں کہ ؎

کند ہمجنس با ہمجنس پرواز
کبوتر با کبوتر باز با باز

غرض ان صاحبان کی آپس میں بہت ہی محبت تھی۔ کوٹ بھوانیداس اور پیرو کوٹ کا آپس میں تین کوس کا فاصلہ ہے۔ میاں محمد یوسف صاحب

مرحوم دوسرے روز بلاناغہ تاحیات کوٹ بھوبند اس میں آتے رہے میرے والد صاحب کے دو اور بھائی بھی تھے۔ آپ سے بڑے حکیم غلام محمدؒ صاحب مرحوم۔ یہ بھی بڑے صاحب علم اور دنیاوی معاملات میں ہوشیار تھے۔ چھوٹے بھائی حکیم شیر محمدؒ صاحب تھے۔ یہ بھی صوفی باکمال تھے۔ آپ کے بڑے بھائی حکیم غلام محمدؒ صاحب کی پیدائش کے بعد میاں محمدؒ یوسف صاحب نے ایک روز مولوی رحیم بخش صاحب کی پشت پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ ”بھائی رحیم بخش۔ میں نے آپ کو اپنا تمام فیض عطا کیا۔ اور میرے فیض کا نمونہ آپ کے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا۔ اس کا نام غلام رسولؒ رکھنا۔ سرچشمۂ ہدایت ہوگا۔ اس سے لوگوں کو بہت فیض ہوگا۔ عالم باعمل، صوفی باکمال ہوگا۔ متبع سیدالانام ہوگا۔ مقتدائے خلقت ہوگا۔ اور خلق خدا تاقیامت ثناگو رہے گی۔“

جناب والد صاحب مرحوم کی والدہ صاحبہ نے آپ کی پیدائش سے پیشتر خواب دیکھا۔ کہ ان کی گود میں چودھویں رات کا چاند ہے اور اس کی روشنی مشرق سے مغرب تک ہے۔ اور وہ چاند گود میں ہی بڑھتا جاتا ہے۔ معبروں نے اس خواب کی تعبیر یہ کی کہ لڑکا باکمال اور بہمہ صفت موصوف ہوگا۔

یہ خاندان کچھ حد سے زیادہ مقبول انام تھا۔ اور اس محترم خاندان کا ہر ممبر اپنی معاشرت اس طرز کی رکھتا تھا کہ کٹ ملانوں کا دست تظلم دراز نہ ہونے پاتا تھا۔ آخر اسلام کا نصیبہ جاگا۔ اور مولوی صاحب جیسا شیر اسلام خواب کے پورے دو ماہ بعد پیدا ہوا۔

فطرت نے پہلے ہی سے مولوی صاحب کے لیے قاطع بدعت کی کنیت موزوں کر رکھی تھی۔ ایسے جلیل القدر خاندان علماء میں یہ شرف آپ ہی کی قسمت میں لکھا تھا۔ کہ آپ کھلم کھلا بدعتیوں اور مشرکوں کی مخالفت کریں۔ اور صاف طور پر احادیث نبوی کی تلقین کریں۔

جب حد سے زیادہ مسلمانانِ پنجاب کی حالت خراب ہوگئی۔ تو اس وقت اللہ تعالٰی نے مولوی رحیم بخش صاحب کے ہاں آپ کو پیدا کیا۔ آپ کی طفلانہ نظریں اس آئندہ اصلاح کی جو مسلمانوں میں ہونے والی تھی۔ پیشین گوئی کرتی تھیں۔

۲

طفولیت

آپ نے اپنی والدہ ماجدہ کی گود میں پیشاب بھی کبھی نہ کیا۔ نماز کے وقتوں میں چارپائی پر لٹا دینے سے روتے نہ تھے۔ اس وجہ سے آپ کی والدہ ہر نماز اور تہجد بافراغت پڑھ لیتیں۔ اور آپ چپکے لیٹے رہتے۔ مولوی رحیم بخش صاحب فرمایا کرتے تھے۔ کہ میرے ہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے۔ ایسا چپ اور غریب طبع ہے کہ رونا مطلق نہیں جانتا۔ ماہ رمضان میں صبح سے شام تک دودھ پانی نہ پیتے تھے۔ اس وقت یہ مشہور تھا۔ کہ میاں صاحب کا شیرخوار بچہ روزہ رکھتا ہے۔ یہ خبر سن کر لوگ جوق در جوق آپ کی زیارت کے لیے آتے تھے۔

آپ کی فطرت میں بچپن ہی سے بردباری و حلم بھرا ہوا تھا جوں جوں آپ بڑے ہوتے گئے۔ مزاج میں انکساری آتی گئی چھ برس کی عمر میں ہی آپ کا خلق ایسا تھا۔ کہ کل بچے آپ کے

ساتھ کھیلنے میں خوش رہتے تھے۔ جب کوئی بچہ شرارت کرتا یا دوسرے ہم عمروں کو ستاتا۔ تو آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ دیکھو قرآن شریف میں یوں لکھا ہے اور تم اس طرح کرتے ہو۔

ظاہری کتابی تعلیم جو ہر بچہ کو دی جاتی ہے۔ یہ ضروری نہیں ہوتا کہ ہر بچہ اس تعلیم سے مصلح قوم بن جائے۔ مگر جسے فطرت اپنی بانگی اور ہنر کا نمونہ بنانا چاہتی ہے۔ اس کے ضمیر کو پہلے ہی سے زبانی قابلیتوں اور ضمیری جوہروں سے آراستہ کر دیتی ہے۔ ایسی حالت میں اگر اسے ظاہری تعلیم نہ بھی دی جائے تو بھی کچھ ہرج واقعہ نہیں ہوتا اس کے ضمیری جوہر ایک نہ ایک دن اپنی اصلی تابانی اور درخشانی دکھا کر رہتے ہیں۔

جب آپ چلنے پھرنے لگے۔ تو لوگوں نے آپ کا نام متقی رکھ دیا مولوی صاحب کی زبان مبارک کا بیان ہے۔ کہ ایک روز میں استنجا کر رہا تھا۔ اور وہ جگہ ہنود کے گذرگاہ کے قریب تھی۔ ہنود لوگ گذرتے گذرتے یہ کہتے جاتے تھے۔ کہ مولوی رحیم بخش صاحب کا یہ لڑکا بڑا ولی اللہ ہوگا۔ ہر جگہ ذکر ہی کرتا رہتا ہے۔ میں سُن کر ہنستا تھا لڑکپن میں ہی لوگوں کا آپ پر حسن ظن تھا۔ کوئی زیادہ بیمار ہو جاتا۔ تو حسنِ عقیدت کی وجہ سے متقی صاحب سے پانی دم کراتے یا بیمار پر ہاتھ لگواتے۔ خدا کے فضل سے صحت ہو جاتی۔ ایک دفعہ ایک کمہار کا گدھا گم ہو گیا۔ بہت تلاش کی نہ ملا۔ مولوی صاحب کو دیکھ کر کہنے لگا۔ میاں متقی میرا گدھا گم ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ آپ کا گدھا آپ کے گھر میں ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ مولوی صاحب کو پکڑ کر اپنے گھر لے گیا۔ دیکھا تو گدھا گھر میں کھڑا تھا۔

باب سوئم

(۱)

تعلیم و تربیت

جب آپ پانچ سال کے ہوئے۔ تو مسجد میں قرآن مجید پڑھنے کے لیے بٹھائے گئے۔ بڑی مشکل سے آپ نے قرآن مجید تمام کیا حافظہ اور ذکاوت بالکل ندارد۔ آپ کے والد صاحب مرحوم بڑے متفکر رہتے تھے کہ اس کی تعلیم کیسے ہوگی۔ امید کچھ اور تھی۔ اور ظہور میں کچھ اور ہی آرہا ہے۔ چند سال آپ حالت ابتری میں ہی تعلیم پاتے رہے۔ اسی حالت میں ایک دن آپ نے خواب میں دیکھا۔ کہ آپ راجہ رنجیت سنگھ کے طویلہ میں اذان دے رہے ہیں۔ میری اذان لوگ دُور دُور سے سُنکر جوق در جوق آرہے ہیں۔

علی الصبح آپ نے اپنے دادا صاحب (حضرت نظام الدین صاحب المتخلص خادم) کے پاس خواب بیان کیا۔ انہوں نے تعبیر کی۔ کہ لوگ تیرے ہاتھ پر بہت مسلمان ہوں گے۔ اس واقعہ سے کچھ دن بعد جد امجد حضرت نظام الدین صاحب المتخلص خادم اسہال کی بیماری سے بیمار ہو گئے۔ والد صاحب مرحوم ان کی خدمت میں رہنے لگے۔ مولوی صاحب مرحوم ان کا پاخانہ اپنے ہاتھ سے صاف کرتے تھے۔ ایک دن آپ کو سحری کے وقت حاجت پاخانہ ہوئی۔ جناب والد صاحب مرحوم بھی جاگتے تھے۔ جد امجد صاحب نے دیکھا۔ کہ میرا پاخانہ اپنے ہاتھوں سے صاف کر رہے ہیں۔ آپ نے حیرت سے دیکھ کر فرمایا

"غلام رسول! تم میرا پاخانہ ہاتھوں سے صاف کرتے ہو۔ اسکے صلے میں لوگ تمہارا پاخانہ دانتوں سے صاف کرنے سے دریغ نہ کریں گے۔"

مولوی صاحب ہمیشہ اپنے معتقدین کو یہ قصہ سناتے اور فرماتے تھے۔ کہ مجھے دادا صاحب سے ہی فیض حاصل ہوا ہے۔ اور ان ہی کی دُعا ہے

اگلے روز ہی حضرت جناب کاکا شاہ صاحب کوٹ بھوانیداس میں تشریف فرما ہوئے۔ ان کا تعلق بھی حافظ نظام الدین صاحب خادم مرحوم سے روحانی تھا۔ یہ کسی کو معلوم نہیں۔ کہ ان دونوں میں سے کون پیر اور کون مرید تھا۔ جب شاہ صاحب حافظ صاحب (جو خاکسار کے پڑدادا ہیں) سے ملاقی ہوئے۔ تو آپ نے فرمایا۔ "شاہ صاحب! غلام رسول کو جو کچھ میں نے عطا کرنا تھا۔ وہ کر دیا۔ میرا وقت قریب ہے۔ میں رحلت کرنے والا ہوں۔ جو کچھ اس کے دل میں بیج بویا گیا ہے۔ اس کی پرورش اور حفاظت ظاہری صورت میں بشرطِ زندگی و مشیت ایزدی آپ کے ذمہ ہے یہ خیال رکھنا۔ کہ یہ لڑکا ضائع نہ ہو جائے۔"

دوسرے روز شاہ صاحب الوداع اور فی امان اللہ کہہ کر رخصت ہوئے۔ ان کے جانے کے دوسرے روز حافظ صاحب فوت ہو گئے۔

انا للہ وانا الیہ راجعون۔

جناب شاہ صاحب چند روز کے بعد کوٹ بھوانیداس تشریف فرما ہوئے۔ آتے ہی والد صاحب مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ گلے لگا کر فرمایا۔ "اگر تیرا دل حافظ نظام الدین صاحب کے ملنے کو چاہئے تو یہ دو تین حرف پڑھ کر ملاقات کر لیا کرو۔ اور جو دل چاہے۔ ان سے تعلیم حاصل کر لیا کرو۔ یہ کام میری موجودگی میں کر لو۔ شاید میری غیر حاضری میں تم نہ کر سکو۔ رات گذرنے کے بعد مولوی صاحب سے شاہ صاحب نے دریافت فرمایا۔ "کیوں بھائی تم قبر پر گئے؟ اور میرے کہنے پر عمل کیا"

مولوی صاحب نے عرض کی۔ "جناب مجھے وہ حرف ہی بھول گئے ہیں۔ شاہ صاحب نے ہنس کر فرمایا۔ "حافظہ ندارد۔ میرے پاس آؤ۔ میرے دو کے پوتے ہو۔ اور تمہاری نسبت مجھے ان کی خاص وصیت ہے۔" جب مولوی صاحب قریب ہوئے تو شاہ صاحب نے ان کے سینے پر ہاتھ پھیر کر فرمایا۔ "برخوردار کہو۔ اللّٰھمّ بارک لی فی علمی وعملی۔ ربِّ زدنی علماً۔"

ذہانت اور حافظہ یہ فطرت کی خاص بخششیں ہیں۔ جو بعض بعض نفوس کو عطا ہوتی ہیں۔ مولوی صاحب کو یہ صفات تخمیناً بارہ برس کی عمر میں عطا ہو گئیں۔ اور ایسا قابل بنا دیا۔ کہ اس پر تجلیاتِ ربانی کا پرتو بخوبی پڑ سکتا تھا۔ اور ہمیشہ وہ قوت جو ربانی نکات کے سمجھنے میں طبعی رکھتی ہے۔ وقتاً فوقتاً اس کا جوش اس روشن ضمیر میں پیدا ہوتا رہتا تھا۔ ایسی صورت میں نہ کسی کی تعلیم کی اتنی ضرورت تھی۔ نہ مطالعہ کرنے کی حاجت تھی۔ جو لوگ ضمیری جوہروں سے کسی قدر بھی واقفیت رکھتے ہیں۔ وہ میرے قول کی خود بخود تصدیق کریں گے۔ اور جو قلب کے اُتار چڑھاؤ اس کی لیاقتوں اور صفتوں سے بھی نابلد محض ہیں۔ نہ ان سے میرا کلام ہے۔ اور نہ وہ اس باریکی کو سمجھ سکتے ہیں۔

اگر ہم چشم بصیرت کھولیں اور غور کریں تو ہمیں معلوم ہوگا۔ کہ روزمرّہ ہماری آنکھوں کے سامنے ایک جماعت ہی بہت بڑی تعداد طلباء کو ایک ہی قسم کی تعلیم ہوتی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے۔ کہ ایک ہی قسم کی تعلیم پانے والوں میں سے کوئی تو علامہ دہر بن جاتا ہے۔ اور بیسیوں قیمتی تصانیف کر ڈالتا ہے۔ اور بعض ایسے بھی ہوتے ہیں۔ کہ نہ ان کو کچھ حاصل ہوتا ہے۔ نہ قابلیت بڑھتی ہے۔ حتیٰ کہ بات کرنے کا سلیقہ بھی نہیں آتا۔

یہ صحیح ہے۔ کہ محنت عجیب چیز ہے۔ اور کیسا ہی غبی شخص کیوں نہ ہو محنت سے کچھ نہ کچھ حاصل کر ہی لیتا ہے۔ مگر پھر بھی فطری ضمیری جوہروں کی وہ تابانی جو لاکھوں میں کسی ایک قلب پر چمکتی ہے۔ نہ محنت سے حاصل ہوتی ہے نہ عرقریزی کچھ کام دیتی ہے۔ وہ تو ضمیر اور دماغ پہلے ہی سے ان جوہروں سے آراستہ ہوتا ہے۔ جو فطرت کے عین بخشش سمجھنا چاہیئے۔

ہر زمانہ اور ہر ملک اور تقریباً ہر شہر میں بڑے بڑے مصلح ملک و قوم گذر چکے ہیں۔ کیا انہوں نے ابجد خوانوں کی طرح اپنا سبق جپا تھا۔ یا فعل فعل کی گردان رٹی تھی۔ نہیں کچھ بھی نہیں۔ ان کے لیے معمولی تعلیم ایسی کافی تھی۔ جیسے صدیوں تک کسی ذہین شخص کو تعلیم دے جاؤ۔ اور بعد ازاں اس کی واقفیت کا اندازہ کرو۔ ان کی آواز میں اثر اور درد خود بخود پیدا ہو جاتا ہے۔ اور ان کی نگاہ میں وہ قدرت ہوتی ہے کہ جس کی طرف نگاہ پھیر کر دیکھا۔ اپنا رام بنا لیا۔ یہی کیفیت مولانا مولوی غلام رسول صاحب کی تھی۔ آپ کے ضمیری جوہر عجیب و غریب قابلیت کا جامہ رکھتے تھے۔ اور خدا کی طرف سے آپ کو ایک ایسی خاص بخشش عطا ہوئی تھی۔ جس کی ایک زمانہ تک خود مولوی صاحب کو بھی خبر نہ تھی۔ پھر دوسرے اس جوہر کی کیونکر شناخت کر سکتے۔

مولوی صاحب فرمایا کرتے تھے کہ اس روز سے (جس دن سے شاہ صاحب نے میرے سینے پر ہاتھ رکھ کر مجھے دعا پڑھائی تھی۔) اگر میں نے سو صفحہ کی کتاب مطالعہ کی لفظ بتمامہ یاد نہیں رہے لیکن مضمون از سرتا پا یاد ہو گیا۔ اس کے بعد مضمون کتاب جو میری نظر سے گذرا ہے۔ میرے تصور میں ہی رہتا ہے۔ شاہ صاحب رخصت ہوئے۔ اور آپ دور دراز تک وداع کرنے کے واسطے تشریف

لے گئے۔ وقت رخصت شاہ صاحب نے فرمایا۔ لڑکے! جب تمہیں بلاؤں۔ ضرور ملنا ہوگا۔ کتابوں کو جس طرح ہو سکے ایک بار عبور کر لو۔ محنت کی کوئی ضرورت نہیں۔ خداوند کریم خود حافظ ہے۔ وہ حفظ کرائے گا۔ محنت اور مشقت جس قدر ہو سکے یاد خدا میں کرو۔ پھر دعا کی اور چل دیئے۔

آپ چند روز گاؤں میں ٹھہر کر لاہور پڑھنے کے واسطے تشریف لے گئے۔ وہاں لال مسجد بازار حکیماں میں مولوی غلام محی الدین صاحب بگوی کے پاس پڑھنا شروع کیا۔ دو ماہ بعد شاہ صاحب کو خواب میں دیکھا۔ فرمایا۔ تم مجھے ضرور ملو۔ آپ علی الصباح ہی مولوی صاحب سے رخصت لے کر گڈ گور پہنچے (یہ موضع ضلع سیالکوٹ میں خاص مسکن شاہ صاحب موصوف کا ہے) شاہ صاحب نے آپ کو فرمایا۔ ۳۶ بار سورہ یٰس تہجد میں پڑھا کرو۔ اور ساتھ ہی درود کبریت احمر کی اجازت دی۔ اور زکواۃ نکالنے کا حکم فرمایا۔ اور فرمایا۔ اجرائے لطائف یا ذکر وجود یا سلطان الاذکار یا حضور مطلق یا حضور دائمی یا مراقبات۔ ان سے صوفیائے کرام۔ متبعان سید الانام نے یہ غرض محمود فی الذہن رکھی ہے۔ کہ انسان کا تزکیہ نفس ہو کر افعال و اعمال و اقوال محمدی قبول کرنے کے قابل ہو جائے۔ یہ سب وسائل اتباع کے ہیں۔ مقصود بالذات پیروی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہے۔ بغیر اتباع کے نجات اور قرب الٰہی نصیب نہیں ہوتا۔ خواہ کتنا ہی زاہد عابد ہو۔ یاد رکھنا۔ کہ حضرت صلعم کی شان کے مقابلہ میں کسی کی وقعت نہیں۔ اور نہ ہی غیر کی اتباع کے ہم مکلف ہیں۔ یہ بھی فرمایا۔ کہ ذی صحبت اور متبع کامل کو ظاہر مرشد کی ضرورت نہیں۔ صحابہؓ کے اتباع کا نمونہ صحبت کے واسطے اور اتباع کامل کے

واسطے کافی ہے۔ یعنی جس طرح صحابہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع کیا۔ وہ ہمارے لیے بطور نمونہ ہے۔ صحابہ کا ایمان اُمت کے ایمان کے واسطے معیار ہے۔ خداوند تعالیٰ نے اس آیت میں یہی حکم فرمایا ہے فان آمنوا بمثل ما آمنتم بہٖ فقد اھتدوا وان تولوا فانما ھم فی شقاق الخ۔ مسلمان وہ ہوتا ہے۔ جو یہ سمجھ لے کہ میں حضرت صلعم کے اتباع کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔ جو استدراج وغیرہ غیر متبع سے دیکھے جاتے ہیں۔ وہ بمنزلہ شعبدہ اور ان کے زہد کا ثمرہ ہے۔ جو ان کو دُنیا میں مل جاتا ہے۔ اولٰئِکَ لاخلاق لھم فی الاخرۃ۔ دوسری آپ نے یہ آیت پڑھی ھم الکٰفِرُوْنَ حَقًّا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے بوستان میں اسی طرف اشارہ کیا ہے ؎

دریں بحر جز مرد داعی نہ رفت — گم آں شد کہ دنبال راعی نرفت
کسانیکہ زیں راہ برگشتہ اند — برفتند و بسیار سرگشتہ اند
خلافِ پیمبر کسے راگزید! — کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید
مپندار سعدی کہ راہِ صفا! — تواں رفت جز بر پئے مصطفےٰ!

جو نور اور قربِ الٰہی حضرت صلعم کی اتباع میں حاصل ہوتا ہے وہ پیر کی مجلس اور صحبت مشائخ میں حاصل نہیں ہوتا۔ جو پیر متبع شریعت ہو۔ اس کی تلقین روح کو صاف اور منور کر دیتی ہے۔ غیر شرع صحبت انسان کے لیے سم قاتل ہے۔ ان سے پرہیز لازم بلکہ فرض ہے۔ اگر سر مو مخالف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دیکھو۔ لوگوں میں اس کی کرامتیں مشہور ہوں۔ دُنیا بھی اس کے پیچھے ہو۔ اس سے اس طرح بھاگو۔ جس طرح انسان شیر سے بھاگتا ہے۔ صوفی اور شیخ کامل لائق بیعت وہ ہوتا ہے۔ جس کے افعال واعمال واقوال مطابق

رسول اللہ کے ہوں۔ پیرو کو عشق الٰہی حاصل ہوتا ہے۔ اور فنا فی اللہ اور حضور دائمی اس کے ہی نصیب ہوتا ہے۔

آپ فرماتے تھے کہ شاہ صاحب کے وعظ نے میرے دل میں گھر کر لیا۔ جتنے مدارج حُب کے تھے۔ سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف منتقل ہو گئے۔ آپ کی وعظ نے میری کایا پلٹ دی مجھے سچا عاشق رسول اللہؐ کا بنا دیا۔ دل میں ایسا صدق ہوا کہ اتباع میں اگر میرے پُرزے پُرزے کیے جائیں۔ یا مارا جاؤں۔ یا جلایا جاؤں مگر یہ نعمت عظمیٰ ہاتھ سے نہ دوں گا۔ اس روز سے مجھے اس طرح معلوم ہونے لگا۔ کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنے روبرو دیکھتا ہوں۔ اگر مجھ سے خلاف سنت کوئی کام ہونے لگتا تو مجھے اس طرح معلوم ہوتا۔ کہ خود رسول اللہؐ منع فرما رہے ہیں۔ میں ہر وقت نشۂ محبت میں سرشار رہتا تھا۔

شاہ صاحب نے آپ کو رخصت کیا۔ اور فرمایا کہ "میری حیات تک مجھے ملتے رہنا۔ میں بھی تمہیں ایک وسیلہ نجات سمجھتا ہوں۔ شاید تم ہی میرے لیے باقیات صالحات سے ہو۔ علم حاصل کرنے میں ہرگز کوتاہی نہ کرنا"۔ "آپ پھر لاہور تشریف لے آئے۔ استاد صاحب موضع "بگہ" کو تشریف لے گئے تھے۔ وہ ایک اور مولوی صاحب تھے۔ جو علم میں پورے مگر اعمال میں ناقص تھے۔ ان کی خدمت میں چند روز ٹھہرے اور ان سے کافیہ اور ہدایت النحو ختم کی۔ (مولوی صاحب کا نام مجھے بھول گیا ہے دریافت کرنے سے بھی معلوم نہیں ہوا۔

ایک روز شاہ صاحب نے خواب میں ملنے کا اشارہ کیا۔ لیکن استاد نے اجازت نہ دی۔ دوسرے روز پھر خواب میں وہی اشارہ ہوا۔ پھر بھی استاد صاحب نے اجازت نہ دی۔ تیسرے روز شاہ صاحب نے خواب میں مل کر فرمایا۔ "یہ میری آخری ملاقات ہے۔ تم مولوی صاحب

بگہ والہ سے پڑھنا شروع کرو۔ کیونکہ تمہارا موجودہ استاد دیندار نہیں۔ اس ارشاد کے ہوتے ہی مولوی صاحب بلا اجازت کتابیں لے کر وہاں سے چل دیئے اور سیدھے شاہ صاحب کے گاؤں کی طرف روانہ ہوئے لیکن آپ کے پہنچنے سے پیشتر ہی شاہ صاحب رحلت فرما چکے تھے مولوی صاحب نے ان کے مزار شریف پر پھر نماز جنازہ ادا کی۔ اور اپنے گاؤں میں واپس چلے آئے۔ آپ کے والد صاحب نے فرمایا۔ "برخوردار تم نے بہت اچھا کیا۔ آگئے اور مجھ سے بھی ملاقات ہو گئی" دوسرے دن مولوی رحیم بخش صاحب (آپ کے والد صاحب) جماعت کے ساتھ نماز عصر میں مصروف تھے کہ رکعت چہارم کے سجدہ میں ہی جان دے دی۔ بجز انا للہ و انا الیہ راجعون اور کیا چارہ ہو سکتا تھا۔ کفن و دفن سے فارغ ہو کر بعد چند روز کے مولوی صاحب موضع بگہ کو تشریف لے گئے اور مولوی احمد الدین صاحب برادرِ خورد مولوی غلام محی الدین صاحب سے پڑھنا شروع کیا۔ یہاں تک کہ تمام کتابیں آپ نے اُن ہی سے ختم کیں۔

ایک مرتبہ مؤلف سوانحعمری کا گذر "بگہ" شریف سے ہوا۔ اس وقت میری عمر بیس سال کی تھی۔ جب لوگوں نے سُنا۔ کہ مولوی غلام رسولؒ صاحب کا بڑا بیٹا آیا ہوا ہے۔ تو سب لوگ میرے دیکھنے کے لیے آئے۔ میرے ساتھ میرے تایازاد بھائی مولوی احمدؒ علی صاحب مرحوم ساکن کرٹ بھوایند اس بھی تھے۔ لوگوں نے مولوی صاحب کا ذکر شروع کیا۔ ایک سفید ریش آدمی نے بیان کیا۔ کہ "ایک دفعہ آپ کی طالب علمی کے زمانہ میں ہم اکٹھے دریا پر (جو قریب ہی تھا) نہانے کے لیے گئے۔ ہم سب نے مع مولوی صاحب کے غوطہ لگایا۔ جب ہم نے نکل کر دیکھا

تو مولوی صاحب نہ نکلے تھے۔ ہمیں بڑی تشویش ہوئی۔ بہت تلاش کی۔ مگر کچھ پتہ نہ چلا۔ آخر جب ۳ گھنٹہ کی تلاش کے بعد ہم مایوس ہو چکے تھے تو اچانک مولوی صاحب نے پانی سے سر نکالا اور ہمیں بہت خوشی ہوئی اور حیرت بھی ہوئی۔ کہ اتنی مدت آپ کہاں رہے۔ جب آپ سے اس دیر کا سبب پوچھا گیا تو خاموش رہے۔ اور کچھ جواب نہ دیا۔ اور گاؤں کو چلے آئے۔ اس معاملہ کے بعد آپ نے ہمارے ساتھ جانا چھوڑ دیا۔ لیکن ہم یہ حیرت انگیز معاملہ دیکھنے کے لیے نظر بچا کر پیچھے پیچھے جایا کرتے۔ اور ویسے ہی کئی دفعہ دیکھ کر حیران ہوتے۔

مولانا صاحب کو خداوند کریم نے اپنے فضل اور ایک بزرگ کی دعا سے ایسا عمدہ حافظہ اور ذہن عطا کیا تھا۔ کہ وہ صرف ایک ہی دفعہ سبق کی عبارت رواں ہی استاد سے پڑھ لیا کرتے اور مضمون کُلّہم ذہن میں رکھتے تھے۔ اور پھر کبھی نہ بھولتے۔ آپ کے استادوں کو یہ ہرگز علم نہ تھا۔ کہ آپ کا ایسا حافظہ ہے۔ اس لیے آپ کے ہر دو استاد یہ کہا کرتے تھے۔ کہ مولوی غلام رسولؒ پڑھتا تو کچھ نہیں۔ شب و روز مراقبات میں ہی مشغول رہتا ہے نہ مطالعہ کرتا ہے نہ پڑھ کر دوبارہ سہ بارہ کہتا ہے۔ خاندانی آدمی تھا۔ ہمیں خیال تھا کہ کچھ پڑھ جاوے۔ مگر یہ پڑھنے کی طرف تو آتا ہی نہیں۔ خداوند کریم اس کے حق میں کوئی بہتری کی صورت کرے۔ غرض اسی حال میں آپ نے درسی کتابیں تمام کیں۔

۲ مولوی صاحب کا علم وفضل

یوں تو اس خاندان کا ہر ممبر یکتائے روزگار اور فرید العصر تھا۔ لیکن مولینا صاحب کی تعلیم کا ڈھنگ سب سے نرالا اور جدا تھا۔ گو بیس برس کی عمر میں آپ فارغ التحصیل ہو گئے تھے۔ پھر بھی یہ تعجب سے دیکھا جاتا ہے۔ کہ اتنی سی عمر میں فارغ التحصیل ہونا اور پھر ہر کتاب کو عمدگی سے یاد رکھنا اور صدہا نکات اور باریکیاں نکالنا یہ خاص صفت خدا کی طرف سے مولانا صاحب کو ہی عطا ہوئی تھی۔

خداوند تعالے نے آپ سے چونکہ ایک عظیم الشان کام لینا تھا۔ اس لیے جتنی صفتیں کہ ایسے پاک نفس کے لیے لازم ہوتی ہیں وہ سب آپ میں موجود تھیں۔

تمام دینیات اور فروع و اصول کی کتابیں ایسی چھوٹی سی عمر میں پانی کر کے پی جانا گو بادی النظر میں مولانا کی ذہانت اور حافظہ پر دال ہے۔ لیکن غمیض اور عمیق نظریں خوب سمجھ سکتی ہیں کہ ایک ایسے پاک نفس کا پیدا ہونا خداوند تعالے کا بہت بڑا بھید تھا۔ جس کی تہ کو کسی قدر وہی پاک نفوس پہنچ سکتے ہیں۔ جنہیں کلام ربانی سے دلچسپی ہے۔ اور جنہیں نے وہی تعلیم روحانی ذریعہ سے پائی ہے۔ حقیقت میں یہ بہت ٹھیک ہے ع

جس نے اس کا زخم کھایا ہے اسے معلوم ہے
تیغ ابرو کی صفت گھائل سے پوچھا چاہیئے

جب آپ باقی علوم سے فارغ ہو چکے۔ تو جو اتباع رسول اللہ صلعم

کی لگن لگی ہوئی تھی۔ وہ آرام نہ لینے دیتی تھی۔ یہ شوق دن بدن ترقی پر تھا۔ کہ کسی اُستاد کامل سے حدیث پڑھی جاوے۔ تاکہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پورا پورا اتباع ہو سکے۔ اس لیے باشارہ جنگو شاہ مجذوب دہلی سید نذیر حسین صاحب کی خدمت میں مع عبد اللہ صاحب غزنوی حدیث پڑھنے کے لیے گئے۔ یہاں چونکہ صرف علم وفضل کا ذکر ہے۔ اس لیے صرف اُس سند کو نقل کر دینا کافی ہے۔ جو آپ نے سید صاحب سے حدیث پڑھ کر حاصل کی مفصل بیان آگے آئے گا اور سند حسب ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله رب العلمين والعاقبة للمتقين والصلوة والسلام على خير خلقه محمد واله واصحابه اجمعين اما بعد فيقول العبد العاجز محمد نذير حسين عافاه الله تعالى في الدارين ان المولوى عبد الله المعروف غلام رسول الساكن في موضع گوجرانواله يقيني سنه ١٢٧٣ الهجرية و سمع مني طرفا من صحيح البخارى ومقدمة صحيح مسلم فوجدته صاحب القريحة الوقادة والطبيعة النقادة وحائز المكارم بالوم والطم فطبيه ان يشتغل بتدريس الاحاديث واقراء كتب الصحاح السنة البخارى ومسلم وابى داؤد وجامع الترمذى والنسائى وابن ماجد وغيرها من ملحقات الصحاح كالمشكوة والشمائل وحصن الحصين والجامع الصغير وجمع الجوامع وكنز العمال وكتب البيهقى وغيرها من كتب الاحاديث لانه لاهل الشروط المعتبرة عند اهل الحديث ومتفضل بذلك الهال الله

لنا بقائہ ویسر لنا لقائہ فانی حصلت القرأة والسماعة والاجازة بهذ الکتب المذکورة من الشیخ الاورع البارع المختص بالمآثر الجلیلہ والمفاخر العلیة علی الاطلاق مولانا محمد اسحٰق رحمة اللّٰہ تعالیٰ وهو حصل القرأة والاجازة لهذ الکتب عن الشیخ الاجمل اکرم الشیخ عبدالعزیز المحدث الدهلوی وهو حصل القرأة والاجازة لهذا الکتب عن الشیخ مسند الوقت بقیة السلف وحجة الخلف ولی اللّٰہ المحدث الدهلوی رحمهم اللّٰہ تعالیٰ وباقی سنده مکتوب عنده حرره سنہ ۱۲۷۹ الهجریة المقدسة فی التاریخ العشرین والربیع الثانی

الراقم العاجز

نشان مہر

سید محمد نذیر حسین

قریباً دس سال میں سند حاصل کرنے کے بعد ۱۲۸۸ھ میں آپ حج کو تشریف لے گئے۔ یہاں چونکہ صرف آپ کے علم وفضل کا بیان ہے۔ اس لیے حج کا مفصل بیان حج کے بیان میں آئے گا۔ مدینہ منورہ میں آپ نے مولوی عبدالغنی صاحب جو کہ بڑے محدث تھے۔ ان کو حدیث سنا کر جو سند حاصل کی۔ وہ بھی بعینہ ہدیہ ناظرین ہے۔ ایسی مدینہ منورہ سے حاصل شدہ حدیث کی سند شاید علماء ہند میں سے کسی کے پاس ہو گی۔

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ اولا واخراً والصلوٰة والسلام علی رسوله دائماً وسرمداً۔ اما بعد۔ فقد ورد علی فی المدینة المنورة الفاضل الفحول مولانا غلام رسول والتمس منی اجازة

الحدیث والتفسیر ولغیرهما من الکتب المعتمدة اسانیدها فی حصل لشارع والبالغ فاجزت له واسال اللّٰہ ولہ التوفیق باتباع السلف الصالحین من الائمة والمجتهدین والصوفیه الصافیة المنادبین بالشریعة الطاهرة رضوان اللّٰہ علیهم اجمعین وصلی اللّٰہ علی سیدنا محمد وآله واصحابه اجمعین

قال بفمه وکتبه بقلمه الملتجی احرم النبی

عبدالغنی بن ابی سعید المجددی الدهلوی

نشان مہر حضرت سند صاحب

عبدالغنی عفا اللّٰہ

باب چہارم

اصلاح نفس کیلئے سفر کرنا

جب آپ بگہ سے صرف ونحو وفقہ تفسیر وغیرہ کی تعلیم ختم کر چکے۔ تو اُستاد صاحب سے رخصت لے کر اپنے گھر تشریف لے آئے۔ دادا صاحب سے سردار میہاں سنگھ پڑھتا تھا۔ وہ تایا صاحب کو قلعہ میں لایا۔ مولوی صاحب بھی ساتھ ہی قلعہ میں آ گئے۔ اور یہاں کی بود وباش اختیار کی۔ مولوی صاحب کے دل میں یہ عشق الٰہی کی لگن تھی۔ وہ چین نہ لینے دیتی تھی۔ چاہتے تھے۔ کہ کوئی اس راستہ کا واقف ملے۔ ہر طرف جویاں تھے۔ آپ نے سُنا۔ کہ سواد بینر میں ایک بزرگ کامل رہتا ہے ان کے ملنے کے واسطے سفر اختیار کیا۔ بصد مشکل آپ سواد بینر پہنچے اخوند صاحب سے ملاقی ہوئے۔ آپ فرماتے تھے کہ اخوند صاحب بڑے زاہد۔ عابد متقی ہیں۔ لیکن سنت سے واقف۔ کاکا شاہ صاحب

مرحوم کا فیض اور وہ بیج توحید جو دل میں بویا گیا تھا۔ وہ مخالف پانی سے کب سیراب ہوتا تھا۔ وہ دماغ جو عطر اور مشک و عنبر کی خوشبو سے معطر تھا۔ اس کو بُوئے سیر کب بھاتی تھی۔ آپ دو روز ٹھہر کر واپس آئے۔ راستہ میں زربیلا علاقہ ہزارہ میں ایک گاؤں آتا ہے۔ جب واپسی کے وقت وہاں پہنچے۔ تو آپ اس جگہ کے ارباب یعنی نمبردار کے مہمان ہوئے۔ نمبردار مذکور حضرت سید میر صاحب مرحوم کوٹھہ والا کا مرید تھا۔ اس شخص نے آپ سے سفر اختیار کرنے کا حال دریافت فرمایا۔ آپ نے کل حال کہہ سنایا۔ نمبردار نے حضرت میر صاحب کی بہت تعریف کی۔ مولوی جامیؒ نے سچ فرمایا ہے ؎

نہ تنہا عشق از دیدار خیزد　　بسا کیں دولت از گفتار خیزد

سنتے ہی زمام اختیار ہاتھ سے جاتی رہی۔ دل کو قلق اور اضطراب شروع ہو گیا۔ فرماتے تھے۔ کہ رات مشکل سے کاٹی۔ کس کو نیند اور کس کو آرام۔ میری عجب حالت تھی۔ جس کو میں بیان نہیں کر سکتا۔ علی الصبح بعد فراغت نماز روانہ ہُوا۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے کیا خوب کہا ہے ؎

رشتۂ در گردنم افگندہ دوست　　مے برد آنجا کہ خاطر خواہ اوست

جس طرح بن سکا بصد وقت وہاں پہنچا۔ دیکھتے ہی قدرے تسکین ہو گئی۔ میں نے حضرت صاحب سے سلسلۂ بیعت دریافت کیا۔ فرمایا میں بیعت شدہ سید احمدؒ صاحب بریلوی مرشد مولوی اسماعیل صاحب شہید کا ہوں۔ مجھ کو ان سے ہی فیض حاصل ہے۔" سنتے ہی دل باغ باغ ہو گیا۔ تکان سفر و کوفت راہ بھُول گیا بے ساختہ یہ اشعار منہ سے نکلے ؎

بر بید ار لیست یارب یا بخواب ست　　کہ جانمؒ زجاناں کامیاب است
بشبہلئے سیہ کے بود امیدم　　کہ گردد روز نہ بگونہ سفیدم

شبم را صبح فیروزی برآمد　　غم و رنج شبا روزی برآمد
شدم بانازنین خویش ہمراز　　سزد اکنوں کہ بر گردوں کنم ناز
دریں محنت سرائے غم چو من کیست　　پس از پژمردگی خرم چو من کیست
چہ بودم ماہی در ماتمِ آب　　طپاں بر ریگ تفاں زرغمِ آب
در آمد سیلے از ابرِ کرامت　　بدریا بردا زریگم سلامت
کہ بودم گمرہے از ظلمتِ شب　　رسیدہ جاں زگمراہیم برلب
برآمد از افق تابندہ ماہے　　بکوئے دوستم بنمود راہے
کہ بودم خفتہ بر بسترِ مرگ　　خلیدہ در رگِ جاں نشترِ مرگ
در آمد ناگہاں خضر از درِ من !　　باآبِ زندگی شد یاورِ من !

بحمد اللہ کہ دولت یارئیم کرد
زمانہ ترکِ جاں آزاریم کرد !

مجھے دوبارہ زندگی حاصل ہوئی۔ پژمردگی جاتی رہی اتنا سرور ہُوا کہ دُنیا و مافیہا بھول گیا۔ کاکا شاہ صاحب والا فیض دوبارہ عود کر آیا۔ خشک نہر جاری ہو گئی۔ حضرت صاحب میری طرف دیکھ دیکھ کر حیران ہوتے تھے۔ کہتے تھے کہ یہ عجیب استعداد کا آدمی ہے۔ میرے چراغ میں رمق باقی تھی۔ روغن ڈالا گیا۔ جو مراد تھی۔ وہ بر آئی حضرت سید میر صاحب نے مجھے اُٹھ کر سینہ سے لگا لیا (کاکا شاہ صاحب کی نسبت سید صاحب بریلوی سے مل گئی)۔ اور فرمایا۔ "کہ تیری خوشی کا بھی کوئی حساب نہیں۔ اور میری خوشی کا بھی کوئی حساب نہیں۔ مجھے آج تک تیرے جیسا مشتاق سنت کوئی نہیں ملا۔ الحمد للہ خداوند کریم نے تمہیں بدعتیوں اور بے راہوں سے بچایا۔"

حضرت کا فیض مثل موج دریا تھا۔ کوئی بھی خالی نہیں جاتا تھا۔ جو حلقہ میں بیٹھ جاتا۔ یکبارگی اس کے تمام لطائف جاری ہو جاتے

متبعِ سید الانام بن جاتا۔ ان کے کشف و کرامات حساب سے باہر تھے۔ جو شخص بیعت کے لیے جاتا۔ اوّل اُس کے عیوب سے اس کو مطلع کر کے پھر بیعت کرتے آپ کے وظائف مطابق سنت تھے اکثر اپنے معتقدین کو وہی فرماتے جو حدیث شریف میں آئے ہیں۔ چند روز وہاں ٹھہر کر واپس قلعہ میاں سنگھ تشریف لے آئے گھر میں کب آرام تھا۔ خواب و خورش کم ہو گئی۔ تنہائی اختیار کر لی۔ اکثر جنگل میں ہی رہتے۔ اہل و عیال زبردستی روٹی کھلانے کو گھر بلاتے۔ ہوا و ہوس دُنیا کی جاتی رہی۔ دُنیاوی بات دل کو نہ بھاتی طالب علموں کو جواب دے دیا۔ دل اور زبان پر ہر وقت ذکر جاری رہنے لگا۔

اس زمانہ میں خواجہ سلیمان صاحب تونسوی بڑے مشہور بزرگ تھے۔ ان کی زیارت کے واسطے تونسہ کو روانہ ہوئے (آپ کی عادت شریف میں تھا۔ کہ جب گھر میں آتے تو مجھے اور میرے دیگر بہن بھائیوں کو بُلاتے اور فرماتے۔ کہانی سنو۔ آپ کی شیریں کلامی دل میں گھر کر جاتی تھی۔ ہم سب کے سب بھاگے بھاگے آتے۔ ہمیں فرماتے "کیوں بھائی ہڈ ورتی سناؤں یا جگ ورتی۔" ہم عرض کرتے "ہڈ ورتی۔" بس پھر آپ ایسے قصہ جات سناتے، فرماتے تھے جب تونسہ دو منزل رہ گیا۔ ایک گاؤں میں مجھے رات آ گئی۔ وہاں کا امام مسجد بڑا فقیہ۔ محدث تھا۔ روٹی کھلا کر میرا حال دریافت کیا۔ جب اس نے مجھے ذی علم سمجھا۔ مجھ سے چند مشکل مسائل دریافت کیے۔ بعد تسکین خاطر بڑا خوش ہوا۔ اور مجھے کہنے لگا "تونسہ تو ایک بدعت خانہ ہے۔ کفر اور شرک سے بھرا ہوا ہے۔ آپ کا

جانا وہاں اچھا نہیں۔ بہتر ہے کہ آپ وہاں نہ جاؤ۔" ہر ممکن طریقہ سے مجھے وہاں جانے سے روکنے کی کوشش کی۔ میں ہر بات کا جواب دیتا گیا۔ جب مولوی صاحب جوابات سے عاجز آ گئے۔ تو دونوں ہاتھ دُعا کے لیے اُٹھائے اور کہا "یا اللہ اگر میں اپنے عقیدے میں سچا ہوں۔ اور وہ شخص ایسا ہے۔ جیسا میں جانتا ہوں۔ تو مولوی غلام رسول کو اس کی ملاقات کا موقعہ نہ دے۔" حاصل کلام جب میں تونسہ گیا تو خواجہ سلیمان صاحب تونسوی دورہ پر کہیں دُور دراز گئے ہوئے تھے۔ میں واپس اس عالم کے پاس آ گیا سرگذشت سنائی۔ وہ بڑا خوش ہوا۔ دوبارہ چند ماہ کے بعد پھر میں تونسہ گیا۔ اور اس گاؤں سے (جس میں وہ مولوی صاحب رہتے تھے۔) تونسہ پہنچا۔ خواجہ صاحب کی ملاقات ہوئی۔ اور میں نے یہ خط لکھ کر پیش کیا۔

نقل خطاب جناب والد صاحب جو آپ نے بوقت ملاقات خواجہ سلیمان صاحب تونسوی کے پیش کیا در ایام شباب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دریغا زندگانی رفت برباد ۔۔۔ ز جورِ نفسکِ امارہ فریاد
منادی میزند کوس رو اررو ۔۔۔ کہ زیں دار سپنجی راہگرا شو
بنا شد دائما ایں سنبل و گل ۔۔۔ نہ شورِ قمری و نے سوز بلبل
خزاں افتد دریں باغ و بہاری ۔۔۔ کند ابر فنائش آب داری
نماند نرگس و نے لالہ زاراں ۔۔۔ نہ ایں حسن و جمالِ گلعذاراں
کنوں وقت است شو از خواب بیدار ۔۔۔ دل اندر یار بند و دست در کار
ہے دور است سامانِ سفر کن ۔۔۔ ز پابندیِ ایں دُنیا گذر کن
کہ چوں برہم زند ایں کار و بارت ۔۔۔ بزیر خاکِ گور افتد گذارت

نباشد پیش رفتی اندر آندم   بجز آہ فغان وحسرت وغم
بکن کارے کہ اکنوں وقت کار است   کہ گلزار جوانی نوبہار است
زجام درد دُرد آشنامی کن   زننگ و نام خود بدنامی کن
اگر باخود بروی گردِ زمانہ!   نیابی از مرادِ دل نشانہ
بیا درخدمتِ روشن ضمیرے   زپا افتادگاں را دستگیرے
مگر نظرے فتد برحال زارت   بہ بخشد از پریشانی قرارت
ولیکن گشتہ ہرچند آفاق   کہ از تاب و تواں گردیدہ طاق
کجا دیدی چناں صاحب کمالے   کہ فرماید کرم برخستہ حالے
درِ جذبات برجانش کشاید   رہ عشاق ربانی نماید
مگر سرکن رہ تو نسہ شریفہ   کہ ہست او کانِ اسرار لطیفہ
شنیدستم سلیمان جاہ شاہے   بملکِ عشق والا بارگاہے
بیا چوں مقصدت دردِ الٰہی است   چو بلبل شور سوز صبحگاہی است
دریں آفاق ہرسو غلغل اوست   بدیں گلزار ہرجا بلبل اوست
بافواہ عرب افسانہ اوست   عجم زآشفتگی دیوانہ اوست
عجب نور است از نور محمدؐ   قدم راسخ بدستورِ محمدؐ
زسلطان المشائخ یادگارے   زفخر الدین رسیدہ افتخارے
خلیفہ خاص از حضرات چشت است   مبارک پیکر از برکات چشت است
بعالم رفت اوصافِ کمالش   باکنافِ جہاں صیت نوالش
زنارِ عاشقی آتش برافروخت   زشعلۂ لاعلاقہ ماسوا سوخت
علامانش بچشمِ تیز بیناں   زخرو ارِ ارادت خوشہ چیناں
زاندازہ بروں گردیدہ ظاہر   کمالش را است بسیارے مظاہر
گہ اندر کسوتِ اَلفاق اموال   گہ اندر تسویہ زیں جاہ پامال
گہ اندر دلدہی و دلربائی!   بہ تسلیکِ سلوک پارسائی

گہ اندر جذبۂ عشقِ الٰہی   گہ اندر بحرِ عرفان ہمچو ماہی
مگر قبطی صفت کوران وگمراہ   کہ از بخت نگوں افتادہ درچاہ
کہ آب نیلِ شانرا ہمچو خون است   مذاق شاں چو صفراوی بون است
شکر شیریں نماید تلخ شانرا   چہ دریا بند ایں حلوائے جانرا
بدست آوردہ ام نقد ارادت   پئے تبدیل انوار سعادت
ندارم جز ارادت ہیچ زادے   بجز درِ خدا دیگر مرادے
نہ اوراد و وظائف را خریدار   نہ شیخی و مشیخیت را طلبگار
سوالِ جرعۂ درد از تو دارم   کہ از جا در ربائید عشق یارم
زملکِ دُوردست اینجا رسیدم   کہ اخلاق و کرامت را شنیدم
اگر باشد نصیبے من عطا کن   تو ایں دردِ مرا بارے دوا کن
اگر جائے گر باشد بفرما   بحالِ خستہ رحمت کن خدارا
بخلوت از ارادت من شنیدہ   تامّل من بچشمِ کشف دیدہ

بکن رحمے کہ سائل آمدم من
قدم را از ارادت در زدم من

آپ نے خط سُن کر خوشی ظاہر کی۔ لیکن میری اور ان کی نسبت نہ ملی۔ کیونکہ خواجہ صاحب کی حالت موافق سنت نہ تھی۔ ان میں بدعات بہت تھیں۔ اپنے مریدوں کو تصورِ شیخ سکھاتے تھے۔ اس کے علاوہ اکثر وظائف ایسے تھے۔ جن میں سنت کی بُو نہ آتی تھی۔ میں ایسی باتوں کا سخت مخالف تھا۔ حافظ شیرازی علیہ الرحمتہ نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

چہ نسبت است برندی صلاح و تقوٰی را   سماعِ وعظ کجا نغمۂ رباب کجا

مجھ پر آپ نے بڑی مہربانی کی ہے۔ اپنے مجربہ تعویذ اور وظائف سکھائے اور بلا بیعت ہونے کے مجھے اپنا خلیفہ ہونے کا لقب عطا فرمایا۔

چند روز مجھے وہاں ٹھہرایا۔ مجھ پر بہت خوش ہوئے اور فرمایا۔ کہ اب تم کو مرید ہونے کی ضرورت نہیں۔ تم خود لوگوں کو اپنا مرید بنایا کرو بعد رخصت میں گھر آیا۔

چند روز رہ کر پھر آپ نے ارادہ فتحگڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور کا کیا۔ یہاں آپ کے سسرال تھے۔ اس علاقہ کے لوگوں سے آپ نے سُنا کہ موضع بچھے علاقہ تخت ہزارہ میں ایک گاؤں ہے۔ وہاں ایک بزرگ ہیں۔ یہ سب لوگ اُن کے مرید تھے۔ ولی باکمال سُنے جاتے تھے۔ فتح گڑھ سے ہی آپ بچھے کو روانہ ہوئے۔ اُس وقت سواری کا کوئی انتظام نہ تھا۔ نہ ریل نہ موٹر اور نہ یکہ۔ صرف شوق کی ریل پر سوار آپ چند یوم میں حافظ صاحب کی خدمت میں موضع مذکورہ میں پہنچ گئے۔ ملاقات کے بعد حافظ صاحب نے فرمایا۔ کہ میرے پاس براہِ راست آپ کا کوئی حصہ نہیں۔ مگر ایک مجذوب کی طفیل میرے فیض کا کچھ حصہ آپ کو ملے گا۔ حافظ صاحب نے ایک خط لکھ کر آپ کو دیا اور فرمایا کہ نام اس کا نامدار قوم کا مارتھ موضع گڑھی اعواناں میں ملک رحمت خاں کے گھر میں رہتا ہے۔ برا بھلا کہے گا آپ بُرا نہ منانا اور یہ میرا خط اُس کو دے دینا۔ اور میری طرف سے السلام علیکم کہہ دینا۔ مولوی صاحب رخصت ہو کر اس موضع میں گئے۔ آپ کے ساتھ ایک طالب علم مطوّل پڑھنے والا تھا۔ آپ کے مناسب حال کیا کسی شاعر نے کہا ہے ؎

مجنوں صفتم در بدر و خانہ بخانہ ۔۔۔ شاید کہ بہ بینم رُخِ لیلیٰ بہ بہانہ

اُس گاؤں میں آکر دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ وہ کہیں باہر بیمار گدھے[1] لے کر چراتا پھرتا ہے۔ جب اس کے قریب پہنچے تو وہ دیکھ کر کہنے لگا۔ یہ تیرے ساتھ والا شخص حرامزادہ ہے۔ اس کو میرے

پاس نہ لاؤ۔ دُور چھوڑ کر میرے پاس آجا۔ کیا تم نہیں جانتے۔ کہ اس کے والد نے ایک عورت کشمیر سے اغوا کی۔ یہ نطفہ قبل از نکاح ہے۔ کچھ اور بھی کہا جو اس کے لائق تھا۔ غرض جب مولوی صاحب مجذوب کے قریب ہوئے۔ حافظ صاحب کا خط اور سلام دیا۔ اپنی گودڑی بچھا کر مولوی صاحب کو اس پر بٹھایا۔ اور بڑی عزت سے پیش آیا۔ بعدہٗ اُس نے زمین پر ہاتھ مارا۔ اور کہا۔ چلا جا گوشت روٹی اور پلاؤ بہت ہے۔ خود کھاؤ اور لوگوں کو کھلاؤ (جو آپ کے پاس آویں) پھر ہاتھ اُٹھا کر کہا۔ کہ نہیں نہیں۔ اتنی فراخی سے نفس سرکش ہو جاتا ہے۔ پھر زمین پر زور سے ہاتھ مارا اور کہا۔ کہ ایک وقت گوشت روٹی اور پلاؤ۔ اور دوسرے وقت دال روٹی خود بھی کھاؤ اور لوگوں کو بھی کھلاؤ۔ ایک بڑا مخش نکال کر کہا کہ کون ہے۔ جو میری مُہر لگائی ہوئی کو مٹائے۔ مولوی رومیؒ نے کیا خوب کہا ہے ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود ۔۔۔ گرچہ از حلقوم عبد اللہ بود

آپ فرماتے تھے کہ اس روز سے میرا شوق ترقی کرتا گیا۔ میری شہرت بھی شروع ہو گئی۔ کثرت سے لوگ میرے پاس آنے لگ گئے۔ لیکن مجھے حضرت صاحب کوٹھہ والا کا شوق ملاقات آرام نہیں لینے دیتا تھا۔ آپ کے حسب حال کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

پھرتے ہیں یار کے غم سے مثالِ قیس دیوانہ ۔۔۔ لگن ہیں یار کے اپنے دیا ہے چھوڑ کاشانہ

[1] اس بزرگ کی عادت تھی کہ جب لوگ اپنے گدھوں سے خوب محنت کا کام لے کر لاغر اور دُبلے کر کے چھوڑ دیتے تھے۔ تو آپ از راہِ عنایت سب کو اکٹھا کر کے جنگل میں محض بوجہ اللہ چرایا کرتے تھے۔ جب گدھے پھر کام کے لائق اور تندرست ہو جاتے تھے۔ تو مالک ان کو لے جایا کرتے تھے اور دوسرے بیکار شدہ چھوڑ جاتے یہی سارا دن آپ کا کام ہوتا تھا۔

گھر آکر پھر ارادہ مصمم اس طرف کا کیا۔ اور سفر کی تیاری کرنے لگے۔ میرے بھائی بند کہتے تھے کہ یہ مجنون ہو گیا ہے۔ یا اس کے پاؤں کو چکر آگیا ہے یا آسیب زدہ ہے۔ یہ سکندر کی طرح آبحیات کی تلاش میں ہے۔ بھلا بلا قسمت کہاں ملتا ہے۔ یہ طعن اور ملامت میرے شوق کو زیادہ کرتے۔ اور میری آتشِ شوق پر تیل کا کام کرتے۔ مولوی جامی علیہ الرحمتہ نے فرمایا ہے ؎

ملامت شحنۂ بازارِ عشق است — ملامت صیقلِ بازارِ عشق است

آپ نے اپنی حالت سستی پنوں میں خود مختصراً تحریر کی ہے۔ وہ بعینہٖ ہدیۂ ناظرین کرتا ہوں۔

نظام الدین خادم جدِ مغفور — فضیلت موں ہویا ہر طرف مشہور
ریاضت تے سخاوت موں یگانہ — بکسرِ نفس بے مثلِ زمانہ!
خزانہ فیض دی کنجی زباں سی — نظامی گنجوی ثانی بیاں سی
کیا مجھ پر کرم سے اک نظارہ — ہویا غفلت دا پردہ پارہ پارہ
کیتی ہیں پر کرم سیتی عنایت — ہوئی تحصیل کرنیدی ہدایت
انہاندے بعد حضرت قبلہ گاہی — رحیم بخش میرے تکیہ گاہی
عجیبہ حسن صورت لبا معنے — تعالی اللہ چہ دور اندیش دانا
کیتی اشفاق تے وافر عنایات — بھیجا لاہور میں دے خرچ حاجات
بخدمت مولویصاحب یگانہ! — جو سن ممتاز فضلائے زمانہ
جو ساکن موضع لگہ شریف است — غلام محی الدین اسم لطیف است
دوجے حضرت میرے ہن احمد الدین — دونوں بھائی مبارک فیض آئین
کیتے نے علم دینی دی ہدایت — میرے پر لطف و شفقت بے نہایت
جو کس منہ نال انہانوں صلاحیں — مگر بیٹھا کراں ہر دم دعا ئیں
ہویا پھر صوفیاندا شوق غالب — پھراں اس درد دا ہر طرف طالب

محرم ماہ موں سرماندے آثار — گیارہ سو تیرھویں تھیں سٹھ پر چار
غلام ایہ پڑگیا بے چارہ گمنام — طلب دے درد نے چھوڑا نہ آرام
ہویا آخر موں آوارہ وطن سے — نہ خویشیاں سے خبر نہ خویشتن سے
چلا جذبہ آلٰہی موں گرفتار — بحضرت صاحب کوٹھے دیدار
انہاں روزاں میں آہا شوق غالب — پھراں اس درد دا ہر طرف طالب
حکائیت عاشقانہ بہت بھاوے — کہانی عشق دی دلنوں سکھاوے
خصوصاً بات سستی دی زیادہ — کرے سوز اندر دروازہ کشادہ
اسے کارن وچھوڑیدی حکایت — تھلاندے لوچہ ربنیدی روایت
لکھی اول میں مدداندی کہانی — ہوئی باقی موں سسی بار ثانی

لکھائیں درد اپنے دا فسانہ
سستی پنوں دا قصہ کر بہانہ

دو روز ہی ٹھہرے ہوں گے۔ کہ صاحبزادہ محمد اعظم کابلی المعروف بہ عبداللہ الغزنوی کوٹھہ میں تشریف آور ہوئے۔ جب آپ کی حضرت سید میر صاحب سے آنکھیں چار ہوئیں۔ تو محبت سے ایسا جوش کیا۔ اور ایسا بے خود ہو کر ان پر گرے۔ جیسے پانی پہ پیاسا یا معشوق پہ عاشقِ مجہور۔ یا شمع پہ پروانہ۔ حضرت صاحب کوٹھہ والا نے بھی آپ کی بڑی عزت کی۔ دیکھ کر بہت خوش ہوئے۔ عبداللہ صاحب نے بھی حضرت صاحب کوٹھہ والا سے بیعت کی۔ آپ فرماتے تھے۔ کہ عبداللہ صاحب نے محض اس سلسلہ میں داخل ہونے کے واسطے بیعت کی ہے۔ ورنہ ان کو ضرورت بیعت کی نہ تھی۔ آپ نے عبداللہ صاحب سے رشتۂ اخوت باندھا۔ ایک روز دونوں صاحب حضرت صاحب کوٹھہ والا کے پاس بیٹھے تھے کہ حضرت صاحب نے مولوی صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ تیرے اور عبداللہ کے درمیان

اخوت کا نور عجیب طرح کا آتا جاتا ہے۔ تم دونوں کو دیکھ کر مجھے بڑا حظ حاصل ہوتا ہے۔ خداوند کریم تم دونوں کی محبت میں ترقی دے۔

چند روز دونوں صاحب کوٹھہ تشریف ٹھہر کر قلعہ میہاں سنگھ (یعنی اپنے مسکن) کو روانہ ہوئے۔ جب گجرات (پنجاب) کے قریب پہنچے تو مولوی عبداللہ صاحب نے فرمایا۔ کہ مجھے یہاں ایک مجذوب کی خوشبو آتی ہے وہ ملنے کے قابل ہے۔

رستہ میں ہی ارادہ حدیث پڑھنے کا کر لیا تھا۔ اور یہ قصد بھی تھا کہ دہلی جا کر حدیث پڑھی جاوے سو اسی خیال کو دل میں لیے ہوئے مجذوب کی طرف روانہ ہوئے۔ تاکہ اس سے دریافت کریں کہ حدیث کہاں سے پڑھیں۔ اس مجذوب بزرگ کا نام جنگو شاہ تھا جب آپ اس طرف روانہ ہوئے۔ تو وہ اپنے حاشیہ نشینوں کو کہنے لگا۔ کہ دیکھو دو شخص محمدی نمونہ صحابہ کرام چلے آتے ہیں۔ مجھے کوئی کپڑا پہنا دو۔ اور ان دونوں کے لیے فرش کر دو۔ جب آپ اس بزرگ کے قریب پہنچے تو سائیں جنگو شاہ نے اُٹھ کر استقبال کیا اور بٹھا لیا۔ دہلی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ کہ جنت اس طرف ہے۔ یہ سُنکر اس کے پاس کے لوگ حیران تھے کہ یہ کبھی کسی سے مخاطب نہیں ہوا۔ آج ہوش و حواس کی باتیں کرتا ہے۔ جب مولوی عبداللہ صاحب و مولوی صاحب واپس آنے لگے۔ تو کہنے لگا۔ کہ لباس دیکھ کر نہ بھول جانا وہ شخص مسکین صورت ہے۔ اور اس کا نام سید نذیر حسین ہے۔ اس سے پڑھنا۔ یہ سُنکر ان کی پوری تسلی ہو گئی۔ پھر وہاں سے چل کر قلعہ میہاں سنگھ پہنچے۔ اور آتے ہی مولوی صاحب عبداللہ نے فرمایا کہ مجھ کو اللہ کی طرف سے معلوم ہوا ہے۔ کہ چند ماہ ٹھہر کر پڑھنے کو جاؤں۔

چونکہ مولوی عبداللہ صاحب تھوڑے ہی عرصے سے اپنے وطن

سے ہجرت کر کے آئے تھے۔ اور ان کا بھی کسی جگہ قیام کرنے کا ارادہ تھا اور مولوی صاحب کو حضرت صاحب کوٹھہ والا نے فرمایا تھا۔ کہ تم لاہور جا کر ٹھہرو۔ اور وہاں وعظ کیا کرو۔ اس لیے مطابق فرمان کے دونوں صاحب ہی لاہور چلے گئے۔ چند روز لاہور ٹھہر کر امرتسر چلے گئے۔ باغوالی مسجد میں حافظ محمود صاحب کے پاس اقامت کی حافظ صاحب بھی ان کی بیعت سے مشرف ہوئے۔

باب پنجم ۵

تاثیر وعظ اور حق گوئی

امرتسر چند روز رہ کر مولوی صاحب واپس لاہور آ گئے۔ اور ایک مسجد میں جو تکیہ سادھواں میں ہے۔ امامت کی۔ وہاں رہ کر آپ نے وعظ کہنا شروع کیا۔ لاہور میں آپ کے وعظ کی بہت شہرت ہوئی۔ کیونکہ آپ کی تقریر نہایت شستہ ہوتی تھی۔ اور آپ ہر مطلب کو اس عمدگی سے بیان فرماتے تھے۔ کہ لوگ حیران رہ جاتے تھے۔ مولینا صاحب کی تقریر اور بیان مشہور انام تھا۔ اور یہ بات تمام لوگوں میں مشہور تھی۔ کہ "مولوی صاحب نے وہ طرز بیان اختیار کیا ہے۔ کہ ان کے وعظ سے ہر مذہب و ملت کا شخص خوش ہو کر اٹھتا ہے۔" مولانا صاحب کی تقریر نہایت ہی پُر اثر تھی۔ وعظ میں مجمع عام ہوتا تھا۔ چونکہ لاہور ایک دار العلوم ہے۔ اس لیے ہر قسم کا آدمی وہاں پایا جاتا ہے۔ علماء گھروں سے ارادہ کر کے چلتے تھے کہ مولوی صاحب کی وعظ میں مخالفت کریں گے۔ لیکن وہاں سوائے خاموشی کے کسی کو یارا نہ ہوتا تھا سامعین میں سکوت سلطنت کرتا تھا۔ کیا مجال تھی کہ وعظ میں کوئی کسی کی طرف

اشارہ بھی کرے۔ علماء نے اپنے اپنے طالب علم مولوی صاحب کا علم معلوم کرنے کے لیے مختلف اوقات میں آپ کے پاس بھیجے۔ آخر کار علمیت کے قائل ہو گئے۔

جب وعظ مؤثر ہونے کا بہت چرچا ہوا۔ تو وہ لوگ جو کبھی کسی کا وعظ سننا پسند نہ کرتے تھے۔ وعظ میں آنے لگے۔ اس زمانہ میں ایک مولوی مسمیٰ غلام محمد صاحب وہاں رہتے تھے۔ ہاتھ میں سونے کے کنگن رکھنے کے علاوہ مونچھیں بھی خلاف شرع لمبی لمبی سکھوں کی طرح رکھتے تھے۔ بہت علماء ان کے پاس جا کر ان کی لبوں کے خلاف شرع رکھنے سونے کے کنگن پہننے کے بارے میں بحث کر چکے تھے۔ اور زک اٹھا چکے تھے۔ مولوی غلام محمدؐ صاحب کا دعوے تھا۔ کہ مجھے کوئی عالم ان دو چیزوں کی حرمت کا قائل کر دے تو میں اسی وقت کنگن بھی اتار دوں اور لبیں بھی کٹوا دوں گا۔ اتفاقاً ایک دن وہ بھی مولوی صاحب کی وعظ میں آ گئے۔ یہ بھی اُن کی حالت سے واقف تھے۔ مولوی صاحب نے آیات اور احادیث ان دونوں قباحتوں کی مذمت کے بارے میں بیان کرنی شروع کیں۔ عین وعظ میں مولوی غلام محمدؐ صاحب نے کڑے تو خود اتار لیے اور مجلس میں ہی اٹھ کر بآوازِ بلند کہہ دیا۔ کہ کوئی حجام اس مجمع میں ہو تو میری لبیں مولوی صاحب کے فرمان کے مطابق بنا دیوے۔ یہ سُن کر مولوی صاحب نے اپنے ہاتھ سے ان کی لبیں درست کیں۔

جب یہ قصہ مشہور ہوا تو غیر مذاہب کے لوگ بھی وعظ میں آنے لگے۔ کوئی وعظ خالی نہ جاتا تھا۔ جس میں غیر مذاہب کے متعدد آدمی مسلمان نہ ہوتے۔

لاہور میں ایک بڑا معزز اور نامی عالم تھا۔ ہر فرد و بشر اس کا لحاظ

کرتا اور ادب سے پیش آتا تھا۔ مولوی صاحب مرحوم (مولوی غلام رسول صاحب) کے جدّ امجد مولوی حافظ نظام الدین صاحب خادم کا شاگرد تھا۔ اس کے بیٹے سے کوئی گناہ کبیرہ ہو گیا۔ محلہ والوں نے مشورہ کیا کہ علماء لاہور میں سے اس کے حق میں کوئی حق ظاہر نہ کرے گا۔ بہتر ہے کہ یہ مسئلہ مولوی غلام رسول صاحب قلعوی سے دریافت کیا جاوے۔ کیونکہ آپ بڑے حق گو ہیں۔ چند آدمی جمع ہو کر خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور صورت مسئلہ پیش کی۔ مولوی صاحب نے حکم شرعی سُنا دیا اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا۔ کہ جب تک وہ عام مجلس میں تائب نہ ہو اس کے ساتھ برتاؤ منع ہے۔ ساتھ ہی یہ رباعی پڑھی۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درگہ نا امیدی نیست
صد بار گر توبہ شکستی باز آ

دریافت کرنے والوں نے کہا کہ حضرت وہ آپ کے شاگرد کا بیٹا ہے آپ نے فرمایا کہ شریعت میں کسی کی رعایت نہیں امیر و غریب شاگرد اور استاد دائرہ اسلام میں سب یکساں ہیں۔ اس کے باپ رات کو مولوی صاحب کے پاس تشریف لائے اور کہا کہ آپ کے فتویٰ میں میری بڑی ہتک ہے۔ آپ مہربانی فرما کر اپنا فتویٰ واپس لے لیں۔ مجھے آپ کا بڑا لحاظ ہے۔ کیونکہ آپ میرے استاد زادہ ہیں۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ بڑا افسوس ہے کہ ایک عالم اور مسئلہ کے واقف شخص سے دین کے مقابلہ میں دُنیا کی ترجیح کا لفظ نکلے۔ اور یہ کہے کہ میری خاطر یا میری عزت کی خاطر اس مسئلہ دین کو بدل دو۔ اگر کوئی دُنیا دار ہوس دُنیا میں مبتلا ہو تو اس قدر قابل نفرین نہیں ہے لیکن وہ شخص یا وہ گروہ جو تارک الدنیا مشہور ہو اور پھر جائز و ناجائز کی شناخت نہ کر سکے یا حلال و حرام کی تمیز نہ کر سکے دُنیا کے کاموں

کو چلانے میں محو ہو جائے۔ وہ کس قدر قابل نفرین ہے۔ بڑا غضب یہ ہے کہ ایسے جنہوں نے جاہلوں کی نگاہ میں اپنا ظاہر درست بنا لیا ہے اور زیادہ پوجے جاتے ہیں۔ ان کے ضعف اسلام کی ایک یہی بڑی نشانی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ ایسے لوگوں سے ایک چھٹا ہوا رند ہزار درجہ بہتر ہے جیسا کہ حافظ صاحب نے فرمایا ہے ؎

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش و لے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآں را

کیونکہ خواہ وہ برملا بازار میں کھڑے ہو کر شراب پئے اور خواہ نار بازاری کے پاس ظاہر طور پر جاوے۔ اس کو خرابی میں دیکھ کر کوئی بھی اُن کی طرف رجوع نہیں کرے گا۔ نہ اس کی تقلید کسی فعل میں کرے گا۔ بلکہ اسے سخت حقارت کی نگاہ سے دیکھے گا۔ رند آدمی جو گناہ کرتا ہے اس میں صرف اس کی ذات کو مضرت پہنچتی ہے۔ مگر ایسا شخص جو لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے اپنا ظاہر درست کرے۔ پانچ وقت کی نماز اس کی ناغہ نہ ہو وظیفہ وظائف کا ہر دم چرچا رکھے اور اللّٰہ ھو کے سوا دوسرا لفظ نہ کہے خوب سمجھ لو کہ ایسا شخص بھولے بھالے مسلمانوں کے لیے کالا ناگ ہے۔ جس کا کاٹا کبھی نہیں بچ سکتا۔

مولانا نے لاہوری مولوی کو اس قدر وعظ تو کیا۔ مگر ان کے کان پر جوں نہ رینگی۔ مولانا روم فرماتے ہیں۔ ؎

لیک استغفار ہم در دست نیست ‌‌‌ ‌ ‌ ذوق توبہ نقل ہر سرمست نیست

مولوی صاحب نے پھر بھی کہا۔ کہ بہتر یہی ہے۔ کہ مجلس عام میں توبہ کر دیوے۔ دین اور دُنیا دونوں کی عزت افزائی ہو گی۔ کسی نے سچ کہا ہے ؎

زاری بدرگاہ خدا کن نہ پیش خلق ‌ ‌ ‌ قانع بیاس باش ایں است عز و ناز

جب لاہوری مولوی نے مسئلہ واپس لینے پر اصرار کیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ میرے گھر کا حکم نہیں۔ یہ حکم رسولی ہے۔ اس میں لحاظ کی صورت نہیں ہو سکتی۔ مولوی لاہوری نے کہا کہ حضرت میں تو ضرورت کے واسطے ایسا کر ہی لوں گا۔ مگر یہ بھی یاد رہے کہ میں بدلہ لیے بغیر نہیں رہوں گا یہ کہا اور چل دیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ دیکھو۔ ایک تو آپ سے غلطی ہوئی دوسرا آپ تائب نہیں ہوتے خدا کی شان۔ ہٹ و اصرار کرنے کے علاوہ اگر میرے کہنے پر عمل کریں۔ تو سب سے بہتر ہو گا۔ مولانا روم نے کیا حسب حال فرمایا ہے ؎

گر نہ دیدے ۔۔۔ مستغفر شدے ‌ ‌ ‌ لو زر فتہ از کرم ظاہر شدے

لاہوری مولوی صاحب بدلہ لینے کی ٹھان کر چلے گئے اور اس دن سے میل جول بند کر دیا اور مولوی صاحب کے برخلاف پروپیگنڈا کرنا شروع کر دیا۔ لوگوں کے سامنے مولوی صاحب کو وہابی کا خطاب دے کر پکارتا۔ اور مولوی صاحب سے بدظن کرتا۔ لیکن آپ کو کوئی پرواہ نہ تھی۔ اور کبھی خیال تک نہ کرتے کہ کیا کر رہا ہے۔ بعض معزز اشخاص کے سامنے لاہوری مولوی صاحب یہ بھی کہتے کہ "اگر مولوی غلام رسول میرے پاس آ کر صلح کر جائے۔ تو میں ویسا ہی غلام ہوں۔" مگر یہاں سوائے خداوند کریم کی رضامندگی کے کسی کی ضرورت نہ تھی۔ یہ صحیح ہے۔ کہ حق کو زوال نہیں۔ حق ہمیشہ غالب ہوتا ہے۔ کبھی مغلوب نہیں ہوتا۔ گو چند روز کے لیے کذب اپنی چمک دکھاتا ہے اور کوتاہ بینوں کو یہ دکھائی دیتا ہے کہ اس کی چمک میں صدق کی جھلک ہے۔ لیکن نہیں۔ بعد ازاں اس کی چند روزہ زندگی خود بخود شہادت دیتی ہے کہ ناحق کو فنا ہے اور حق کو بقا۔ اگر صداقت کو سات پردوں میں بند کر دیا جاوے۔ تب بھی اس کا جلوہ ضرور دکھائی

دے گا۔ چاند پر خاک ڈالو اور اس کو گرد آلود کرنے کی کوشش کرو۔ سوائے ندامت کے کچھ حاصل نہیں ہوگا۔ خاک منہ پر پڑے گی۔ لوگ پاگل اور دیوانہ کا خطاب دیں گے۔ ہزاروں ریفارمر دنیا میں ہر ملک اور ہر قوم میں پیدا ہوئے۔ ان کے ساتھ ان کی قوم نے زیادتیاں کیں۔ یہی حال مولوی صاحب مرحوم کے ساتھ ہوا۔ بڑی بڑی زیادتیاں کی گئیں۔ چونکہ آپ ارادے کے پکے تھے۔ اس لیے اپنے کام میں مستعد رہے۔ لوگوں کو حق سنانے میں ذرا بھی قدم پیچھے نہ ہٹایا۔ توحید کا بیج بو دیا۔ پودا بنا۔ پھلا پھولا۔ اور اس کا پھل آج تک ہم کھا رہے ہیں۔ نبی عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر جو مظالم بت پرستوں نے توڑے تھے۔ اسکی نظیر تمام دُنیا کی تاریخ میں نہیں ملتی۔ طائف میں آپ پر کمینے آدمیوں کا سنگ باری کرنا۔ آپ کا زخمی ہو کر واپس چلے آنا پھر بھی ان لوگوں کیلئے ہدایت کی دُعا کرنا اور مخالفوں کو راہ راست پر لانے کے لیے ہدایت کی دُعا کرنا اور مخالفوں کو راہ راست پر لانے کے لیے کوشش کرنا۔ مخالفین کی ظالمانہ روش کا بالکل دل میں خیال نہ لانا۔ مخالف اور موافق سے نہایت خلق اور انصاف سے پیش آنا آپ کی کامیابی کا ممد ہوُا۔ ابن اسحاق کا قول ہے "اگر کوئی شخص ناکامی میں کوشش کیے جائے اور دل نہ ہارے۔ تو آخر وہ ناکامی بھی کامیابی سے بدل جاتی ہے۔" خداوند کریم نے خود قرآن شریف میں شہادت دی ہے۔ "کہ میں صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوں۔" بردباری، عاجزی اور انکساری خلیق ہونا اور اپنے فرض کی انجام دہی میں سرگرم رہنا ایک زبردست مقناطیسی کشش رکھتا ہے۔ جو مخالفین کو ایک نہ ایک دن جبراً اپنی طرف کھینچ لاتا ہے۔

اس میں شک نہیں۔ کہ بہت عرصہ تک لاہور میں مولوی صاحب

کے معتقدین اتنے کم رہے کہ جن کا شمار انگلیوں پر ہو ہو سکتا تھا۔ مگر اس ناکامی سے مولوی صاحب کی بالکل دل شکنی نہ ہوئی۔ ایک دن آپ مسجد چینانوالی میں وعظ فرمانے کے لیے تشریف لے جا رہے تھے۔ ایک بوڑھا شخص راستہ میں ملا۔ اور آبدیدہ ہو کر کہنے لگا۔ "اے ہمارے نوجوان ہادی تو اس طرح راہ حق دکھانے میں کوشاں ہو۔ اور تیری کوشش رائیگاں جاوے۔ افسوس کیسے سنگدل لوگ ہیں۔ جو تیری بات نہیں سنتے۔ اگر سنتے بھی ہیں تو اس پر عمل نہیں کرتے۔" آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ "ہر کام تدریج ہوتا ہے۔ صدیوں کی خرابی دُور ہونے کے لیے کچھ عرصہ درکار ہوتا ہے۔ یکایک سنگلاخ زمین میں بیج ڈال کر بار آور ہونے کی امید رکھنی اس طرح ہے جس طرح ہوا پر نقش کرنا۔" بوڑھے بزرگ نے کہا "تو قطعی کامیاب ہوگا۔" اور آسمان کی طرف منہ اٹھا کر یہ دُعا دی۔ "اے نوجوان خداوند کریم تیری عمر میں برکت دے۔ اور تجھے تیرے ارادوں میں کامیاب کرے۔ دوسرے راہ گیر نے زور کے ساتھ آمین کہا۔ یہ دُعا فوراً قبول ہوئی۔ اور اس کا اثر دو گھنٹہ کے بعد ظاہر ہو گیا۔ آپ وحدانیت پر ایک پُر اثر اور پُر جوش لہجہ میں وعظ فرما رہے تھے۔ اور ربانی مطالب کو حل فرما رہے تھے کہ دورانِ وعظ میں ہی سامعین میں سے تقریباً دو سو آدمیوں نے باآواز بلند کلمہ شہادت پڑھ لیا۔ شرک اور بدعت سے تائب ہوئے۔ اور آئندہ کے لیے عہد کیا کہ ہم حاجتوں کیلئے سوائے خداوند تعالے کے کسی کو نہ پکاریں گے۔ تائب شدہ گروہ میں مختلف مذاہب کے آدمی تھے۔ زیادہ سکھ تھے۔ کچھ انگریز۔ کچھ ہندو۔ اور کچھ ہلاک خور تھے۔

مطالب قرآنی میں بے شک زبردست اثر ہے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے اثر کا دوسروں پر بہتر ڈالنے کے لیے زبان کی خصوصیت

بھی درکار ہے - جیسا سانچہ ہو گا ویسے ہی پرزے ڈھلیں گے - جب خدا
کی لازوال قوتوں پر دل میں یقین ہو اور کچھ زبان سے نکلے - اس پر عمل ہو
پھر تاثیر خود بخود سامعین پر ہو گی - چونکہ مولوی صاحب میں یہ دونوں
صفتیں موجود تھیں اور عالم باعمل تھے - اس لیے ان کی زبان سے کلمات
نکلے ہوئے سامعین پر اپنا اثر دکھائے بغیر نہ رہ سکتے تھے -

آپ کے وعظ میں ہمیشہ مشہور علماء اور بڑے بڑے فارغ التحصیل طلباء
اس خیال سے آتے کہ ہم فلاں مسئلہ پر بحث کریں گے - لیکن وعظ سننے
کے بعد کسی کو یہ یارا نہ ہوتا کہ بجز تسلیم اور کوئی کلام کرے - سب کے
سوالوں کے جواب وعظ میں ہی آپ بیان فرما دیتے - بارہا تجربہ کے
بعد لوگوں کا اتفاق ہو گیا - کہ مولوی صاحب ولی اللہ ہیں - جو سائل جاتے
ہیں سب کے مطالب وعظ میں حل ہو جاتے ہیں - چون و چرا کی گنجائش
نہیں رہتی - آپ کا کوئی وعظ خالی نہ جاتا - جس میں متعدد آدمی غیر مذاہب
کے اسلام نہ لاتے -

لاہوری مولوی صاحب کی بدزبانی اور مخاصمت کا الٹا اثر ان کے
گروہ پر پڑا - وہ محمدی دائرہ کی طرف رجوع ہونے شروع ہو گئے
انہوں نے قبروں پر سجدہ کرنا چھوڑ دیا - نذر و نیاز لغیر اللہ دینی ترک
کر دی - بدعات سے توبہ کی - جو لوگ شرک اور بدعت میں زیادہ پختہ
تھے وہ آپ کے وعظ میں ارادۃً آنے سے پرہیز کرتے - مبادا کہ
ہم پر مولوی صاحب کے وعظ کا اثر پڑ جائے - اس قدر ترقی ہوتے
دیکھ کر مولوی صاحب لاہوری کی آگ حسد زیادہ بھڑکتی - مولینا رومؒ
نے کیا خوب فرمایا ہے ؎

آنکہ صباغ نکو خم قضا — کرد صباغی بحسب جا بہا
پس حسد بردن نبود بر قضا است — با قضا استیزہ ورزیدن خطا است

بوہریرہ گفت کایں نار حسد — چوں حطب اعمال حسنہ را خورد
الاماں یارب من نار الحسد — اِنَّہٗ اَلَمٌ شَدِیْدٌ فِی الْکَبِد

یوں ہی مولوی لاہوری ہر وقت اپنا جگر و جان حسد کی آگ سے جلاتے
رہتے اور برائی کی تدبیریں سوچتے - لیکن کوئی کارگر نہ ہوتی - ادھر مولوی
صاحب مرحوم کے معتقدین میں روز بروز ترقی ہوتی گئی - حافظ شیرازیؒ
نے فرمایا ہے ؎

حافظ مباش در پئے آزار و ہر چہ خواہی کن — کہ در شریعت ما غیر ازیں گناہے نیست

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ موضع گلوالہ کو جا رہے تھے - راستہ میں
ایک گاؤں بجومل آتا ہے وہاں آپ نے دیکھا کہ ایک جگہ بہت سی
خلقت جمع ہے - اور ڈھول بج رہا ہے - مولوی صاحب نے کھڑے
ہو کر ایک شخص سے اجتماع کا سبب دریافت کیا - اس نے کہا کہ نمبردار
کا بیٹا چیچک سے لاچار ہے - اس وجہ سے وہ ماتارانی کی پوجا کر رہے
ہیں - آپ مجمع کے قریب پہنچ کر کھڑے ہو گئے اور وعظ کہنا شروع
کیا - وعظ کا سننا تھا - کہ لوگوں نے ماتارانی کو گرا دیا - اور آئندہ
کے لیے اس امر شنیع سے تائب ہوئے -

مولوی صاحب کا کوئی وعظ ایسا نہ ہوتا - کہ آپ کے وعظ میں
دس پانچ ہندو سکھ مسلمان نہ ہوتے -

مولوی نورالدین صاحب خلیفۃ المرزا قادیانی جب وہ راہ راست
پر تھے - اور جموں میں تھے میں بھی (مولف سوانح عمری) ان کے
پاس قانونچہ - قطبی اور میر قطبی پڑھتا تھا - مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ
انہوں نے کہا کہ اگر قرآن مجید بیان کیا ہے تو مولوی غلام رسول صاحب
قلعہ والوں نے ہی کیا ہے - جیسے اصحابؓ کہتے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ و آلہ وسلم وعظ فرماتے - دوزخ بہشت اور قیامت کا ذکر کرتے

تو ہماری ایسی حالت ہوتی۔ کہ گویا ہم اپنی آنکھوں سے سب کچھ دیکھ رہے ہیں۔ واللہ باللہ میں نے بھی مولوی صاحب کا وعظ کئی دفعہ سُنا۔ میری اور دیگر سمجھدار لوگوں کی بھی یہی حالت ہوتی۔ جیسی اصحاب رسولؐ کی ہوا کرتی۔ عرب۔ عجم۔ پنجاب۔ ہندوستان وغیرہ ممالک کا میں نے سیر کیا ہے۔ مگر ایسا مؤثر بیان میں نے کبھی نہیں سُنا۔

باب ششم

مولوی صاحب کا دہلی کی طرف سفر کرنا اور ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی

مولوی صاحب یکہ میں سوار ہو کر ہفتہ کے دن لاہور پہنچے۔ اور لوگوں کو فائدہ پہنچایا۔ آپ کی صحبت لوگوں کے دلوں کو کھینچ لیتی تھی۔ اور انکسار اور عاجزی کے دروازے دلوں میں کھولتی تھی۔ پھر اس جگہ سے امرتسر پہنچ کر مسجد باغوالی میں حافظ محمود صاحب سے مشرف ہوئے اور غافلوں کے دلوں کے زنگ کو توجہات سے اُتار کر پھر امرتسر سے یکہ میں سوار ہو کر آٹھ روز میں دہلی پہنچے (مولوی صاحب سید نذیر حسینؒ صاحب محدث مولوی اسحاق صاحب کے شاگرد ہیں۔) ان کے مدرسہ میں آئے۔ اور بخاری شریف پڑھنی شروع کی مولوی عبد اللہ صاحب نے آپ کے ساتھ بخاری کا سننا شروع کیا۔ مولوی نذیر حسین صاحب چونکہ بے تکلّف آدمی تھے۔ اور اپنے کام خود بخود کر لیتے تھے۔ اور کسی خاص وضع کے پابند نہ تھے۔ اس لیے

آپ ان کو پسند فرماتے۔

لوگوں میں یہ مشہور ہو گیا۔ کہ مولوی صاحب لاہوری جن کا شہرہ ہم سنتے تھے۔ اور جن کے ہاتھ پر لوگ اکثر مسلمان ہوتے تھے۔ وہ یہاں حدیث پڑھنے کے واسطے آئے ہیں۔ بہت لوگوں نے آکر وعظ کے لیے کہا۔ حتیٰ کہ شہزادہ صاحب نے بھی سید صاحب سے سفارش کی کہ مولوی صاحب سے وعظ کرایا جاوے۔ مولوی صاحب نے مان کیا۔ لال قلعہ میں وعظ ہوا۔ آپ کے استاد صاحب بھی ہمراہ گئے۔ اہلِ علم کلھم مخالف و موافق شریک وعظ تھے۔

۱۶ رمضان المبارک ۱۲۷۲ھ ہجری کو آزادی کی جدوجہد جسے غدر کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ شروع ہو گئی اور رفتہ رفتہ یہ لہر تمام ہندوستان میں پھیل گئی۔ مولوی عبد اللہ صاحب واپس لاہور آ رہے تھے۔ اور لاہوری دروازہ کے باہر شاہدرہ تک مولوی صاحب کو رخصت کرنے کے لیے ہمراہ تھے۔ الوداعی باتیں ہو رہی تھیں کہ سامنے ایک عورت انگریزہ نیم جان مجروحہ پیاسی بلکتی نظر آئی۔ دونوں صاحبوں کو خیال آیا۔ کہ انسانی ہمدردی اسی کا نام ہے۔ کہ اس بیچاری کی جان بچائیں۔ آپ نے یہ فرمایا کہ خبر نہیں کب تک یہ ہندوستان غلامی میں رہے۔ جو اسلامی قانون کے خلاف ہے۔

لوگ چونکہ زیادہ جوش میں تھے۔ اس لیے آپ کو یہ خیال پیدا ہوا۔ کہ میم کی جان بچاتے بچاتے ہم کو کسی مصیبت کا سامنا نہ کرنا پڑے بس یہ تجویز کی۔ کہ اس کو مردانہ لباس میں یہاں سے لے جانا چاہیئے اسی تجویز پر متفق ہو کر مردانہ لباس میں میم کو حجرۂ مسجد میں لا کر علاج کرنا شروع کیا اور خوب تیمارداری شروع کی۔ بستر کر کے زخموں کو دھو کر مرہم پٹی کی۔ پانی پلایا۔ بعد مشکل میم کو ہوش آیا۔ دریافت

سے معلوم ہوا۔ کہ وہ کرنل کی بیوی ہے۔ رات کو چند آدمی مسجد میں تلاشی کرنے کی خاطر داخل ہوئے۔ اور پوچھا۔ کہ یہ کون ہے مولوی صاحب نے کہہ دیا۔ کہ کوئی مسافر مریض ہے وہ لوگ یہ جواب سن کر چلے گئے۔ میم چند دنوں میں صحت یاب ہو گئی اور چپکے سے اپنے گھر پہنچا دی گئی۔ میم نے بہت اصرار کیا۔ کہ بطور یادداشت چٹھی لے جاؤ تاکہ بعد امن داماں آپ کی خدمت کا بدلہ آپ کو مل سکے۔ لیکن مولوی صاحب نے انکار کر دیا۔ اور کہا کہ ہم نے تمہاری خدمت کسی طمع یا لالچ پر نہیں کی محض انسانی فرض سمجھ کر اور اللہ تعالےٰ کی رضامندی حاصل کرنے کی خاطر کی ہے۔ اس کا صلہ اللہ تعالےٰ سے لیں گے۔ میم نے پھر کہا۔ کہ یہ فساد کا زمانہ ہے۔ مبادا آپ پر آپ کا کوئی دشمن گورنمنٹ سے شکایت کرے۔ اس وقت بطور ثبوت میری چٹھی آپ کے کام آئے گی۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہم پر کوئی شکایت کر کے کیا لے گا۔ غرضیکہ مولوی صاحب نے باوجود میم کے اصرار کے چٹھی نہ لی۔

مولوی صاحب مرحوم فرماتے تھے۔ کہ جس مسجد میں میں اور مولوی عبداللہ صاحب غزنوی بیٹھے تھے۔ وہاں گولیاں آکر پڑتی تھیں۔ مولوی عبداللہ صاحب غزنوی دریافت فرماتے تھے۔ کہ عبداللہ (غلام رسول) یہ کیا ہو رہا ہے۔

مولوی صاحب کی گرفتاری اور برّیت

مولوی صاحب کو مولوی عبداللہ صاحب غزنوی نے ایک دن فرمایا کہ "میں خواب میں تم پر بلائے آسمانی نازل ہوتی دیکھتا ہوں۔ آپ

کا گھر کو چلے جانا یہاں کے رہنے سے بہتر اور انسب ہے۔ مجھے اس خواب کے دیکھنے سے بڑا اضطراب ہو رہا ہے۔" مولوی صاحب فرماتے تھے کہ مجھ کو مولوی عبداللہ صاحب بار بار فرماتے کہ تم یہاں سے گھر چلے جاؤ۔ ہر چند میں نے کہا کہ جب میں مصیبت میں مبتلا ہونے والا ہوں تو آپ مجھ کو تسکین اور اطمینان دیویں۔ نہ یہ کہ مجھے گھبرا دیں۔ آخر مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے اصرار پر آپ گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

کسی شخص نے گورنمنٹ سے شکایت کی۔ کہ یہ انقلاب کی کوشش مولوی غلام رسول کی وعظ کی طفیل ہوئی ہے۔ انگریز چونکہ مبتلائے بلا تھے۔ آپ پر اور نیز اور ہندوستانی مولوی صاحبان پر بدظن ہو گئے تھے۔ بہت سے عالم گرفتار ہو گئے۔ مولوی صاحب دہلی سے رخصت ہو کر بہزار دقت امرتسر پہنچے۔ دو روز حافظ محمود صاحب کی مسجد میں رہے۔ امرتسر میں ہی مولوی صاحب نے سُن لیا تھا۔ کہ میری گرفتاری کے لیے اشتہار جاری ہو گیا ہے۔ دو روز کے بعد آپ فتح گڑھ چلے گئے۔ ہمارے نانا صاحب مولوی عبدالحق صاحب زندہ تھے۔ گرفتاری کے اشتہار کا واقعہ سُن چکے تھے۔ مولوی صاحب کے رشتہ داروں اور واقفوں کی طرف جاسوس اور ملازم سرکاری پھر رہے تھے۔ اس زمانہ میں امرتسر کا ڈپٹی کمشنر انگریز تھا فساد کے دوران جب سے اس کے دماغ میں کچھ جنوں سا ہو گیا تھا۔ وہ لوگوں کو صرف اتہام پر بلا تحقیق ہی پھانسی دلوا دیتا تھا۔ نانا صاحب مولوی عبدالحق صاحب تمام دن گھر کے دروازہ پر بیٹھے رہتے تھے۔ تاکہ کہیں مولوی صاحب کے آنے کا پتہ نہ لگ جائے۔

قصبہ فتح گڑھ میں دیوان نرنجن داس بڑا معزز اور مشہور شخص تھا۔ دیوان صاحب مولوی عبدالحق صاحب کے شاگرد تھے۔ ایک دن ملازمین سرکاری دیوان نرنجن داس کے پاس پہنچے۔ اور مولوی صاحب کے وارنٹ گرفتاری دکھا کر مدد کے طالب ہوئے۔ دیوان صاحب نے در پردہ مولوی عبدالحق صاحب کو کہلا بھیجا۔ کہ اگر مولوی صاحب یہاں ہیں تو علی الصبح وطن کو روانہ ہو جاویں۔ کیونکہ ان کا اپنے ضلع میں چلا جانا بہتر ہے۔ وہاں ان کی عادت اور خصلت سے ہر شخص واقف ہے۔ اور شاید کوئی حاکم بھی ایسا مل جاوے۔ جو محض اتہام کو چھوڑ کر شہادات اور آپ کے بیانات پر غور کرے اور فیصلہ کرے" لہذا مولوی صاحب قلعہ میہاں سنگھ چلے گئے۔

حکیم غلام محمد صاحب جو آپ کے بڑے بھائی تھے۔ انھوں نے مولوی صاحب کو پوشیدہ طور پر رہنے کے واسطے کہا۔ آپ نے فرمایا "پوشیدگی میں عمر گذارنی مشکل ہے۔ قضا الٰہی پر میں راضی ہوں۔ حاکم وقت میرے بیان بھی تو سُنیں گے اور تحقیقات بھی کریں گے۔ یونہی شکایت پر مجھے پھانسی نہیں دیں گے۔ آپ مجھے باہر نکلنے سے منع نہ فرماویں۔" دونوں بھائیوں نے آپس میں اتنی بات چیت کی۔ اور حکیم صاحب مسجد کی طرف چلے گئے۔ دیکھا تو مسجد میں ایک نووارد مسافر ہے۔ حکیم صاحب نے روٹی وغیرہ کے متعلق پوچھا۔ لیکن مسافر نے کھانے سے انکار کیا۔ اس کی شکل اور قیافہ سے یہ معلوم ہوتا تھا۔ کہ کوئی انگریز ہے۔ حکیم صاحب فوراً مولوی صاحب کے پاس گھر پہنچے۔ اور مولوی صاحب کو نووارد مسافر کا تبدیلی لباس میں آنا جتا دیا۔ ظہر کا وقت تھا۔ مولوی صاحب بلا دھڑک مسجد میں آ گئے وہ مسافر مولوی صاحب کو دیکھتے ہی باہر نکل گیا۔ تھوڑے ہی وقفہ

کے بعد پولیس کے سپاہی اور کپتان پولیس مع اس نووارد مسافر کے مسجد میں پہنچ گئے اور مولوی صاحب کو گرفتار کر لیا۔ اور لاہور کی طرف روانہ ہوئے۔

عبدالسلام کشمیری قلعہ میاں سنگھ میں ایک بڑا دلیر شخص تھا۔ اس نے تمام گاؤں میں منادی کر دی کہ مولوی صاحب پکڑے گئے۔ اب ہماری زندگی کس کام کی ہے۔ بغیر جاناں جہاں میں رہنا مزا نہیں دیتا۔ زن و مرد سوٹا لکڑی لے کر جمع ہو گئے۔ سپاہیوں کو گھیر لیا۔ مولوی صاحب نے باواز بلند کہا میرے محبو! مت گھبراؤ اور فساد نہ کرو۔ اس طرح ہم سب کے سب مارے جائیں گے۔ میری زندگی اگر چاہتے ہو تو تم سب کے سب گھر چلے جاؤ۔ میں بھی انشاء اللہ بخیریت جلدی گھر واپس آجاؤں گا۔ غرض لوگ ہٹ گئے۔ آپ کے بڑے بھائی اور عمومی صاحب بدرالدین (یہ مولوی صاحب کے پھپھی زاد بھائی تھے) اور مولوی علاؤالدین صاحب (گوجرانوالیہ) یہ تینوں صاحب آپ کے ساتھ تھے۔ چالان لاہور ہوا۔ کیونکہ مخبر لاہور ہی کا تھا۔

سُکھدی جو سردار میہاں سنگھ کی بہو تھی۔ اُس نے دیوان جوالا سہا صاحب امین آبادی کو کہلا بھیجا۔ کہ مولوی صاحب گرفتار ہو گئے ہیں میں عورت ہوں کچھ کر نہیں سکتی۔ آپ میری مدد کریں اور میرے پیر اور استاد کی رہائی کے لیے کوشش کریں۔ دیوان صاحب مذکور اتفاقاً اسی وقت جموں سے آئے تھے اور اپنی حفاظت کے لیے ایک سالم پلٹن جموں سے اپنے ہمراہ لائے تھے۔ کیونکہ وہ وقت ہی اس وقت ایسا ہی تھا، آپ مہاراجہ جموں کے وزیر تھے۔ بڑے مدبر تھے۔ ہر طرف ہل چل مچی ہوئی تھی۔ آپ نے حکم دیا کہ مولوی صاحب کو معہ گرفتار کنندگان کے میرے پاس لے آؤ۔ فوراً تعمیل ہوئی۔ اور

سپاہی مولوی صاحب کو معہ گرفتار کنندگان کے دیوان صاحب کے پاس لائے دیوان صاحب نے فرمایا۔ کہ گرفتار شدہ قانوناً اپنے ضلع کے سوائے کہیں جا نہیں سکتا۔ اس لیے مولوی صاحب کا مقدمہ گوجرانوالہ میں ہونا چاہیئے۔ سپاہی مولوی صاحب کو دیوان صاحب کے پاس چھوڑ کر خود لاہور چلے گئے۔ دیوان صاحب مولوی صاحب کو ہمراہ لے کر گوجرانوالہ چھوڑ آئے۔ بحکم صاحب ضلع چالان لاہور ہؤا اور آپ صاحب فنانشل کمشنر کے پیش ہوئے۔ جب آپ کو اس نے دیکھا تو آپ کو کرسی دے کر بآرام بٹھایا۔ اور بعد بیان لینے حوالات بھیجے گئے دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ مولوی صاحب کو گو حوالات میں رکھا گیا۔ لیکن صبح کے وقت ہم مولوی صاحب کو آزادانہ طور پر ہی حوالات کی چھت پر پھرتے دیکھتے۔ اور آپ چھت پر ہی وضو کرتے۔ اور نماز ادا فرماتے۔

محمدؐ المعروف چٹو لاہور میں ہٹولی کا کام کرتا تھا۔ یہ آپ کا بڑا معتقد تھا۔ اس نے درخواست دے کر اپنی روٹی کھلائی منظور کرالی۔ بابا چٹو بیان کرتے تھے کہ ہم کو کام کاج سب بھول گیا۔ آرام و چین حرام ہو گیا۔ قدرتاً لاہور میں ایسی ہل چل شروع ہو گئی کہ ہر فرد و بشر یہی کہتا تھا کہ اگر مولوی صاحب رہا ہو گئے۔ تو ہماری زندگی بھی ہو گی۔ ورنہ ایسی زندگی سے مر جانا ہزار درجہ بہتر ہے۔ تاریخ فیصلہ سے پیشتر لاہور اور اس کے گرد و نواح دیہات میں یہ خبر مشہور ہو گئی کہ مولوی صاحب کو پیش ہوتے ہی پھانسی کا حکم دیا جائے گا۔ حیرانگی تھی۔ کہ کسی حاکم وقت کی زبان کا تو یہ کلمہ نہیں ہے۔ یہ منادی خدا جانے کس نے کر دی۔ تاریخ پیشی پر معلوم نہیں کہ صرف لاہور کے ہی باشندے تھے۔ یا کس کس جگہ کے تھے

اتنا کثیر مجمع ہو گیا کہ میں نے ایسا مجمع آج تک نہیں دیکھا۔ سبحان خان رسالدار نے معہ پلٹن جنگی سامان سے مسلح کے فنانشل کمشنر صاحب کی کوٹھی پر پہنچ کر سلام کیا۔ فنانشل کمشنر صاحب نے رسالدار صاحب سے دریافت کیا۔ کہ تم اس صورت میں میرے پاس کیوں آئے۔ اُس نے کہا کہ حضور تھوڑی سی تکلیف فرما کر اس دریچہ سے باہر تو دیکھیں۔ کس قدر خلقت مارنے مرنے کو تیار ہے۔ مسٹر منٹگمری فنانشل کمشنر نے جب نظر کی تو حیرت کی حد نہ رہی۔ تا حد نظر خلقت دکھائی دیتی تھی۔ اور چاروں طرف ایسی ہی حالت تھی۔ رسالدار صاحب سے پوچھا گیا۔ کہ اتنے آدمی کیوں جمع ہو گئے ہیں۔ عرض کی کہ لوگوں نے سُنا ہے۔ کہ جناب نے مولوی غلام رسول صاحب کے لیے پھانسی کا حکم نافذ فرمایا ہے۔ مسٹر منٹگمری نے کہا کہ یہ بالکل جھوٹ ہے ہم نے کوئی حکم نہیں دیا۔ سبحان خان نے کہا۔ کہ حضور نے حکم تو نہیں دیا۔ مگر یہ شخص جو ناحق گرفتار ہوا ہے یہ تمام پنجاب کا اُستاد اور پیر ہے۔ یہ خلقت صرف انہیں کی خاطر جمع ہوئی ہے اور سب لوگ مارنے مرنے کو تیار ہیں۔ اگر حضور ان لوگوں کو تنبیہہ بھی فرما دیں گے تو یہاں کی بجائے دور کھڑے ہو جاویں گے اور جب تک ایک بچہ بھی موجود ہو گا۔ فساد برپا رہے گا۔ فنانشل کمشنر نے دریافت کیا کہ پھر کیا کرنا چاہیئے اور کون سی بات بہتر ہے۔ رسالدار صاحب نے کہا کہ آپ کو رہا کر دینا ہی سب سے بہتر ہے۔

مسٹر منٹگمری نے مولوی صاحب سے دریافت کیا۔ کہ آپ کا کوئی ضامن ہے۔ تا کہ آپ کو ضمانت پر رہا کر دیا جاوے۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ ہاں۔ فنانشل کمشنر نے دریافت کیا۔ کہ وہ کون ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میرا ضامن خداوند کریم ہے مسلحواں وغیرہ آپ

کی اس بات سے مسکرائے۔ لیکن فنانشل کمشنر کے دل پر اس بات کا ایسا
اثر ہوا۔ کہ یہ کہہ کر کہ "اچھا ہم آپ کو اُسی کی ضمانت پر رہا کرتے ہیں"
رہا کر دیا۔

ابھی زمانۂ جدوجہد آزادی قریب ہی تھا۔ کہ دوبارہ انقلاب ہو
جانے کا اندیشہ ہو گیا۔ اس لیے مولوی صاحب نظر بند کر دیئے گئے
چنانچہ آپ کئی سال نظر بند رہے اور پھر عرصہ تک وعظ بلا اجازت
گورنمنٹ نہیں کر سکتے۔

باب ہفتم

آپ کا طرزِ عمل اور حالت تدریس قلعہ میہاں سنگھ میں

مولوی صاحب کی طبیعت میں شر کی بُو تک نہ تھی۔ بعض لوگوں کا
مقصد آپ سے مسائل دریافت کرنے کا اکثر یہ ہوتا تھا۔ کہ اختلافی مسئلہ
پر کوئی بحث چھڑ جاوے گی۔ مگر مولوی صاحب کو خداوند کریم نے ایسا ذہن
اور لیاقت عطا فرمائی تھی۔ کہ شریروں کا مقصد پورا نہیں ہونے پاتا تھا
دوران وعظ میں ایک شخص نے دریافت کیا۔ کہ حضرت مہربانی فرما کر مقلد
اور غیر مقلد کی بابت فیصلہ کن بیان فرمائیے۔ کہ دوبارہ ضرورت دریافت
کی نہ رہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بھائی یہ سمجھ کی بات ہے اور ہے بھی
بڑی موٹی بات۔ مثال اس کی یوں ہے۔ کہ جیسے ایک تالاب سے
چار نالیاں پانی کی بہتی ہیں۔ سو کوئی شخص خواہ کسی نالی کا پانی پیوے
وہ تالاب ہی کا پانی ہوگا۔ اور اگر کوئی شک والی طبیعت والا براہ
راست تالاب سے ہی جا کر پئے۔ تو وہ بھی اُسی تالاب ہی کا پانی ہے

یہی مثال مقلد اور غیر مقلد کی ہے۔ صرف دل میں یہ خیال ہونا ضروری
ہے۔ کہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (فداہ ابی وامی)
کے فعل اور قول کے سامنے کسی کی وقعت نہیں۔ اور یہی ائمہ مجتہدین
کا فرمان بھی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ لوگوں میں تفریق پیدا کرنی اور
ناحق تکفیر کرنی یہ دونوں بہت بڑے گناہ ہیں۔ اور موسیٰ علیہ السلام
اور ہارون علیہ السلام کا بیان اس بات کا شاہد ہے کہ جب آپ
تورات لینے کو کوہ طور پہ خدا کے حکم سے گئے۔ تو پیچھے سامری کی
شرارت سے بچھڑے کی پوجا شروع ہو گئی۔ جب موسیٰ علیہ السلام
واپس آئے۔ بھائی پر غضبناک ہو گئے تو ہارونؑ نے جواب دیا۔
کہ میں تفرقے سے ڈر گیا تھا۔ (اَنْ تَقُولَ فَرَّقْتَ بَيْنَ بَنِي
اسرائیل) پیغمبر بھی تفرقہ کے گناہ کے ارتکاب سے ڈرتے تھے
معلوم نہیں۔ کہ آج کل کے نام نہاد فقرا کس دلیری اور جسارت
سے تفرقہ اندازی اور تکفیر کی مشین سے کام لیتے ہیں۔ اس گناہ
کے ارتکاب سے ہر ایک مسلمان کو ضرور بچنا چاہیئے۔

کسی کی دل شکنی مولانا صاحب کرنی جانتے ہی نہ تھے۔ یہی
وجہ تھی۔ کہ آپ کے وعظ میں ہزارہا لوگ جمع ہوتے تھے۔ اور سب
کے سب اس قدر زیر اثر تھے۔ کہ غیر مذاہب والے بھی اپنا دین مذہب
لے کر کم ہی واپس جاتے تھے۔ اکثر توحید کو مان کلمہ لا الہ الا اللہ
محمد رسول اللہ پڑھ کر ہی جاتے۔ آپ کا وجود مبارک قدرتِ
الٰہی کا ایک نشان تھا۔ لوگوں کے دلوں کے واسطے مقناطیسی کشش
رکھتا تھا۔ آپ کا وجود قرن میں یکتا تھا۔ اس قدر مقبول اور اس درجہ
کا آدمی لوگوں کی نظروں میں کوئی بھی نہ جچتا تھا۔ آپ کے فرمان
کو لوگ دل وجان سے ماننے کے لیے تیار رہتے تھے پنجاب

اور ہندوستان کے لوگ آپ کے زیر اثر تھے۔ بڑے بڑے مسلمان سردار ہمارے خاندان کے شاگرد تھے۔ اور آپ کا حکم کماحقہ مانتے تھے۔ لوگوں کا آپ پر بہت حسن ظن تھا۔

مولانا مرحوم تفسیر، حدیث، منطق، فلسفہ اور فقہ وغیرہ کے کامل استاد تھے۔ آپ کے پاس ہمیشہ کم از کم بیس تیس درویش بلکہ اس سے بھی زیادہ ایک وقت میں رہا کرتے تھے۔ اور سب کے خورد و نوش کے آپ متکفل ہوتے اور حتی الوسع کسی کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہونے دیتے اور جگہوں کے طالبعلم مشکل مقامات حل کرنے کے لیے حاضر ہوتے اور بعد مشکل مقامات حل ہونے کے واپس جانے پر رضامند نہ ہوتے۔ اور عرض کرتے۔ کہ آپ کی خوش خلقی، خوش بیانی اور محبت مجبور کرتی ہے۔ کہ ہم تمام عمر حضور ہی کی خدمت میں رہیں۔ آپ سے فیض یافتہ علمار کے نام مندرجہ ذیل ہیں اور یہ فہرست محض ان علمار کی ہے۔ جو مشہور اور منبع فیض ہوئے ہیں۔

(۱) مولوی علاؤالدین صاحب ساکن گوجرانوالہ
(۲) مولوی محمد عظیم اللہ صاحب موضع بڑین ضلع میرپور
(۳) مولوی محمدؐ صاحب موضع بکن ضلع گوجرانوالہ
(۴) مولوی محمد عثمان صاحب سکنہ فتح گڑھ چوڑیاں ضلع گورداسپور
(۵) مولوی قطب الدین صاحب ضلع فیروزپور
(۶) مولوی محمد علی صاحب میر واعظ سکنہ بوپڑہ ضلع گوجرانوالہ
(۷) مولوی محمود شاہ صاحب واعظ سکنہ ڈھینڈہ ضلع ہری پور ہزارہ
(۸) مولوی بدرالدین صاحب سکنہ سیالکوٹ
(۹) مولوی بدرالدین صاحب ساکن گلوالہ ضلع گوجرانوالہ
(۱۰) مولوی احمد علی صاحب ساکن کوٹ بھوائیداس ضلع گوجرانوالہ
(۱۱) مولوی شمس الدین صاحب ساکن جموّں۔

(۱۲) حافظ کرم الدین صاحب سکنہ جموّں
(۱۳) حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری
(۱۴) مولوی عبدالعزیز صاحب ناظم انجمن اہلحدیث لاہور و بانی انجمن حمایت الاسلام لاہور۔
(۱۵) حافظ گوہر سکنہ نوکھر ضلع گوجرانوالہ
(۱۶) حافظ غلام محمدؐ صاحب سکنہ سدہا کمبوہ ضلع شاہ پور
(۱۷) مولوی برہان الدین جہلمی
(۱۸) مولوی محمدؐ نعمان صاحب سکنہ جہلم
(۱۹) مولوی نور احمد صاحب سکنہ کھائی ضلع جہلم
(۲۰) مولوی نور احمد صاحب سکنہ چنیوٹ
(۲۱) مولوی غلام حسین صاحب سکنہ ساہو والہ چیمہ ضلع سیالکوٹ.
(۲۲) مولوی عمرالدین صاحب حال مقیم لقا بابا ٹالیاں۔ گوجرہ ضلع لائلپور

اور بھی بہت سے لوگوں نے تعلیم حاصل کی۔ اور فیض پایا۔ مگر مجھ کو صرف ان ہی سے واقفیت ہے۔ اوّل اوّل آپ ہی نے پنجاب میں وعظ کہنا شروع کیا۔ بت شکنی اور توحید کا بیج بویا۔

ہر زمانہ میں بڑے بڑے ذہین اور طباع ہو گذرے ہیں۔ مثلاً شکسپیئر جیسا ڈرامٹسٹ، کالیداس جیسا شاعر اور ویاس جیسا جامع وید مگر مقبولیت ایک دوسری چیز ہے جسے مولا بنائے وہی مقبول بنتا ہے۔ ہم یہ مانتے ہیں کہ ؎

نکوئی گر رود زیں بحر نیکو تر شود پیدا
چو گیرد قطرہ راہِ عدم گوہر شود پیدا

خداوند کریم نے بھی قرآن مجید میں فرمایا ہے "ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔" یہ خدا ہی کی ودیعت تھی۔ جو مولانا صاحب

کو عطا ہوئی تھی۔ اور اس بخشش کے لائق بھی وہی برتر ذات مولانا صاحب مرحوم کی تھی۔ ورنہ آپ کے دو اور حقیقی بھائی بھی تھے۔ اور اقربا میں بھی بہت سے آدمی تھے۔ لیکن جو کچھ آپ کو مقبولیت حاصل ہوئی۔ وہ کسی کو نصیب نہ ہوئی۔

باب ہشتم

آپ کے مکتوبات

آپ کے مکتوبات میں سے جو جو مجھے ملے ہیں وہ بعینہٖ نقل کرتا ہوں اول وہ خطوط جو آپ نے جناب ماموں صاحب مولوی محمد اعظم کی طرف تحریر فرمائے نقل کرتا ہوں۔

اگرچہ آپ کے خطوط سے کچھ وہی لوگ لطف اور حظ اٹھا سکتے ہیں۔ جو زبان فارسی سے کچھ واقفیت رکھتے ہیں۔ اُس وقت خطوط نویسی زبان فارسی ہی میں ہوتی تھی۔ مگر تاہم جو اصحاب بھی پڑھیں گے۔ انشاءاللہ معلوم کریں گے۔ کہ اللہ کے بندے وہی نصب العین رکھتے ہیں۔ جو ان کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔

بِسمِ اللہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمْ ط

(۱)

برخوردار مولوی محمد اعظم

عزیز اوقات عزیزہٗ خود را برباد ندہند و پاس انفاس نفیسہ بخوبی کنند و سعی نمایند کہ خود را بخدمت مردے رسانند۔ کہ مصقلہ مرآت قلوب قاسیہ

خدا مرد انند ؎

گر خدا خواہی و ہم دُنیائے دوں ایں خیال است و محال است و جنوں

راست راست مے نگارم و شرطِ تبلیغ بجائے مے آرم ؎

اگر با خویشتن عمرے بسر ایں راہ را پوئی نہ از مقصد نشان یابی نہ ایں رہ را کراں بینی

ز خاکِ دامنِ مردے بکش در چشمِ جاں گرمے کہ تا زیں چشمِ نورانی جمالِ جانِ جاں بینی

و باعتقادِ ایں حقیر عبداللہ والے مردے متبع سنت و زبدۂ اربابِ حقیقت یافتہ مے شود۔ مجذوبِ الٰہی است و محبوب او و صاحب دوام آگاہی است و رضا اللہ مطلوب او کاملے مکملے مثلش دریں زماں مفقود و تربیت طلاب کما ینبغی آنجا موجود۔ عبداللہ صاحب نوشتہ بودند کہ صاحبِ استعداد را بہ صحبتِ حقیر دلالت کنند۔ و ایں بنا بر آن است کہ اشاعتِ سنت را دوستا و بزینت قومی و غرضِ شاں بایں امر متابعت جناب مصطفوی ست اما قومی ہمتے باید کریمہ و الذین لا یخافون لومۃ لائم را نصب العین نمایند۔

پس بکمالِ اخلاص ؎

کند از فرق پا وز دیدہ نعلین شود سوکش رواں بالراس و العین

دالاّ بہ لیت و لعل وکاد و عسیٰ کارے کشاید۔ چوں وقت گذشت۔ بجز حسرت نخواہد بدست و السلام علیکم۔

فقیر غلام رسول از قلعہ

---

(۲)

برخوردار محمد اعظم جی

ہموارہ توقع تحصیل کمالاتِ علمیہ و عملیہ ازاں عزیز مرکوزِ خاطر مے بود کہ بعد فراغ تحصیل علوم ضروریہ یاد دراک سعادت صحبت ارباب معنی

متوجہ خواہند شد ؎

کانچہ ضرورلیست چو حاصل کنی ۔۔۔ بہ کہ عمارت گریٔ دل کنی
آنست عمارت گریٔ دل ۔۔۔ واکشی از کشمکش آب و گل

امّا ازاں وقت کہ خبر انتصابِ ایشاں بمنصبِ تدریس شنیدہ یقین
شد ۔ ع

پس غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

حیف کہ آتش استعداد راکہ قابلِ اشتعال با نوارِ کمال بود ۔ بخاکسترِ
اشغال واہیہ مضمحل نمودند ۔ و از مساعی جمیلہ کہ دریں ایام کہ اواں تحصیل
ملکات قدسیہ است ۔ یکگیت خود آسودند ؎

تروم العز ثم تنام لیلا ۔۔۔ ومن طلب العلی سہر اللیالی

و آنچہ عذرہا تسویف آمیز و تکاسل انگیز ہمہ دریں باب نامسموع ۔ و اگر
ہمراہ حافظ محمود بصحبت عبداللہ صاحب میر سیدنہ چہ کاسے بود
مطبوع ۔ خیر مضیٰ ما مضیٰ بحالاہم وقت است ۔ و وقت از دست رفتہ
باز بدست نمے آید ؎

کنونت کہ چشم است اشکے بہ بار ۔۔۔ زباں در دہان ست عذرے بیار

ازیں سخنہائے جنوں آمیز مبادا طبع شاں ملول آید ۔ امّا چہ کنم امرے
اختیاری نیست ۔ خواہ مخواہ بدلم جوش مے آید ؎

اگر با خویشتن عمرے بسر ایں راہ را پوئی ۔۔۔ نہ از مقصد نشاں یابی ایں راہ را کراں بینی
زخاکِ راہ مردے بکش در چشم جاں گردے ۔۔۔ کہ تا زیں چشم نورانی جمالِ بے نشاں بینی

والسلام

فقیر غلام رسول از قلعہ

(۳)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ علیٰ رسولہ الذی لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ وصحابہ
وسائر من بذل فی مرضیات اللہ جہدہ ۔ فبعد السلام سنت سید الانام
واضح رائے سعادت انتمائے آنکہ ۔ چہ نویسیم وچہ بر نگارم ۔ ایام شباب با درر کار
و زندگانی چوں حباب بر آب و ما در کدام مشغلہ اوقات عزیز را برباد مے
کنیم وجرا الکلیۃ امور لاطائلہ شجرہ مثمرہ استعدادِ خداداد را از بیخ میکنیم ۔ مگر
دیوانہ ایم کہ نمے دانیم و از عقل بیگانہ ایم کہ درصددِ استیصال آنیم ۔ افسوس
ہزار افسوس ؎

قدرِ وقت ار نشناسد دل و کارے نکند ۔۔۔ بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات بریم
بر ہمگی دو چیز ضروری بود ۔ وامر لابدی یکے دستمایہ علمی در کتاب و سنت
کہ مادۂ علوم دینیہ است و زبدۂ علوم معنویہ ہر دو بمنزلہ شمع اند کہ بریں دلیل
گرفتہ راہ تواں رفت و دیگرے نسبت حضرات صوفیہ کہ ملاک الامر و آساس
الاسلام و مورث ذوق و وجد آں و جسم شریعت را بمنزلہ جاں و صورت اسلام
را حقیقت و رواں است ۔ و تا حال ازاں بہر دو بوئے بمشام آں عزیزہ
نرسیدہ و تعلقات زنگ و نام حجابہا است ؎

تعلق حجاب است و بے حاصلی ۔۔۔ چو پیوند ہا بگسلی واصلی

و از ارباب علم ظاہری ہر جا استاذاں موجود اند ۔ محمد حسین بٹالوی چہ
خوب ملکہ از دہلی بہم سانیدہ و مورد فیوض علمی گردیدہ ۔ سبحان اللہ خاندانہا
از محبت تحصیلِ کمال عاری و غافل و دیگراں بفضل اللہ بفضل و علم متصف
اند و فاضل ؎

ترسم بکعبہ نرسی اے اعرابی ۔۔۔ کیں راہ کہ تو میروی بترکستان است

حیف صد حیف کہ دولتِ استعداد برباد مے رود ۔ ہنوز وقت است ؎

تردم الخزم تنام لیلاً　　ومن طلب العلی اسحر اللیالی

از حال رقیمہ ہذا چہ قدر افسوس مے آید کہ ایں قدر عمر ود لہو ولہب ضائع شد وشما نیز بہ شفقت اخوت وصلہ رحم بدلالت۔ خیر وتحصیل سرمایۂ علمی نہ پرداختند واستعدادش باموہ لاطائل برباد ساختند۔ ایں جہل مرکب معلوم نیست کہ بہ چہ تقریب دریں خاندان آمدہ۔ تاکہ علوم دینیہ را نیا موزند والسّلام۔

درملتان پسر مولوی عبید اللہ مولوی عبدالرحمٰن خوب عالم است علوم ریاضی وحدیث خوب تعلیم مے کند ودردہلی مولوی نذیر حسین درعلوم دینیہ خوب ماہر وہمانجا مولوی سدید الدین لکھنوی درعلوم عقلیہ بسیار کامل موجود اند وبرائے نسبتِ باطنی صاحبزادہ رکن عالم صاحب وجناب عبداللہ صاحب والسّلام

فقیر غلام رسول از قلعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(۴)

الحمد للہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ۔ ازیں فقیر بعد السّلام علیکم برخوردار محمد اعظم عظمۃ اللہ تعالےٰ بتوفیق الخیر۔ مطالعہ نمایند۔ کہ ایام شباب بادر رکاب۔ دبارہ اینجا آمدنی نیست۔ ایں نعمت فراغ وصحت ہر روز میسّر نیست ؎

قدرِ وقت ار نشناسد دل وکارے نکند　　بس خجالت کہ ازیں حاصل اوقات بریم

از دو کار یکے اہم است یا تحصیلِ علوم دینیہ یا صحبتِ اربابِ جمعیت کہ اقصیٰ مقاصد است ؎

باہر کہ نشینی ونشد جمع دلت　　وز تو نرمید زحمتِ آب وگلت

زنہار زصحبتش گریزاں مے باش　　ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

بلکہ نوشتہ اند کہ ساعتے با خود نشستہ وچشم خیال از ما سویٰ اللہ بستہ با خود بفہمد مضمونِ ایں بیت ؎

من ملک بودم وفردوس بریں جایم بود　　آدم آورد دریں دیرِ خراب آبادم

وبہ روح خود خطاب باعتاب نمایند ؎

خیز غافل بالِ ہمت باز کن　　سوئے جائے اصلیت پرواز کن

طوطی شیریں مقالی چند چند　　باشی اندر حبسِ زاغاں پائے بند

وچوں بمحض عنایت اللہ سبحانہٗ بلاسعی احدے مبشر بہ بشارتے عظمیٰ شدہ بودند ذوق ایں مائدہ چشیدہ۔ وطاوتِ دردلکام طلب رسیدہ حیف است کہ باشغال لایعنی برباد دہند وسر در ہوائے نفسانی نہند امام ربانی فرمودہ ؎

ہمہ اندر زمن بہ تو ایں است　　کہ تو طفلی وخانہ رنگین است

اگر در اوقات فرصت سورہ فاتحہ مع تسمیہ وآمین ہر بار بشرط تکرار آیات ولحاظ معانی خواندہ شود۔ مفتاح جذب الٰہی است ودر ایام فراغ درود بلحاظ حلیہ مبارک خواندن باعثِ درودِ حال سابق است صلی اللہ علیٰ حبیبہٖ محمدٍ وآلہٖ وسلّم ؎

اگر سہام حوادث ترا نشانہ کنند　　پناہ بر بہ درودِ جناب مصطفوی والسّلام

فقیر غلام رسول از قلعہ

---

(۵)

حکیم نبی بخش صاحب مرحوم ساکن کھیکی تین روز متواتر آپ کو ملنے کے لیے آئے۔ چونکہ حکیم صاحب آپ کے شاگرد تھے اور قریب

صرف ایک میل کے فاصلہ پر رہتے تھے۔ اس لیے آپ نے صرف یہ دو شعر لکھ کر بھیجے ؎

نبی بخشا عجب بالا دماغی ! زاشغالِ زمانہ دل فراغی
سہ روز آمد ز حالِ تو خبر نیست ! ز آمد رفت تو اینجا اثر نیست

---

(٦)

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی لا نبی بعدہٗ وعلیٰ آلہ واصحابہ وسائر من بذل فی مرضیات اللہ جہدہٗ۔ اما بعد اخی فی الدین خداباد ذر بلد ار صاحب فیض بخش وسعادت آموز میاں محمود خان صاحب السلام علیکم۔ عزیز من سعادت انسان در آنست کہ آنچہ فرمان آنحضرت صلعم است بجا آرد۔ و از آنچہ منہی است خود را نگہ دارد قولہ تعالیٰ۔ مَا آتَاکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَہٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَہُوْا۔ اما حجابِ غفلت بر وہلۂ مالطور فرو بستہ و پر و بالِ مرغِ روح بقدر تکاسل آغشتہ۔ گاہ بیگاہ از خوابِ غفلت بیدار نے شویم و ہمچناں نابینا وار براہ مے رویم روزے آید کہ ایں طمطراقِ فانی بر باد خواہد رفت و ایں رد الطبع بیوفایاں خواہد گذشت رسولِ خدا صلعم فرمودہ ہلک المسوفون یعنی ہلاک شدند تاخیر کنندگان ؎

ایں قدر عمرے کہ ماندست یا نہ ! تا در آخر بینی روزے عز و نازہ

در روز واپسیں از کردار ما خواہند پرسید و ہر کس جزائے اعمالِ خود را خواہد دید۔ فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ؎

جوانی بر سر گنج است در یاب این جوانی
کہ کس ہر گز نبیساید دوبارہ زندگانی را

بزن نخرید جائز از آں قدرش نمیدانی
کہ ناداں قدر نشناسد متاعِ رائیگانی را

باید کہ در گورستان گذشتہ بعبرت نگاہ کنند و بحال گذشتگان تامل نمائند و بگویند ؎

افسوس کہ گل رخاں کفن پوش شدند ! واز صحبت ہمدماں فراموش شدند
آنانکہ بصد زبان سخن مے گفتند ! آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

علاوہ افسوس آنکہ از حق العباد ؎

ہیں مگو فردا کہ فرداہا گذشت ! تا نہ کلی بگذرد ایام کشت
اینقدر بختے کہ ماندست کار ! تا در آخر دردہد صد برگ و بار

ذرہ ذرہ سوال کنند از آنچہ نمودہ ایم بخوبی حساب نمائند ع

چہ مزدوری دریں دنیا مگر مردن نمیدانی ؎

نکردی ہیچ کارے در جوانی ! چہ بر باد دادی زندگانی
بزیر خاک خواہی رفت روزے ! ز حسرت باشدت در سینہ سوزے
نہ آنجا ذبلداری راد قاسے ! نہ نمبر دار یا نر اعتباسے
بلرزد حاجیانہ از غمش جان ! ز ہیبت مولوی را سینہ سوزاں
بگویند اندراں عرصاتِ قدسی ! جنابِ انبیا یا ربِّ نفسی
باستر نیک بختاں کامیاب اند ! شریراں سر بسر در پیچ و تاب اند
چو باشد باز پرسی مسعداں را ! کجا باشد نجاتے مربداں را
مخالف مصطفےٰ مردود باشد ! طریقِ مصطفےٰ محمود باشد
اگر جز مصطفےٰ باشد نجاتے ! بجز سنت رسول اللہ براتے
جہنم را چہ ابلیس آفریدند
چہ اکفار منسوب عبیدند والسلام

فقیر غلام رسول از قادہ

۷

یہ خط وہ علماء ضرور مہربانی فرما کر غور سے پڑھیں۔ جن کی عادت ہے تکفر المسلمین اور تفرقہ اندازی در جماعت المسلمین داخل ہے (مؤلف)

عزیز من چوہدری فیض بخش و محمود خان و حاجی الحر بن خدا یار سلامت باشد از فقیر غلام رسول بعد السلام علیکم و دعائے جمعیت دارین مطالعہ فرمایند کہ دریں اوان زبانی حاجی صاحب معلوم شد کہ از چند روز مابین ما و ذیلدار گفتگوئے آمدہ کہ ازاں باز فیض بخش بمسجد مشرف نمیگردد و ایں معنی باعث تحریر چند کلمات است بگوش ہوش باید شنید کہ ما ہمہ مسلماناں باہم برادر ہستیم و در امتثال اوامر الٰہی در فرمان برابر و ماموریم ازاں حضرت صلعم باتفاق یکدیگر خصوصاً نسبی بعلاقہ خویشی اسلام باہم جمع شود۔ نفاق باہم حرام است و موجب تفرقہ مابین اخوان اسلام وصلہ رحم فرض است و موجب برکات و باعثِ نکوئی نام ؎

ز اتفاق مگس شہد میشود پیدا　　خدا چہ دولت و نعمت در اتفاق نہاد

ذیلدار ذیلداری بطاق نسیاں داشتہ محمود خاں بحسن معاملہ پیش آید کہ برادراں باہم حسن سلوک بنمایند۔ و بمشورہ یکدیگر کار سکنند و محمود خاں را لازم است کہ غرور ملکیت را بکنار داشتہ بذیلدار بخصال پسندیدہ چناں کند کہ برادرانِ خورد بر برادران کلاں مینمایند۔ و از مشورت کہ مخالف دیں باشد بیروں زوند و حاجی صاحب خود را مطالعہ نمائند کہ ما مردم درویش سیرت بحسن خلق و سیرت نیک ماموریم۔ درشت خوئی را کہ مانع رضائے الٰہی است بکسو داشتہ چناں کنیم کہ دل ہیچ مسلمانے برما آزردہ نشود و در جماعت مسلمین تفرقہ و فسادے نیفتد کہ در حدیث صحیح آمدہ کہ مسلمانے کہ با مسلمانے ۳ روز صلح نکند در

ایمان او خلل است۔ اگر خفگی نکند بیت سعدی علیہ الرحمتہ نیوبسیم خوش گفت آنکہ گفت ؎

حاجی تو نیستی شتر است از برائے آنکہ　　بے چارہ خار میخورد و بار مے کشد

آہا ازیں ہمہ زیادہ موجب فساد و تفرقہ بے اتفاقی ذیلدار و محمود خاں است

؎ چرا ایشاں نمے باشند چوں شیر و شکر باہم　　عجب فوقے بکام دیں ہمہ زیں کامرانی ہا

ہر کہ آغاز کند صلح بخشیدہ شود گناہانِ او۔ امید دارم کہ برایں نصیحت کاربند شوند و باہم براہ صلح در آئند و انتظام امور ہر دو بمشورت کنند ؎

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند　　جوانانِ سعادتمند پندِ پیر دانا را

حافظ راست ؎

بمجلس نوجواناں راکہن پیرے ضرور آمد
حرارت دارد ایں معجون و طباشیرے ضرور آمد

و ازیں فقیر دعائے خیر در حق ہر سہ بجناب الٰہی است او سبحانہ جمعیت صوری و معنوی نصیب کناد و بدانند کہ دین ما دو چیز است ما اتاکم الرسول فخذوہ و ما نہکم عنہ فانتہوا۔ یعنی یکے بجا آوردن فرمان دوم باز ماندن از منہیات و عصیان خصوصاً کسیکہ قادر بر حرام شدہ پرہیز نماید بخشیدہ شود گناہاں او و از بعض فرشتگان میگذرد درجات از وے رائے کدام حیات آدم حرامخوری پیشہ نماید بباید کہ در عاقبت خود اندیشہ نماید فقط والسلام

۸

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم الحمد للہ فی السراء والضراء والشدۃ والرخاء والعسر والیسر والنعمۃ والبلاء والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الرسل والانبیاء محمد الذی ابتلی ببلاء ما ابتلی مثلہ احد من الاصفیاء وعلی آلہ اصحاب البلاء قدوۃ ارباب الصفاء راضیین بالقضاء واصحابہ عمدۃ الاولیاء

(۷)

یہ خط وہ علمار ضرور مہربانی فرما کر غور سے پڑھیں۔ جن کی عادت ہے تکفر المسلمین اور تفرقہ اندازی در جماعت المسلمین داخل ہے (مؤلف)

عزیز من چوہدری فیض بخش و محمود خان و حاجی الحرمین خدایار سلامت باشد از فقیر غلام رسول بعد السلام علیکم و دعائے جمعیت دارین مطالعہ فرمایند کہ دریں او ان زبانی حاجی صاحب معلوم شد کہ از چند روز مابین ما و ذیلدار گفتگوئے آمدہ کہ ازاں باز فیض بخش بمسجد مشرف نمیگردد و ایں معنی باعث تحریر چند کلمات است بگوش ہوش باید شنید کہ ما ہمہ مسلماناں باہم برادر ہستیم و در امتثال او امر الٰہی در فرمان برابر و ماموریم ازاں حضرت صلعم باتفاق یکدیگر خصوصاً نسبی بعلاقہ خویشی اسلام باہم جمع شود۔ نفاق باہم حرام است و موجب تفرقہ مابین اخوان اسلام و صلہ رحم فرض است و موجب برکات و باعثِ نکوئی نام ہے

ز اتفاقِ مگس شہد میشود پیدا خدا چہ دولت و نعمت در اتفاق نہاد

ذیلدار فریلداری بطاق نسیاں داشتہ محمود خاں بحسن معاملہ پیش آید کہ برادراں باہم حسن سلوک بنمائند۔ و بمشورہ یکدیگر کار میکنند و محمود خاں را لازم است کہ غرور ملکیت را بکنار داشتہ بذیلدار بخصال پسندیدہ چناں کند کہ برادران خورد بر برادران کلاں مینمائید۔ و از مشورت کہ مخالف دیں بناشد بیروں زوند و حاجی صاحب خود را مطالعہ نمائند کہ ما مردم درویش بسیرت بحسن خلق و سیرت نیک ماموریم۔ درشت خوئی را کہ مانع رضائے الٰہی است یکسو داشتہ چناں کنیم کہ دل ہیچ مسلمانے برما آزردہ نشود و در جماعت مسلمین تفرقہ و فسادے نیفتد کہ در حدیث صحیح آمدہ کہ مسلمانے کہ با مسلمانے ۳ روز صلح نکند در ایمان از خلل است۔ اگر خفگی نکند بیت سعدی علیہ الرحمتہ نیو بسیم خوش گفت آنکہ گفت ہے

حاجی تو نیستی شتر است از برائے آنکہ بے چارہ خار میخورد و بار مے کشد

اما ازیں ہمہ زیادہ موجب فساد و تفرقہ بے اتفاقی ذیلدار و محمود خاں است ہے چرا ایشاں نمے باشند چوں شیر و شکر باہم عجب نوُقے بکام دیں دہد زیں کامرانی ہا

ہر کہ آغاز کند صلح بخشیدہ شود گناہانِ او۔ امید دارم کہ برایں نصیحت کاربند شوند و باہمہ برادرے صلح در آئندہ انتظام امور ہر دو بمشورت کنندہ

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جاں دوست تر دارند جوانانِ سعادتمند پندِ پیر دانا را

حافظ راست ہے

بمجلس نو جواناں را کہن پیرے ضرورہ آمد
حرارت دارد ایں معجون دطبا شیرے ضرورہ آمد

و ازیں فقیر دعائے خیر در حق ہر سہ بجناب الٰہی است او سبحانہ جمعیت صوری و معنوی نصیب کناد و بدانند کہ دین ما دو چیز است ما اتاکم الرسول فخذوہ وما نہٰکم عنہ فانتہوا۔ یعنی یکے بجا آوردن فرمان دوم باز ماندن از منہیات و عصیان خصوصاً کسیکہ قادر بر حرام شدہ پرہیز نماید بخشیدہ شود گناہاں او و از بعض فرشتگان میکذرد درجات از دیرائے کدام حیات آدم حرام خوری پیشہ نمایند بباید کہ در عاقبت خود اندیشہ نماید فقط والسلام

---

(۸)

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ فی السراء والضراء والشدۃ والرخاء والعسر والیسر والنعمۃ والبلاء والصلوٰۃ والسلام علی رسولہ سید الرسل والانبیاء محمد الذی ابتلی ببلاء ما ابتلی مثلہ احد من الاصفیاء وعلی آلہ اصحاب البلاء قدوۃ ارباب الصفاء راغبین بالقضاء واصحابہ عمدۃ الاولیاء۔

امابعد للہ ما اخذ وما اعطی وکل شیئ عندہ باجل مسمی عظم اللہ قدرکم۔ ازانجا کہ از قدیم حضرات اہل بیت وجگر گوشہائے رسول الثقلین بمقتضائے شان محبوبیت بانواعِ بلیہ مبتلا بودہ برضائے بالقضا رکہ اقصی مقامات ولایت است گوئے سبقت از میدان صفوت بردہ اند وزمام اختیار خویش بکمال رضا و تسلیم بمولائے خویش جلت عظمتہ سپردہ ومبشر بہ بشارت وبشر الصابرین الذین اذا اصابتہم مصیبۃ قالوا انا للہ وانا الیہ راجعون بودہ وبفحوائے عزائے وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر ہمیں وصیت اتباع خود را فرمودہ پس بدون شکیبائی ورضا بالقضا چارہ نیست وبمضمون من لم یرض بقضائی فلیطلب ربًا سوائی از جزع وفزع باز باید ایست عزیزے گفتہ ؎

مسافرے نرسید از عدم کز و پرسم　　کہ پیر چرخ کجا برد نوجوان مرا

دیگرے گفتہ ؎

افسوس گلرخاں کفن پوش شدند　　وازصحبت ہمدماں فراموش شدند

آنانکہ بصد زبان سخن مے گفتند　　آیا چہ شنیدند کہ خاموش شدند

بر عمر گذشتہ خود تاسف نمودہ بہاہائے باید گریست وبچشم عبرت یاراباب چشم وجاہ صور بہ باید نگریست کہ چگونہ بودند وکجا رفتند ؎

آں قصر کہ با چرخ ہمی زد پہلو　　بر درگہ او شہاں نہادندے رو

دیدیم کہ بر کنگرش فاختہ　　بازسوز ہمی گفت کہ کوکو۔ کوکو

دبا وجود دیکہ کوس رحلت بگوش ما مے کوبند۔ از خواب تغافل بیدار نمے شویم وروز بروز در دلِ غفلت ہوائے نفسانی فرومیردیم ؎

عید و شیفتہ روصبح وشادی شد ورفت　　شادی وغم وہجومِ عامے شد ورفت

ایں غنچے زلال وصحبت سیم تناں　　در عالم خواب احتلامے شد ورفت

سعدی گفتہ ؎

دو بینم کہ روز کباب　　کہ میگفت گوینده باریاب

دریغا کہ ما بے روزگار　　بروید گل و بشگفد نوبہار

بسا تیر و دے ماہ اردی بہشت　　بیاید کہ ما خاک باشیم وخشت

والسّلام علیکم غفر اللہ تعالےٰ لنا ولکم

فقیر غلام رسول از قلعہ

۹

یہ خط حضرت مولوی صاحب مرحوم نے مولوی علاؤ الدین صاحب گوجرانوالہ کو دہلی میں لکھا تھا جبکہ وہ وہاں تعلیم پاتے تھے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علے رسولہ الذی لا نبی بعدہ وعلی آلہ وصحبہ وعلی سائر من بذل فی مرضیات اللہ جہدہ۔

امابعد۔ عزیز رقعہ آں عزیز رسید۔ خوشی گردید۔ پدر شما بسیار بانتظار چنانکہ حد وغایت نیست۔ علم دین آمدہ بود۔ کہ از شہاب الدین شنیدہ بودیم۔ کہ بعد عید مے آید وتا حال نیامدہ۔ باید کہ خطے بایشاں بنویسند۔ کہ بدون خط شما ایشانرا اطمینان نیست۔ عزیزا مرزا خواندیا حمد اللہ مارا چنداں فرحت نیست۔ کہ بعلم حدیث بود۔ ومدارِ علم بر عمل است وعمر درگذرد۔ ودر عمل شمارا التکاسل وتغافل لاحق ومعلوم نیست کہ صحبت کدام کدام شمارا مے باشد کہ باب خیر وشر صحبت است۔ اما حیف صد حیف ؎

صحبت نیکاں زجہاں دور شد　　خانہ غسل خانہ زنبور شد

کار تحسین گفتار نمے کشاید　　بلکہ تحسین کردار عزیزا اگر ایں

وقت پیک اجل برسد چہ جواب دہ آخرت خواہی داد۔ کہ در کدام مشغلہ بودم ؎

بہ بامِ منطق اے سُلّم نہادہ ❊ زِ اوج اہدا او در او فتادہ
بجز حُبِّ خدا وند تبارک ❊ مبارک نیست ایں قاضی مبارک
زِ حمد اللہ تغیر یافت حال ❊ بحمد اللہ نبودت ہیچ اشتغال

عزیزا بار بار اینجا آمدنی نیست آخر روزے ازیں دار فنا رفتنی است
ہلک المسوفون شنیدہ باشند ؎

ہیں مگو فردا کہ فردا ہا گذشت ❊ تا بکلی نگذرد ایام کشت
اینقدر تخمے کہ باید کشت بکار ❊ تا در آخر در دہد صد برگ و بار
اینقدر عمرے کہ ماند ست بیاز ❊ تا دم آخر ببینی از رُوے عزد ناز
رو بگورستاں دمے خامش نشیں ❊ واں خموشانِ سخن گو را ببیں
گرچہ یکساں ست روئے خاکشاں ❊ نیست یکساں حالتِ چالاکِ شاں
لحم و شحمِ زندگاں یکساں بود ❊ آں یکے غمگین و ایں شاداں بود

ہموارہ وردِ دل مے آید کہ جمعیت نماند بیدار ئے شب در تہجد ہم رسانید
بود وقد رے خط کہ نمونہ از خرد ایسے بود ہیبت یاد را اشتغال لایعنی رفت ؎

خوابم نشد از دیدہ دریں تحرِ سوز ❊ کاغوش کہ شد منزل آسائش خوبیت

اگر دریں امر فتورے افتاد یا قصورے رو داوہ بیشک مغبون اند۔ و در
اشتغالِ لاطائل مقتول ؎

بوقت صبح ہمیشود بحضور معلومت ❊ کہ باکہ باختہ عشق در شب دیجور
چند چند از حکمت یونانیاں ❊ حکمتِ ایمانیاں را ہم بخواں

والسلام علیکم و بمولویصاحب السّلام علیکم رسانید
و کتب شاہ ولی اللہ صاحب رسائل شاں ہر جا کہ دستیاب
شوند مد نظر دارند۔ اولاً اطلاع نویسند باز نوشتہ شود۔ و مبلغات
شش روپیہ تا حال نفرستادیم۔ اما عنقریب میفرستیم۔ والسلام علی شاہ

چھتر و الا دریں روزہا فوت شد ؎

ساقیا عشرتِ امروز بفردا مفگن ❊ یا ز دیوانِ قضا خط ہر حال بمن
واز محمد قاسم السلام علیکم ❊ نقیں غلام رسول از قلعہ

مولوی صاحب بیان کرتے تھے کہ جب میں نے اس خط کو پڑھا تو اس قدر رقت طاری ہو گئی کہ برابر ہفتہ بھر پڑھا نہیں سوجھا اور روتا ہی رہا۔ میرے استاد صاحب نے جب بہت تقاضا سے مجھ سے رونے کا سبب دریافت کیا (کیونکہ ان کو شک پیدا ہو گیا تھا کہ اس کے خاص عزیز کے فوت ہو جانے کی خبر اس کو موصول ہوئی ہے) تو میں نے روتے ہوئے اُن کو یہ خط ہی دے دیا۔ وہ بھی پڑھ کر رونے لگ گئے۔ اب بھی مولوی صاحب کی یہ حالت تھی کہ خط بہت سنبھال کر رکھا ہوا تھا اور کبھی کبھی نکال کر اس کو پڑھ پڑھ کر روتے تھے۔ (مولف)

(۱۰)

یہ خط مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں۔ بجواب ان کے خط کے لکھا گیا۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وکفی والسلام علی عبادہ الذین اصطفی

امابعد۔ بخدمت شریف جناب فیض مآب جامع کمالات مورد عنایات حضرت من دامت برکاتہ۔

از فقیر غلام رسول بعد السلام علیکم و تقدیم آداب و نیاز معروض آنکہ محمد عثمان رسید و مکتوب شریف کہ نامزد حقیر بود رسانید ؎

من کہ باشم کہ بر آں خاطرِ عاطر گذرم
لطفہا میکنی اے خاکِ درت تاجِ سرم

حسب المیعاد منتظر ارشادم۔ خدا کند کہ بروز انتظار بحیات من بیاید۔ کہ حیات فانیہ اعتبارے نیست۔ و بار بار اینجا آمدنی نیست۔ ہر چند دریں راہ دویدہ ام۔ تا ہنوز روئے مطلوب ندیدہ ام ؎

مرا عہد یست با جاناں کہ تا جاں در تنم دارم
ہوا داران کویش را چو جان خویشتن دارم
الا اے پیر فرزانہ مکن منعم ز مے خانہ کہ من
در حق پیمانہ دل پیماں شکن دارم

دیگر آنکہ شیخ عبداللہ قوم برہمن حامل رقیمہ ہذا دو سہ سال است کہ خالص مخلص برائے خدا بلا شائبۂ ریا و سمعۃ بلا شوب غرضے از اغراض دنیویہ بہیئو بر دانابت پرداختہ بخلعت اسلام خود را مخلع ساختہ۔ چوں از آغاز تا حال شوق دریافت ذوق اسلام حقیقی در سر دارند و بدوں صحبت خدا مرداں حصولش متعسر و بے عنایت عزیزاں وصولش متعذر خصوصاً دریں زماں کہ مدعیاں کثیر اند و صاحبدلانِ روشن ضمیر اکسیر نظر در اکثر صحبتہا تفرقہ و مخل جمعیت اسلام چہ تواں کرد و کجا رفت ؎

یا ہر کہ نشستی و نشد جمع دلت | واز تو نرمید زحمت آب و گلت
زنہار ز صحبتش گریزاں می باش | ورنہ نکند روح عزیزاں بحلت

لہذا با رادتِ کامل راہے است با میدِ آنکہ بہ بیعتِ خود مشرف فرمودہ نظرے فرمائند کہ موجب اطمینان قلب او گردد و بزبان حال و قال بہر کس گویاں باشد ؎

اینجا بیا کہ جلوۂ نور محمد یست | اینجا بیا کہ مائدۂ فیض سرمد یست
اینجا بیا کہ نور یقین جلوہ میکند | خوش وقت آنکسیکہ باین نعمت مہتد یست
اے ماندۂ بہ ظلمتِ شک ایں طرف بیا | تا بنگری بچشم کہ دین دین احمد یست

و در حق مولفۃ القلوب مرفع الوقتی موجب تشتت و مخل جمعیت میگردد

امیدوارم کہ عرضدِ است قبول خواہد شد و آنچہ در مکتوب شریف از حال مشائخ زماں مرقوم بود کہ سالقیں با وجود علو ہمت و سرعت سیر مقامات خود را منصبِ مشیخیت نمے نہادند و دریں وقت کہ نقصان در نقصان است وا زمعنی بصورت قانع اند از کثرت مریدین ہیچ با کے ندارند۔ حضرتِ من در حق بعضے بقیاس فقیر ہمیں است کہ در مثنو یست۔

ہمچو صیاد آورد بانگ صفیر | تا فریبد مرغ را پا آں مرغ گیر

و از بعضے اکا بیر۔ پرسیدہ شد۔ گفتند کہ طریق مقربین سابقین کہ اہل اللہ اند۔ در ہر زماں طالبانش کم بودہ اند۔ و دریں زماں بجز نامے نشانے نیست۔ الحق آں مشروط بشرائط است۔ در حق مرید از وثوق ارادت و آداب صحبت کما فی المکتوب الی شیخ الحمید البنگالی فی الجلد الاول و در حق مقتدائے قلبے شورد قلب ارادہ از طے مقامات و اجازت شیخ مکمل است و طریق ابرار از اوراد و اذکار و صلواۃ و تلاوت و نوافل موقوف بر اجازت احدے نیست۔ مقربین خود کمیاب اند و ملحدین برائے اضلال بہر نوائے در شتاب مبادا کہ بزندیقے گرفتار شدہ سرمایۂ ایمانی برباد دہد باین نیست اگر بگوید مضائقہ نیست۔ لیکن آگاہ کنند کہ طریق مقربین دیگر است تا تلبیس شود فقط۔

فقیر غلام رسول از قلعہ

---

(۱۱)

حضرت مولوی صاحب مرحوم نے مندرجہ ذیل خط بدست حافظ غلام مرتضیٰ صاحب جو بڑے خوش الحان تھے۔ بخدمت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی ارسال کیا۔ حافظ صاحب موصوف آپ کے مرید اور بڑے نیک آدمی تھے ۔

اے ساربان بیا کہ بغزنی سفر کنیم / بینیم دیارِ یار غم از دل بدر کنیم

در لمحے کوہ و دشت و بیابانِ آنسوار / کفشے ز چشم منتظر پائے سر کنیم

از حد گذشت درد و غم انتظار یار / اے خوش شد میکہ بر در جاناں گذر کنیم

زاں صحبتے کہ طالع بیدار ہم ندید / بے بہرہ گشتہ ایم و شما را خبر کنیم

در وا گذشت موسمِ فصلِ بہار گل / بلبل صفت مدوست تتابن بسر کنیم

باز آ نسیم وصل بیا در حیات ما / یا اے حبابِ زندگی خود ز سر کنیم

خوباں بصد کمال و جمال اند سو بسو / حسنش ز عالمی است دگر چوں نظر کنیم

(۱۲)

یہ خط بھی مولوی عبد اللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں لکھا گیا ہے۔

اور محمد علی صاحب بوپڑوی لے کر گئے۔

نویدا اے بلبلِ بیدل بفضل اللہ بہار آمد / خوشا روزِ وصالِ گل کہ بعد انتظار آمد

بساز اے ساربان بار ے در چشم محمل جاناں / برآ اے جان باستقبال چوں آں شہسوار آمد

بدر وازہ بہ آمد جاں براہِ انتظار تو! / چہ فرمائی بہ آید یا بگردد چہ نکہ یار آمد

شنیدستم کہ آں دلبر کرم فرمے دلبرائی ہا! / کنوں از یمین دلداری برایں بیقرار آمد

خرابیہا از بادِ خزاں آمد بباغ ما / کنوں انصافِ خود خواہیم چوں فصل بہار آمد

بیا دامن فشاں اے گل ببزم شادمانیہا / بروائے غم ز کوئے ما کہ یارِ غمگسار آمد

سزا بر مقدم جاناں ز مشتاقاں نثار جاں / بہ آں راہے شوم قرباں کہ آں زیبا نگار آمد

غلام ایں نامہ شوق از مداد دیدہ بنوشتہ / ہزار دل سند پروانہ بہر حرفش بکار آمد

خدا رحمت کند وے را کہ خواند پیش عبد اللہ / ز سوز سینہ ایں نامہ مخبر حالِ زار آمد

(۱۳)

ایک مذہبی سوال ایک ہندو نے آپ سے دریافت کر بھیجا

تھا۔ جو جواب آپ نے لکھا وہ درج ذیل ہے۔

سوال:۔ رام دتا ٹانڈو سکنہ حافظ آباد جواب طلب معرفت حافظ غلام احمد صاحب کولو والا۔

شہپیر نام مکانیست کہ بھگوان بایاں در آنجا مے ماند و آنچہ مسلمانان گویند کہ خدا لا مکان است بکدام وجہ میگوئید۔ چرا کہ جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم را حق تعالےٰ در شب معراج بسوئے عرش بریں خواند و حضرت جبرئیل صحائف از طرف آسمان مے آورد۔ پس معلوم مے شود مکان خدا تعالےٰ بسوئے بالا است۔ جواب فرمایند۔ انتہےٰ۔

الجواب:۔ از مولوی غلام رسول صاحب کما قال۔ بعد حمد خدائے بے ہمتا۔ ہو مولائی ربی الاعلیٰ۔ ہم درود رسولِ عرب و عجم۔ عترت و آل و صحب خیر الامم۔ قولہ شہپیر نام مکانیست کہ بھگوان بایاں آنجا می ماند۔

جواب:۔ دلیل اول کہ بر مکانِ خدا گزرانیدہ و باسم بھگوان یاد کردہ موافق مدعائش نیست کہ چوں بھگوان معین نیست مکانش چگونہ مشخص باشد۔ و ایں کہ نوشتہ مخالف مہابھارت است کہ مثلش کتابے در مذہب ہنود معتبر نیست۔ بیست و چہار بار بھگوان در اشکال مختلفہ نزول یعنی اوتار نمودہ۔ از انجملہ رام چندر پسر جسرت شوہر سیتا در شہر اودھ و از انجملہ سری کرشن جی بھگوان کہ مکانش دوارکا است۔ ہمیساں مچھ و کچھ اوتاراں بارہ و نرسنگہ اوتار وغیرہ کہ تفصیلش دراز است و حالانکہ ایں تعیین مکان ہم مخالفِ عقیدہ معتبرہ ہنود است۔ چنانکہ نوشتہ مے شود در اول آغاز اور ب نوشتہ سوت پوران چو دانست کہ شونک و دیگراں ہمہ از شنیدن ایں قصہ دارند۔ بنیادِ ایں برکت نہادہ اول اوست سری مہاراج کہ اول نام سری مہاراج مے برم۔ کہ ہر چہ ہست اوست و ہمہ کس نام او را میگویند و ہمہ وصفِ او مے کنند و حق اوست یکتا و بے ہمتا

و از ہمہ بزرگ تر۔ ظاہر و پنہانست اول و آفرندار دو او را بنظر نمے
تواں دید۔ دانایاں او را بعقل کامل شناختہ اندکہ ہر چہ ہست اوست
و از فعل و سبب بربیت و برہما مہادیو و رشن و کشن و اندر دغیرہ ہم ہمہ
پیدا کردہ است و دائم بودہ است و دائم خواہد بود و فنا ذات او را لاحق
نیست و ہمہ جا موجود است و کریم و بخشندہ و قوی گرداننده ضعیفاں است
چوں نام او را مے برند آن ہمہ از گناہاں پاک مے شوند۔ و بزرگ ہم اوست
ایں چنیں سری مہاراج سجدہ و تعظیم و عبادت میکنم۔ او پرب متعینہ

قولہ آنچہ مسلماناں گویند کہ خدا لامکان است۔ بکدام وجہ میگویند۔

جواب :۔ چوں از عبادت سابق معلوم شد کہ خدا ازلی است
اول ندارد و ابدی است آخر ندارد و پس مکان آفریدہ اوست۔ و فاتی چگونہ
اول از و باشد و ذات قدیم محتاج او باشد و ذات قدیم محتاج او باشد
ہر کہ مکان ثابت میکند کہ شہپیر ہم مخالف عبادت سابق است۔ کہ انجا
نوشتہ کہ ہمہ جا محیط است۔ گویا مصداق ایں مصرعہ است۔ ع

نہ تو در ہیچ مکانے نہ مکانے از تو خالی

دلیل دوئم۔ کہ از معراجِ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلّم گذرا بندہ
معنی معراج نہ فہمید۔ لہذا نوشتہ می شود کہ معراجِ انبیا و اولیا و مومنین
مختلف است حسب مراتب خود چنانکہ معراج یونس علیہ السلام در شکم
ماہی است و معراج موسیٰ کلیم اللہ تا طور سینا و معراج ہر مومن سجدہ
کردن نماز است الصلوٰۃ معراج المومنین مزایت از یں مثنوی
شریف است ؎

قرب بے بالا و پستی رفتن است　　　قرب حق از قید ہستی رستن است

در بوستان است ؎

بلند بیت باید تو اضع گزیں　　　کہ ایں بام را نیست سلم جز ایں

امّا ایں معراج کہ سوئے عرش بریں است۔ برائے نمودن عجائب قدرتہا
مراد است۔ آیت کریمہ لنریہٗ من آیاتنا الکبریٰ است بدیں پس معنی
معراج عروج کردن است از صفات بشریہ بقرب الٰہی جلشانہ بحسب
استعداد خود لہذا در مدارج النبوۃ نوشتہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم
را معراجہا بود۔ اما متضمن عجائب و غرائب بود۔ بسیار مشہور است و بالسنہ
مذکور۔ چرا کہ دریں سفر براق معہ جبرائیل فرستادہ از مسجد حرام با قصٰے
بردہ از انجا باسماں بردند کہ کسے را بدیں قسم نہ بردہ بودند و نمودند آنچہ
نمودند بدیدہ۔ ع آنچہ از حد دیدہ بیروں بود دیدہ۔

دلیل سوئم : کہ آوردن صحائف از آسمان است۔ جوابش آنکہ اوّل
منزلِ ملائک آسمان است۔ منزل جبرئیل سدرۃ المنتہیٰ لہذا چوں حکم الٰہی
باو میرسد از آسماں معہ وحی نازل شود و در سابق نوشتہ شد قربِ خدا
بالا و پستی موقوف نیست باقی ماند۔ آنکہ در قرآن مجید است الرحمٰن
علی العرش استویٰ یعنی خدا بر بالائے عرش قائم شد۔ ترجمہ اردو
خدا اوپر تخت کے قائم ہوا۔ ترجمہ عبدالقادر۔ از یں آیت مستفاد است
کہ استویٰ خدا بر عرش است اما کیفیت او مجہول است کریمہ لیس کمثلہ
شیٔ نطق است چنانکہ امام مالک فرمودہ الاکیفیتہ مجہول و الایمان بہ واجب
و الانکار و بہ کفر و السوال عنہ بدعتہ، پس ایں ایمان ما باستویٰ علی
العرش بلامکان گفتن منافی نیست کہ جہت و مکان تا عرش است
و بالائے عرش مکانے نہ جہت را ملایت بپایاں رسید قطعیت بہ
پرکار دوراں رسید خلاصہ آنکہ لامکان گفتن ما و جہے دارد و تعین
مکان بھگوان از شما بے وجہ محض و حالانکہ خود بید شما را تکذیب
میکند چنانکہ در آخر بھوب سیز دہم مہابھارت مرقوم است۔ کہ سری کرشن
جیو بھگوان است و آفرینندہ خلق و آں سری کشن بھگوان چنانست کہ

اول آخر ندارد و در ہر جا و ہمہ کس مکانے وارد و خلق ہمہ تابع اوست و بر
ہمہ بزرگ اوست و داننده جمیع اعمال خیر و شر اوست و ثنائے سری کشن جیو
در چہار دہ طبق زمین آسمان مذکور است و جائے بازگشت عالم آں بھگوان
است و خلق ہمہ چیز از و خواہد و پیدا کنندۂ خلق و عقل اوست و بنده کیسکہ
ایں تمام خلق بوجود آمده ہمیں بھگوان شری کشن است و عبادت کہ بہترین
عبادت ہا است عبادت ہمیں بھگوان است۔ انتہے ۱۲۔

دریں عبارت معلوم چہ قدر کلامہا متناقض است۔ در تعریف مہاراج
گفتہ بود کہ کشن و لشن آفریده اوست۔ اینجا آفریننده خلق قرار داده
ہمیں را بھگوان مقرر کرد۔ در اول گفتہ بود کہ شہپیر مکانِ اوست و اینجا
گفتہ کہ در ہمہ جا و در ہمہ کس جائے دارد۔ بلکہ تمام صفاتِ خدا سری کرشن
را ثابت کرد در دیباچہ مہا بھارت اینطور معلوم میشود کہ سری کشن بھگوان
پسر دیو جاد داست و مولدش از ترس و کنس کہ دشمن جادواں بود حکم کشتن
او کرده و مدت سی و دو سال بعد از بر آمدن از خانہ نند گوپال در متھرا کہ در
پنجاب است باستقلال گذرانیده آخر الامر راجہ جراسند از ملک بہاڑیا
لشکر انبوہ بقصد ہلاک وے متوجہ متھرا شد و از جانب مغرب کال جمن راجہ
ملچھان یعنی از طائفہ کہ دین و آئین نداشتہ باشند بالشکر گراں بر کشن جیو
قصد بزرگ نموده۔ بعضے بر آنند کہ کال جمن راجہ عربستان بود کہ کشن چوں
تاب مقاومت بایشاں نیاورده بدوارکہ کنار دریائے شور بعد کرده
از احمد آباد است رفتہ متحصن شده ہفتاد ہشت سال در آں حدود مخفی
شده بود در محلی کہ ساکن بوده بسر مے برد۔ بعد ازاں کہ عمرے او بصد و بست
و پنج رسید مسافر عالم باقی گشت۔ سبحان اللہ مخلوقے را کہ در متھرا از خانہ لسبدیو
تولد شده و بخانہ گوجراں تربیت یافتہ و بہ غنیم تاب مقاومت نداشتہ مخفی
شده بوقتِ خود مرده بھگوان قرار داده اند چہ قدر بے ادبی خالق است

و شرک باں جناب والا۔ سوال مے کنم کہ اگر سری مہاراج کہ در اندرون
کتاب وصف او گذشتہ بھگوان است۔ پس ایں بھگوان در ہر جا و در ہر
کس چگونہ سرایت کرد عقل را کافرمایند۔ بہسراں رام چندر۔ ۱۲۔

باب نہم

مولوی صاحب مرحوم کی نظمیں

اکثر نظمیں قبل ازیں والد صاحب کی طبع ہو چکی ہیں۔ مثلاً قصہ حضرت
بلال رضی اللہ عنہ حلیہ حضرت صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کلاں و خورد۔ قصہ سسی و پنوں۔ سی حرفی
وغیرہ۔ ان کتابوں میں علاوہ نفس مضامین کے اور بھی عشقیہ نظمیں ہیں۔ جن
سے وہ لگن ظاہر ہوتی ہے۔ جو ایک بندہ خدا میں ہونی چاہیئے۔ غیر مطبوعہ
نظمیں علاوہ ان نظموں کے بھی ہیں۔ جو اب ہدیہ ناظرین کی جاتی ہیں۔ اور
وہ حسب ذیل ہیں۔

یاراں چہ بوده اند کہ از ما جدا شدند ۔۔۔ یارب چہ روز بوده کہ از ما جدا شدند
گر نو بہار آید و پرسد ز دوستاں ۔۔۔ گو اے صبا کہ آں ہمہ گلہا گیاه شدند
اے گل چو آمدی ز زمیں گو چگونہ اند ۔۔۔ آں روئیہا کہ در تہ گرد فنا شدند
آں سروراں کہ تاج سر خلق بوده اند ۔۔۔ اکنوں نظاره کن کہ ہمہ خاکپا شدند
بازیچہ ایست طفل فریب ایں متاعِ دہر ۔۔۔ بے عقل مردماں کہ بدیں رہ فنا شدند

رسید مژده کہ امروز یار مے آید! ۔۔۔ خزاں رسیده چمن را بہار مے آید
بخواب مے نگرم یا بعین بیداری ۔۔۔ کہ آب رفتہ در یں جو بیار مے آید
بشکرِ مقدمِ جاناں بیا کہ گوہر جاں ۔۔۔ کنم نثار کہ بے او چہ کار مے آید
بود کہ منزل دل راز غیر پردازم ۔۔۔ شنیده ام کہ پگاہے نگار مے آید
بفرشِ دیدۂ ما کاشکی نہد گامے ۔۔۔ کہ چشم منتظر و اشکبار مے آید

دل بر آں شد تا چو مجنوں روئے در صحرا کنم
آنچه در دل دارم از دیوانگی ها وا کنم

در طریق یثرب اندر شوق ختم المرسلین
چشم نگراں کفش راه و تارک سر پا کنم

پاره پاره کرده بر خود جامۂ صبر و قرار
از غم هجر رسول اللہ واویلا کنم

خلقه القرآن چو آمد مدح آں خلق عظیم
قاصرم هر چند دفترها از و املا کنم

اے صبا وائے پیک مشتاقاں بدربارش برد
با همه بیتابی جانم که در شبها کنم

باز گو اے شاه والا جاه ملک دلبری
مدتے شد کز غمت چاک گریبانها کنم

آنچه بر من رفت کز هجر جناب پاک تو
بر تابد نامه و خامه کز و افشا کنم

یا رسول اللہ ص بحالم یک نگاهِ مرحمت
کز دو عالم دیده دوزم در سگانت جا کنم

چوں شوم بیتاب از شوقِ جمال روئے تو
بیت جامی خوانم و از سوز زاری ها کنم

کے بود یا رب که رو در یثرب و بطحا کنم
گه بمکه منزل و گه در مدینه جا کنم

خیز از خوابِ خوش اے ابن السبیل
مے زند دستِ اجل کوس رحیل

وقتِ سفر است ایں زمانِ خواب نیست
قافله شد زود شو بر راه مایست

بیں که در ماضی چه ساماں کرده
بهر گورِ خود چه زاد آورده

پیش تو افسانه حالِ پاستاں
روزے آید خود تو گردی داستاں

باش تا چینند ایں یا زاں ترا
از تو وا گیرند کار و بار را

رخت بر بندی ازیں فانی سرا
باز پس اینجا نیائی دیگرا

منزلے خود را بگورستاں کنی
دست بر دستِ تغابن در زنی

موسم سرما و گرما بار بار
بگذرد اندر لحد لیل و نهار

تو ز گور خود نیاری سر بروں
تا به نفخۂ ثانیه اندر سر دل

سالها گذرد که نا زند از تو یاد
خاکِ گورت را بهر سو برده باد

کن نظر بر حال همراهت تو خود
یار غار و محرم رازت برند

زیں دو قاتل غافلا عبرت پذیر
بارے از مرگِ عزیزاں پند گیر

روزے ایں جانِ عزیز از تن بروں خواهد شدن
سند و دستی رنگ تنگ از غوں خواهد شدن

ماجرائے رفتگاں از بهر ما افسانه ایست
روزے آید حالِ ما هم داستاں خواهد شدن

اندرینجا هر چه دیدے عمرِ خود را سوختیم
از نظر ایں پیکرِ خاکی نهاں خواهد شدن

بند بند از هم گسیخته و انهادت خوشته وا
الوداع از خویش و پیوند فتحانماں خواهد شدن

از فرامِ بید ماعیهلے ماگو بگذریں
باش زیر ما بیا بنگر چساں خواهد شدن

باد صبا یا یارے گذر بر روضۂ جانانِ من
یاد در دلِ نالاں شوی چوں دیدۂ گریانِ من

بعد از نیاز و عاجزی معروض حالِ من کنی
کز هجرت آں گلبدن بد عندلیب جانِ من

جانِ جانانم بیا بنگر چساں از سوزِ دل
بوئے کباب آمد بروں از سینۂ بریانِ من

دیده ام اندرے خاک نے عبارت قطره زن
کن غیرت افزائے خیال ایں کلبۂ احزانِ من

چند الحذر از هجر لئے ساقی کشیدم مدتے
درد و الم داند خدا یا خاطرِ نگرانِ من

بیدلی بر بندۂ مسکین غلام خویشتن
از گوشۂ چشمِ نگر اے شاه عالی شانِ من

اے که برباد شده عمرِ عزیز
یاد گیر ایں نکته را از اهلِ تمیز

بالضرورت زیں جهاں خواهی شدن
بار بار ایں جا نخواهی آمدن!

کن نظر در حالِ خود اے ناتمام
اندریں فرصت تو مشغولِ کدام!

سلم و قاضی مبارک مے فری
رنج در تحصیل منطق مے بری

شاید ایں تذکیر گردد کار گر
حسبِ حال خود شنو اے بے خبر

چند چند از حکمتِ یونانیاں
حکمتِ ایمانیاں را هم بخواں

حبذا سفر السعادت حبذا
مرحبا اے طالبِ صادق بیا

بر احادیث صحیحه مشتمل
تا بفضل اللہ گردی زنده دل

درجِ دل از فضلۂ شیطان بشو — اے مدرس درسِ عشقی ہم بگو
صاحبِ قاموس محمد الدین بنام — کرد ایں تصنیف زیبا را اتمام
نقد ایماں را ازیں جا باز جو — ز آبِ سنت ظلمتِ دل باز شو

مناجات در استدعائے دادِ عشق از والد مولوی صاحب مرحوم

الٰہی عشق دا دہ جام مینوں — الٰہی عشق کر انجام مینوں!
الٰہی درد سے کر دل شکستہ — کریں غم نال میری جان خستہ
الٰہی عشق کے جذبات چاہاں — محبت خاص دی برکات چاہاں
بظاہر شرع ظاہر موں موافق — بباطن شرع باطن موں مطابق
براہ احمدی مُرسل مصمم! — کر دیا رب ز الطاف و ترحم
رسول اللہ کہ ختم الانبیاء ہے — شفیع المذنبیں روز جزا ہے
ہووے میرا شفیع روز محشر — خداوندا اجابت ایہ دعا کر

مناجات از حضرت صاحب مرحوم

کرم مہر یا حضرت نبیؐ منگاں تیرا دیدار ہیں — اوڈک ہاں گولی آپ دی توڑے ہاں بدکردار ہیں
یا رحمۃ للعالمین والی سرے دنیا دے دیں — کو رسیاہ ایسے نہیں جیسے ہاں گنہگار ہیں
میں نال کتنی آیاں سب جگ چمکے دھایاں — کر مہربانی سائیاں ستی رہی بیکار میں
ہن مار آئیں رنیاں مل ہک لک دھونیاں — کیوں کھوکھڑائیاں پونیاں گئی وقت دے سائیں
ہووے جو حکم حضور دا پاواں تجلی نور دا — اوہ مشعلہ کوہ طور دا اے سید الابرار ہیں
جس نوں دی ہیں جایاں بال تیرے لڑ لائیاں — رو ندی حضور تے آیاں اے قافلہ سالار ہیں
ایہ چھڈ ترنجن جاوناں مڑ مڑ نہ کتنی آوناں — ہرگز نہ پھیرا پاوناں اس دیس دوجی وار ہیں

اے بے شعور رووے پرا ہے نکر دہ! — خود را اخلاص از غم جانے ہے نکر دہ!

چشمت گہے ز خونِ جگر اشک تر نریخت — گر یا العمر خویش گناہے نکردہ!
از بہر نفس صرف نمودی تمام عمر — از بہر خوف گورِ تو آہے نکردہ
آتش زدی چونے بہ نیستان دیگراں — یک نالۂ بحالِ تباہے نکردہ
بر باد رفت عمر یا آنت رسید رفت — خاک بسر کہ ترک گناہے نکردہ
راہ طویل و عمر قلیل است و بس قلیل — زادے بقدر برگِ گیاہے نکردہ
تو یوسفی فتادہ بصد چاہ از گناہ — فکرے بر آمدن از تہ چاہے نکردہ
شستی تو جامۂ بدن از چرکِ ظاہری — گر شست و شوئے قلبِ سیاہے نکردہ
آموختی تو جمع زر از کاسۂ گدا — کسبِ سخا ز خدمتِ شاہے نکردہ
سر را ببنگ میزنی از حرصِ تاج و زر — گاہے بسر ز ترکِ کلاہے نکردہ
گفتی کہ من غلام رسولم[1] و لے غلط — یک خدمتش بشام و پگاہے نکردہ

باب دہم

کشف اور کرامات کا بیان

(۱)

"قلعہ میہاں سنگھ" میں ایک گلاب نام چوکیدار تھا۔ وہ موضع مرالیوالہ میں چوکیدار مقرر ہو کر چلا گیا۔ وہاں ایک بیوہ دھوبن تھی۔ اس کے دام الفت میں گرفتار ہو گیا۔ جب مرالیوالہ کے باشندوں کو اس بات کا علم ہوا۔ تو انہوں نے گلاب کو وہاں سے نکال دیا وہ واپس "قلعہ میہاں سنگھ" میں آ گیا اب چوکیدار نے یہ دستور مقرر کر لیا کہ روزانہ مولوی صاحب کے پاس جاتا اور یہ کہتا کہ حضرت میں مر چکا ہوں۔ ایک دن مولوی صاحب قریب کے بالاخانے میں قیلولہ فرما رہے تھے۔ گلاب مولوی صاحب کے ایک خادم بڈھا کشمیری کو سفارشاً ساتھ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں پہنچا۔ اور دستور کے موافق مولوی صاحب کو دابنا شروع کیا۔ اور اپنی سابقہ درخواست

[1] اس کی طرف اشارہ ہے یعنی والد نے میرا نام ہی غلام رسول رکھ دیا ۱۲

پیش کی۔ بڈھا نے بھی مولوی صاحب کی خدمت میں عرض کی۔ کہ حضرت اس بات میں کیا گناہ ہے۔ عورت بیوہ ہے۔ اگر اس کا نکاح ہو جاوے تو کار ثواب ہے۔ آپ نے بڈھا کشمیری کو مخاطب کر کے فرمایا کہ اس سے قسم لے لو کہ یہ شخص قبل از نکاح اس کو مس نہ کرے۔ گلاب نے قسم اٹھائی کہ قبل از نکاح بالکل عورت مذکورہ کو مس نہ کروں گا۔

مولوی صاحب نے فرمایا کہ بعد از نماز عشا اپنے گھر کے چھت پر کھڑے ہو کر "مرالی والا" کی طرف منہ کر کے تین دفعہ یہ لفظ کہنا۔ آجا۔ آجا۔ آجا تین روز ایسا ہی کر کے پھر مجھے بتانا۔ تیسرے روز عصر کے قریب عورت مذکورہ گلاب کے گھر آ گئی اور کہنے لگی کہ پرسوں عشا سے لے کر اب تک میرے تن بدن میں آگ لگی ہوئی تھی۔ تمہارے گھر میں داخل ہوتے ہی آرام ہو گیا۔ گلاب اس عورت کو پکڑ کر اندر لے گیا۔ اور متواتر تین روز اندر ہی رہا۔ تیسرے روز قیلولہ کے وقت مولوی صاحب نے بڈھا کشمیری کو بلا کر فرمایا۔ کہ جاؤ۔ اور اس موذی کو پکڑ لاؤ وہ اس وقت زنا کر رہا ہے۔ بڈھا فوراً گیا اور گلاب کو پکڑ لایا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ جا میری آنکھوں کے سامنے سے دور ہو جا۔ وہ لوٹ کر گھر گیا۔ وہ عورت جیسے آئی تھی ویسے ہی خفا ہو کر چلی گئی۔

(۲)

جوایا نام نمبردار ساکن موضع بھرت لوتھ ضلع شاہ پور کسی کا مرید تھا۔ ایک مقدمہ خون میں گرفتار ہو گیا۔ شہادات خون اس پر گذر چکی تھیں اس نے اپنے بیٹے کو آپ کی خدمت میں بھیجا۔ آپ نے اس کو ایک حرف پڑھنے کے لیے فرمایا۔ اور کہا کہ تم نے تین روز اس کو متواتر پڑھنا۔ انشاء اللہ بری ہو جائے گا۔ خدا کے فضل سے وہ بالکل بری ہو گیا۔ جرمانہ تک بھی نہ ہوا۔

(۳)

عمرا کھمار سکنہ ستراہ سند صواں۔ ضلع سیالکوٹ کا باشندہ۔ چوہدری فیض بخش ذیلدار کا ملازم تھا۔ اہل و عیال کی زیادتی کے باعث گذران بہت تنگ تھی۔ اتفاقاً آپ وہاں تشریف لے گئے۔ عمرا نے مولوی صاحب کے پاس تنگی معاش کی شکایت کی۔ آپ نے اس کو فرمایا کہ یَاحیُ یَاقیوم برحمتكَ استغیث بلا تعداد ہر وقت بلا وضو اور باوضو پڑھا کرو اور معنی کی طرف خیال رکھنا۔ مولا کریم فضل کر دے گا اس نے آپ کے فرمانے پر عمل کیا۔ اور تھوڑے ہی عرصہ میں متمول ہو گیا۔ اور موضع ستراہ میں ہی کافی زمین خرید لی۔

(۴)

سلیمان بنگالی طالب علم آپ کے پاس تاحیات رہا۔ آپ کی وفات کے بعد بیت اللہ شریف کو چلا گیا۔ اس نے میرے سامنے بیان کیا۔ کہ مولوی غلام محمد صاحب حکیم (برادر کلاں مولانا صاحب مرحوم) شیخ غلام حسین بھیروی کے مبلغ دو ہزار روپیہ کے قرض دار تھے۔ اس نے دعوٰے کر کے ڈگری حاصل کی اور قید کا خرچہ رکھ دیا۔ مولوی صاحب مرحوم گھر میں موجود نہ تھے۔ جس روز حکیم صاحب گرفتار کیے گئے اسی روز عصر کے قریب مولوی صاحب تشریف لے آئے۔ مطابق سنت نبوی ؐ پہلے مسجد میں آئے اور پوچھا کہ بھائی صاحب کہاں ہیں۔ میں نے تمام ماجرا کہہ سنایا۔ مولوی صاحب کے چہرے سے معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کو یہ امر نہایت ہی شاق گذرا ہے۔ نماز عصر سے فارغ ہو کر آپ نے فرمایا۔ سلیمان! ایک لوٹا پانی کا بھر لو۔ اور میرے ساتھ آؤ۔ (ہمارے گاؤں کے نزدیک بجانب جنوب باغ ہے۔ اس کے مشرق کی طرف کھلا میدان ہے) جب آپ باغ کے قریب پہنچے تو آپ نے

اپنے گرد حصار کھینچ لیا اور فرمایا کہ لوٹا مجھے دے دو - آپ حصار کے اندر ہی وضو کر کے قبلہ رو ہو کر بیٹھ گئے اور کچھ پڑھنا شروع کیا - میں بھی قریب ہی بیٹھا ہوا تھا - دیکھا کہ ایک سوار سفید پوش مغرب کی طرف سے آ کر کہنے لگا - کہ لو یہ ہزار روپیہ کا بدرہ ہے - آپ نے فرمایا - کہ مجھے دو ہزار روپیہ کی ضرورت ہے - اس نے کہا کہ حضرت دینے والے نے کہا ہے کہ باقی روپیہ وہ چھوڑ دے گا - آپ اسی وقت گاؤں سے روانہ ہو گئے - شیخ غلام حسین کو تلاش کر کے روپیہ دیا اور کہا - کہ باقی روپیہ میں آپ کو جلدی ادا کر دوں گا - شیخ غلام حسین نے ایک ہزار روپیہ لے لیا اور باقی کا روپیہ چھوڑ دیا - مولوی صاحب حکیم صاحب کو رہا کرا کر واپس تشریف لے آئے -

(۵)

حافظ غلام محمد صاحب ساکن سدہ ضلع شاہ پور ایک دن مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے - اور مولوی صاحب کو دیکھ کر بہت روئے مولوی صاحب نے رونے کا سبب دریافت فرمایا - حافظ صاحب نے بیان کیا کہ گاؤں کا نمبردار مجھے سخت ایذا دیتا ہے - یہاں تک کہ مجھے گاؤں سے باہر نکال دیا ہے - میری اور نمبردار کی عداوت کی وجہ محض شرعی امور ہیں - مولوی صاحب سن کر خاموش ہو گئے - حافظ صاحب فرماتے تھے کہ میں تین روز آپ کی خدمت میں رہا - مولوی صاحب اپنی جوتی صبح کے بعد زمین پر پانچ دفعہ زور سے مارتے - تیسرے روز مجھے فرمایا کہ حافظ جاؤ - جلدی پہنچنا - تاکہ اس نمبردار کا جنازہ تم ہی پڑھاؤ - تاکہ دشمن سے بھی کچھ مل ہی جائے -

حافظ صاحب کا بیان ہے - کہ جب میں گاؤں کے قریب پہنچا - تو دیکھا کہ لوگ اس نمبردار کا جنازہ لیے جا رہے ہیں - حسب فرمان مولوی صاحب

اس کا جنازہ میں نے جا کر پڑھایا

(۶)

موضع سدہ کے نزدیک ایک گاؤں کوٹلی ہے - حافظ غلام محمد صاحب نے بیان فرمایا - کہ وہاں ایک زمیندار لاولد تھا - وہ اپنی عورت اور مجھے ہمراہ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا - اور عرض کیا حضرت میرے لیے آپ دعا فرمادیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولاد دیوے - اگر خداوند کریم نے لڑکا عطا کیا تو یک صد روپیہ آپ کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کروں گا - اور اگر لڑکی ہوئی تو پچاس روپیہ -

مولوی صاحب نے اسی مجلس میں دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے - دعا کے بعد فرمایا کہ شاید اللہ تعالیٰ تم کو لڑکی عطا کرے - خدا کی قدرت اس زمیندار کو اللہ تعالیٰ نے لڑکی عطا کی - مولوی صاحب تو فوت ہو چکے تھے - حافظ صاحب نے اس زمیندار سے پچاس روپے نذرانہ مجھے دلوایا

(۷)

موضع بڈھا گورایہ متصل ستراہ سندھواں - ضلع سیالکوٹ میں مسمی سنیم نمبردار تھا - اس کا ایک ہی بیٹا تھا - جو بڑا جوان اور خوبصورت تھا اور خوش آواز تھا - اس کو فالج ہو گیا - اور بہت علاج معالجہ کے بعد حکیموں نے اس کو لاعلاج کر دیا - مولوی صاحب اتفاقاً ستراہ تشریف لے گئے - سنیم سنتے ہی مع اپنے مریض بیٹے کے حاضر خدمت ہوا - آپ مریض کا ملاحظہ فرمانے کے لیے آگے بڑھے - اس نے السلام علیکم کہا - آپ نے نام پوچھا - اس نے نام بتایا - سنیم نے کہا یہ میرے لڑکے کا نام نہیں آپ سمجھ گئے کہ اس میں جن داخل ہے - جن سے پکڑنے کا سبب دریافت کیا - جن نے کہا کہ حضرت میں اپنے بادشاہ کا مامور ہوں - ایک دن ہمارا گذر ان کے کنوئیں پر سے ہوا - ہم ان کے کنوئیں پر ٹھہر گئے - یہ

گادھی پر بیٹھا ہوا تھا۔ سحری کے وقت ان نے نہایت خوش الحانی سے
چند اشعار پڑھے۔ اس کی خوبصورتی اور خوش آوازی سے ہمارے بادشاہ
کی لڑکی اس پر عاشق ہو گئی۔ بادشاہ کو غیرت آئی۔ اس نے مجھے حکم دیا
کہ اس کو پکڑ لو اور اس کا بدن سکھا سکھا کر اس کی جان نکالو۔ اسی روز
سے میں اس کو پکڑے ہوئے ہوں۔ مولوی صاحب نے پوچھا۔ کہ بادشاہ
اس وقت کہاں ہے۔ جن نے جواب دیا کہ اس وقت کشمیر میں ہے
آپ نے فوراً اس کو حاضر کیا۔ اور کہا کہ اس کو چھوڑ دو۔ بالآخر بہت
اصرار کے بعد جنوں کا بادشاہ چھوڑنے پر راضی ہو گیا۔ اور اس کو چھوڑ دیا۔

(۸)

قلعہ میہاں سنگھ میں ایک حافظ صاحب لڑکوں کو قرآن مجید پڑھاتے
تھے۔ ان کے چہرے پر چنبل ہو گیا۔ ہر چند علاج کیا۔ لیکن صحت یاب
نہ ہوئے۔ میں بھی (مولف سوانحعمری) حافظ صاحب کے پاس
پڑھتا تھا۔ آپ میرا سبق سننے کے لیے مسجد کے حجرہ میں تشریف لے
آئے۔ بعد فراغت حافظ صاحب نے عرض کیا۔ کہ حضرت میرے چہرے
کی طرف خیال فرمایئے۔ آپ نے دیکھ کر پوچھا کہ علاج نہیں کرایا۔ ؟
حافظ صاحب نے عرض کی کہ حضرت علاج کراتے کراتے سال کامل
گذر چکا ہے۔ مگر بجائے فائدہ کے نقصان ہی ہوا ہے۔ اور دن
بدن زیادتی میں ہی ہے۔ اب خدائی علاج چاہتا ہوں۔ آپ نے
دم کیا۔ اور فرمایا۔ کہ حافظ صاحب! تین روز متواتر دم کرانا۔ حافظ صاحب
نے مطابق فرمان تین دن دم کرایا۔ اور بالکل اچھے ہو گئے۔

(۹)

حاجی کرم الٰہی باشندہ قلعہ میہاں سنگھ نے بیان کیا کہ میری شادی
کے موقع پر میری والدہ کا زیور گم ہو گیا۔ جس جگہ رکھا تھا۔ بہت ہی

دفعہ وہاں دیکھا۔ لیکن کچھ پتہ نہ چلا اور جگہ بھی تلاش کیا لیکن بے فائدہ
میری والدہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور زیور کے گم
ہونے کا ذکر کیا۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ۔ جس جگہ رکھا تھا وہیں پڑا ہوا ہے
میری والدہ نے پھر آ کر دیکھا تو زیور اسی جگہ پڑا تھا۔

(۱۰)

چوہدری محمود خاں سکنہ ستراہ سندھواں نے بیان کیا کہ ابتدا میں میری
حالت بہت شکستہ تھی۔ آپ ایک دفعہ ستراہ تشریف لائے۔ میں نے
آپ کے ہاتھ پر بیعت کی اور اپنی خراب حالت آپ کو سنائی۔ آپ
نے فرمایا کہ اسم اللّٰہ الصمد ہر روز بلا تعداد معینہ پڑھا کرو۔
اور نماز تہجد بھی ادا کیا کرو۔ میں نے آپ کے فرمان پر عمل کرنا شروع کر
دیا۔ اور چند روز میں ہی متمول ہو گیا۔ یہ معلوم ہی نہیں ہوا کہ میرے
پاس مال کہاں سے آ گیا۔ جس دن سے مولوی صاحب نے نماز تہجد
پڑھنے کا حکم فرمایا ہے۔ ایک دن بھی نماز تہجد میں ناغہ نہیں ہوا۔
اگر کسی دن میں عمداً سو بھی جاؤں۔ تو مولوی صاحب خود مجھے جگا دیتے ہیں

(۱۱)

سلیمان بنگالی بیان کرتا تھا۔ کہ میں مولوی صاحب مرحوم کی وفات کے
بعد دہلی چلا گیا۔ وہاں ایک صاحب کو جنّ کا دخل تھا۔ بہت عاملوں نے
جنّ نکالنے کی کوشش کی۔ مگر ناکام رہے۔ گھر والے مایوس ہو چکے تھے
جب صاحب جنّ کے گھر والوں نے سُنا کہ مولوی صاحب قلعہ والوں کا
شاگرد یہاں آیا ہوا ہے۔ تو وہ مجھ کو بلا کر لے گئے۔ جنّ ہر وقت حاضر
ہی رہتا تھا۔ اس لیے مجھے حاضر کرنے کی ضرورت نہ پڑی۔ مولوی صاحب
بہت مشہور عالم و عامل تھے۔ میں نے اس جن کو جلتے ہی کہا کہ میرے
استاد مولوی غلام رسول صاحب قلعہ میہاں سنگھ والے تم کو السلام علیکم

کہتے تھے۔ جن نے سن کر کہا کہ کہتے تو یہی ہوں گے کہ نکل جا۔ مگر میرا ارادہ نکلنے کا نہ تھا۔ اچھا تو جاتا ہوں۔ پھر نہ آؤں گا۔

(۱۲)

ایک دفعہ ایک عورت نوشادی شدہ کو اس کے وارث قلعہ میہاں سنگھ لائے۔ اور مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر کیا۔ وہ عورت جنؒ کے مس کی وجہ سے بے ہوش تھی۔ جب آپ کے سامنے آئی تو اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ آپ نے اس جن کو فرمایا کہ۔ اس عورت کو چھوڑ دے۔ وہ بولا کہ حضرت میں اس کا عاشق ہوں۔ آپ نے اسکو زجر و توبیخ کی۔ آخر وہ مان گیا کہ میں نکل جاتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ کوئی نشان دے جاؤ۔ جن نے عرض کی کہ جو آپ فرمائیں بجا لانے کو تیار ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ وہ گھڑا جو اپنی جگہ پہ پڑا ہوا ہے۔ یہاں چھوڑ جاؤ۔ چنانچہ وہ گھڑا چلتا چلتا سیڑھیوں پر سے ہو کر مولوی صاحب کی چارپائی کے نزدیک ٹھہر گیا۔ یہ دیکھ کر حاضرین حیران اور ششدر رہ گئے۔

(۱۳)

حاجی امام الدین ماسٹر ٹیلر قلعہ میہاں سنگھ اکثر بیان کرتے تھے۔ کہ میں بالکل کند ذہن تھا۔ اور ان پڑھ بھی تھا۔ میرے بڑے بھائی عبداللہ ایک دن مجھے ساتھ لے کر مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت امام الدین بالکل کورا ہے۔ معمولی حساب کتاب نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا کہ جاؤ لوٹا میں تھوڑا سا پانی لے آؤ۔ پانی لایا گیا۔ آپ نے اس پر دم کر کے فرمایا۔ امام الدین اس کو پی جاؤ۔ گذارے کے لیے تم حساب کتاب کر لیا کرو گے۔ آپ کی دعا اور اللہ کے فضل سے اس دن سے میں حساب میں بہت کم غلطی کھاتا ہوں۔ اور معمولی خط و کتابت بھی کر سکتا ہوں۔

(۱۴)

عبداللہ کشمیری المعروف دری جراح ساکن قلعہ میہاں سنگھ بیان کرتا ہے کہ ایک دن میں نے عرض کی کہ حضرت جنؒ کس طرح کے ہوتے ہیں۔ آپ نے پوچھا۔ کیا تم دیکھنا چاہتے ہو۔ میں نے عرض کیا۔ جی ہاں۔ آپ چپ ہو رہے۔ دوسرے روز میں لاہور جانے کو تیار ہوا۔ اور مولوی صاحب کو ملنے کے واسطے بالاخانہ پر جو کہ مسجد کے قریب تھا گیا۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ عبداللہ! وہ خواہش جو تم نے ظاہر کی تھی۔ آج راستہ میں پوری ہو گی (یعنی آج راستہ میں تجھے جنؒ دکھائی دیں گے۔ میں نے بہت منت سماجت کی۔ اور عرض کیا کہ حضور مجھے جن دیکھے ہی خوف ہو رہا ہے مجھے یقین ہے کہ جن ضرور ہیں۔ مجھے معافی دی جاوے۔

(۱۵)

کرم داد المعروف ملاں جو ملتان میں دوکان کرتا تھا۔ اس نے بیان کیا۔ کہ میرا باپ مولوی صاحب کے پاس گیا اور کہا حضرت ہم مال لانے کے لیے تیار ہیں راستہ میں بہت نقصان ہوتا ہے آپ کچھ پڑھنے کے لیے فرما دیں۔ تاکہ ہمارا مال محفوظ رہے۔ آپ نے فرمایا جس جگہ تم رات کو ٹھہرو۔ اپنے مال کے گرداگرد اسم یا محیط ایک سو ایک دفعہ پڑھ دیا کرو۔ ہم راستہ میں مطابق فرمان مولوی صاحب عمل کرتے رہے۔ خدا کے فضل سے ہم صحیح سالم مال لے کر پہنچ گئے حالانکہ ہمارے ساتھیوں کا کئی دفعہ نقصان ہوا۔ ہم اب تک یہی پڑھتے ہیں۔ راستہ میں کبھی نقصان نہیں ہوا۔

(۱۶)

ایک حجام آپ کی حجامت کر رہا تھا۔ اس نے کہا کہ حضرت میرا بیٹا کئی سال سے باہر گیا ہوا ہے۔ معلوم نہیں وہ کس جگہ ہے۔ زندہ ہے

یا مر گیا ہے ۔ ایک ہی بیٹا ہے ۔ بہو جوان ہے ۔ دُعا فرما دیں ۔ یا مجھے
کچھ پڑھنے کے واسطے بتا دیں کہ آجاوے ۔ آپ خاموش ہو رہے ۔
حجام کہتا ہے ۔ مجھے ایسا معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کچھ پڑھتے ہیں ۔
جب حجامت کرا چکے تو میں نے پھر عرض کی ۔ آپ نے فرمایا ۔ وہ تو گھر میں
روٹی نمکین نخود کی کھا رہا ہے ۔ جا کر دیکھو ۔ حجام کہتا ہے میں آپ کا
یہ فرمان سُن کر حیران رہ گیا ۔ چونکہ میں آپ کی کرامات بہت سی سن
چکا تھا ۔ لہذا میرے دل میں خیال پیدا ہو گیا کہ شاید میرا بیٹا آ گیا
ہو ۔ جب میں گھر گیا تو میرا بیٹا بیٹھا نخود کی روٹی کھا رہا تھا ۔ اس نے
بیان کیا کہ میں سکھر ملک سندھ میں آٹا گوندھ رہا تھا ۔ پانی لینے کے
واسطے باہر نکلا ہوں ۔ معلوم نہیں کیا ہوا مجھے کسی نے اٹھایا ۔
طرفتہ العین میں یہاں اپنے گاؤں میں پہنچ گیا ہوں ۔ میرا کل سامان
اور اوزار وغیرہ سکھر میں پڑے ہوئے ہیں ۔

(۱۷)

موضع کوٹلی سنگھ بھرڑاں متصل گوجرانوالہ کے بلند از میندار نے
میرے آگے بیان کیا کہ میرا بھائی علی گوہر بخار سے ایک مدت بیمار
رہا ۔ طبیبوں نے کہا کہ اس کو دق اور سل ہو گیا ہے ۔ ناامید ہو کر
ہم مولوی صاحب کے پاس قلعہ میہاں سنگھ میں آئے دکھایا اور
عرض کیا کہ یا حضرت اس کو طبیبوں نے مدقوق اور مسلول کہا ہے ۔
فرمانے لگے اطبا نے غلطی کھائی ہے ۔ اس کو معمولی بخار ہے ۔ پانی پر
دم کر کے پلا دیا ۔ اسی روز بخار اُتر گیا ۔

(۱۸)

ایک شخص بیان کرتا تھا کہ ایک دن میں مولوی صاحب کے پاس
بیٹھا ہوا تھا کہ ایک اور شخص آ گیا ۔ اس نے ذکر کیا کہ ایک بزرگ

کی میں نے عجیب کرامت دیکھی ہے ۔ وہ یہ ہے ۔ کہ اس نے [illegible] لے کر
اس پر دم کر کے زمین میں گاڑ دی ۔ ایک جانور اُڑتا ہوا جا رہا تھا ۔
وہ جھٹ اس چھری پر آ گرا ۔ مولوی صاحب نے فرمایا ۔ یہ کوئی بڑی
بات نہیں ۔ آپ نے ایک چھری منگوائی اور ہم کو ساتھ لے کر جنگل
کی طرف چلے گئے ۔ آپ نے کچھ پڑھ کر پہلے چھری پر دم کیا اور اس کو
زمین میں گاڑ دیا ۔ پھر چھری کا وہ حصہ جو زمین کے اوپر تھا اس پر
آپ نے بہت سی کپڑے کی دھجیاں لپیٹ دیں اور پیچھے ہٹ کر
بیٹھ گئے وہ شخص قسمیہ بیان کرتا تھا ۔ کہ میں نے اپنی آنکھوں سے
دیکھا کہ جانوروں کے جھنڈ کے جھنڈ آتے اور اپنا گلا چھری کے ساتھ
رگڑتے گویا ذبح ہونے کے لیے بیقراری ظاہر کر رہے ہیں ۔ اس دن ایسے
ایسے جانور دیکھنے میں آئے جو نہ کبھی دیکھے نہ اور سُنے تھے اور میں حیران تھا
کہ یہ جانور اتنی تعداد میں کہاں سے آ گئے ہیں ۔ کچھ دیر یہ حالت رہی ۔
پھر مولوی صاحب نے چھری زمین میں سے نکال لی ۔ چھری نکالنا تھا کہ
تمام جانور جدھر سے آئے تھے اُدھر ہی چلے گئے ۔

(۱۹)

مولوی علاؤ الدین صاحب نے مجھ سے بالمشافہ بیان کیا ۔ کہ ایک دن
آپ موضع ہیرانوالہ کو تشریف لے جا رہے تھے ۔ میں حضرت صاحب کے
پابرکاب تھا ۔ آپ گھوڑے پر سوار تھے ۔ راستہ میں ایک اونچا سا ٹیلہ
آتا ہے ۔ جب وہاں آپ پہنچے تو گھوڑی سے اتر پڑے اور فرمانے لگے
علاؤ الدین یہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اصحاب کی خوشبو
آتی ہے ۔ تم ذرا گھوڑی پکڑ لو ۔ میں نے حسب الارشاد گھوڑی کو پکڑ لیا ۔
آپ وضو کر کے پابرہنہ تلاش کرتے کرتے ایک جگہ بیٹھ گئے ۔ دوپہر
کا وقت اور گرمیوں کا موسم تھا ۔ آپ بیہوشوں کی طرح وہاں بیٹھے رہے

اور یہ حالت ہو گئی کہ آپ کی دستار مبارک بھی سر سے نیچے گر گئی میں حیران کھڑا تھا۔ ظہر کے اول وقت آپ وہاں سے اُٹھے اور نماز ادا کی فرمانے لگے۔ میرا دل چاہتا ہے کہ میری قبر یہاں ہی ہو۔

(۲۰)

موضع دلاور رحیمیہ میں ایک سکھ بڑا صاحب ثروت تھا۔ اور تخمیناً سات کنوئیں کا مالک تھا۔ اس کا بیٹا آپ کا وعظ سُن کر مسلمان ہو گیا اس کا نام عبد اللہ رکھا گیا۔ اس کے والد نے دلاور اور علی پور میں منادی کرا دی کہ کوئی پنڈت یا ودواں مولوی صاحب قلعہ والا سے بحث کر کے ان کو مغلوب کر دے اور میرے بیٹے کو اصلی حالت پر کر دے۔ یعنی اس کو پھر سکھ بنا دے تو میں اس کو ایک کنواں اور پانچ صد روپیہ نقد انعام دوں گا۔ علی پور کا ایک پنڈت یہ اعلان سن کر لالچ میں آ کر تیار ہو گیا۔ عبد اللہ کے والد نے پانچ صد روپیہ نقد جمع کرا دیا۔ اور کنویں کے واسطے دستاویز لکھ دی۔ اور پنڈت صاحب کو ساتھ لے کر قلعہ کی طرف روانہ ہوا۔ بہت لوگ انجام دیکھنے کے لیے ساتھ روانہ ہو پڑے اور ہزارہا لوگ تماش بین راستہ میں مل گئے۔ مجمع عام ہو گیا ایسا معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا بھاری میلہ ہے۔

کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

چراغے را کہ ایزد برفروزد　　　　ہر آں کس تف زند ریشش بسوزد

آپ بالاخانہ پر تشریف فرما تھے اور ایک طالب علم کو بوستاں کا سبق حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف کی سے پڑھا رہے تھے۔ آتے ہی پنڈت صاحب نے سوال کیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا جناب تشریف رکھیے۔ طالب علم کا سبق تمام ہونے پر پھر آپ بہ طیب خاطر حسب منشا سوال کریں۔ میں بھی انشاء اللہ العزیز خوشی سے جواب دوں گا

میں آپ کی تشریف آوری پر بڑا خوش ہوں۔ اس قدر تقریر کے بعد آپ اس شعر کی تشریح کی طرف متوجہ ہوئے ؎

دریں بحر جز مرد داعی نرفت　　　　گم آں شد کہ دنبال داعی نرفت

سامعین اس وقت کی حالت بیان کرتے ہیں۔ کہ پنڈت اور ہنود کا آ کر بیٹھنا ہی تھا۔ کہ مجلس کا ڈھنگ بدل گیا۔ مولوی صاحب کا رنگ اور ہو گیا۔ تقریر میں خداوند کریم نے ایسی تاثیر بھر دی کہ سامعین کے علاوہ در و دیوار کلمہ شریف پڑھتے معلوم ہو رہے تھے۔ پنڈت صاحب ٹکٹکی باندھے آپ کے چہرہ مبارک کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ آپ کے سامنے ایک بے جان تصویر بٹھائی گئی ہے۔ چند منٹ گذرے کہ پنڈت صاحب نے واویلا کرنا شروع کر دیا مجھے لے چلو۔ مجھے لے چلو کے سوا پنڈت صاحب کو کوئی بات یاد نہ تھی۔ ہمراہی لوگوں نے پنڈت صاحب کو دونوں شانوں سے پکڑ کر کھڑا کیا اور ایک مدت الحصر مریض کی طرح بڑے سہارے سے بالاخانہ سے نیچے اتارا۔ جب پنڈت صاحب ذرا ہوش میں آئے تو زمیندار مذکور نے دریافت کیا کہ آپ تو بڑے زور شور سے وہاں سے آئے تھے۔ یہاں آ کر کیا ہو گیا۔ کہ بغیر بات چیت کے واویلا کرنے لگ گئے۔ پنڈت صاحب بولے میں نے اکیس سوال اسلام پر سوچے ہوئے تھے۔ جب میں مولوی صاحب کے سامنے آیا۔ اور سوال کیا تو آپ نے مجھے ٹال کر بٹھا لیا۔ اور تقریر شروع کر دی۔ آپ کی تقریر سحر کی تاثیر رکھتی تھی۔ میرے دل میں بحث شروع ہو گئی۔ ہر چند میں نے بھی جواب دیئے لیکن ایک نہ بنی۔ اسلام کی سچائی میرے سینہ میں بھر دی گئی۔ دل کہنے لگ گیا۔ کہ اب کلمہ پڑھ لے۔ مولوی صاحب کی طرف سے ایک روشنی اُٹھ کر میرے اندر آنے لگ گئی۔ اندھیرا کفر جانا شروع ہو گیا۔ اگر میں ایک لمحہ اور

مولوی صاحب کے سامنے بیٹھا رہتا۔ تو میں بھی مسلمان ہو جاتا۔

لوگوں نے ہر چند پنڈت صاحب کو بحث کے واسطے کہا۔ لیکن پنڈت صاحب نہ مانے اور کہنے لگے کہ اگر مجھے تمام موضع دلاور بھی ملے تو بھی میں اس شخص سے ہرگز ہرگز بحث نہیں کروں گا۔

(۲۱)

ایک دفعہ لاہور میں آپ کے وعظ میں ہزارہا مخلوق جمع تھی۔ علماء لاہور آپ سے بحث کرنے کی دل میں ٹھان کر وعظ میں ہی آ گئے۔ آپ اس وقت یہ آیت شریف پڑھ رہے تھے۔ الٓمّٓ۔ احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا امنا وھم لا یفتنون۔ آپ نے ایسی خوش اسلوبی سے اس آیت کی تفسیر منطقی اور فلسفیانہ طریقہ سے صرف و نحو کا ہر پہلو سے خیال رکھتے ہوئے شروع کی کہ بحث کرنے والوں کے جو سوال تھے وہ اول بیان کرتے پھر اس کا جواب دیتے اور اپنے اعتراضات اس پر جماتے۔ جماعت مولویاں حیران اور مانند تصویر بنی بیٹھی تھی۔ اور آپ کے چہرے مبارک پر ٹکٹکی باندھے دیکھ رہی تھی۔ حیران تھے کہ اس طرح قرآن شریف کا بیان کرنا اسی شخص کا کام ہے ہماری کیا جرأت ہے۔ کہ ان سے ہم کلام ہوں۔ وعظ ختم ہونے پر تمام صاحبان چپ چاپ چلے گئے۔ جو مولوی صاحبان کے واقف راز تھے۔ انہوں نے ان سے کہا کہ آپ تشریف بھی لائے اور چپ چاپ ہی چلے گئے۔ یہ کیا سبب ہے۔ انہوں نے جواب دیا کہ حق بات تو یہ ہے کہ بلا سوال ہی ہمارا گھر پورا ہو گیا ہے اور ایسی تسلی ہوئی ہے کہ اور کسی شخص سے نہ ہو سکتی تھی۔ اب تو ہم کو بولنے کی جرأت ہی نہیں رہی۔ یہ شخص عالم ہی نہیں ولی اللہ بھی ہے۔

(۲۲)

ایک شخص نے آپ سے پوچھا کہ حضرت آپ کے وعظ میں بعض شخص

ایسے بھی آتے ہیں۔ جن کے دل میں خیال ہوتا ہے کہ ہم مولوی صاحب سے بحث کریں گے۔ اور کئی طرح کے سائل بھی بیٹھے ہوئے ہوتے ہیں اور بعض غیر مذاہب کے لوگ بھی ہوتے ہیں۔ جو اسلام پر اعتراض کرنے کے لیے آتے ہیں۔ لیکن معلوم نہیں ہوتا کہ بعد وعظ وہ سب کے سب کیوں چپ چاپ ہو کر چلے جاتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ جس قدر لوگ میرے وعظ میں حاضر ہوتے ہیں۔ اللہ تعالٰی کے فضل و کرم سے ان کے سوالات مع ان کے ناموں کے میرے سامنے ایک فہرست بنا کر حاضر کی جاتی ہے۔ اگر مجھے مشہوری کا خوف نہ ہو تو انشاء اللہ بفضل خدا معترضوں اور سائلوں کے نام پکار پکار کر سوال حل کرتا جاؤں۔

آپ کے وعظ میں ہر ایک سائل کا سوال بلا سوال پورا ہو جاتا تھا موضع دلاور والے سکھ زمیندار کے بیٹے کا قصہ جو اوپر بیان کیا گیا ہے۔ وہ بھی اسلام پر اعتراض کرنے کے لیے آیا تھا۔ آپ کی وعظ سن کر اور اپنے سوالوں کا جواب مکمل پا کر مسلمان ہو گیا تھا۔

(۲۳)

ایک دفعہ مولوی غلام محمد صاحب نے اپنا ایک شاگرد صدرہ پڑھنے والا جو کہ سب شاگردوں سے ہوشیار و چالاک اور ذکی تھا۔ صدرہ کے مشکل مقامات بحث فلکیات سے سمجھا کر آپ کی خدمت میں امتحاناً ارسال کیا۔ آپ اتفاقاً سورہ یٰسین سے والقمر قدرناہ منازل حتی عاد کالعرجون القدیم الخ ایک طالب علم کو پڑھا رہے تھے۔ طالب علم السلام علیکم کہہ کر بیٹھ گیا۔ جو سوال وہ مولوی صاحب سے سیکھ کر آیا تھا۔ مولوی صاحب نے وہی سوال اپنے شاگرد پر کرنے اور جواب دینا شروع کر دیا۔ جواب دے کر صدرہ والا کا منشا سمجھایا پھر جو اس پر حواشی لگے تھے طالب علم کو وہ سمجھائے۔ آپ نے بیان کر

کے مولوی غلام محمدؒ صاحب کے شاگرد کو فرمایا۔ صدرہ کے مقام پر میرے دو سوال ہیں۔ جو قبل ازیں کسی نے نہیں کیئے یہ سمجھ لو اور اپنے استاد صاحب سے دریافت کر کے مجھے جواب لا دینا۔ طالب علم چلا گیا۔ اور استاد کی خدمت میں مامضیٰ جا سنایا اور آپ کے سوال بھی لفظ بلفظ جا سنائے بعد ازاں مولوی غلام محمدؒ صاحب نے بجز بیعت کے اور کوئی چارہ نہ دیکھا

(۲۴)

ایک شخص مسمیٰ جوایا زمیندار باشندہ موضع بھڑت ضلع شاہ پور بڑا نامی گرامی چور تھا۔ آپ موضع سدہ میں تشریف لے گئے۔ جوایا مولوی صاحب کی تشریف آوری کی خبر سُن کر حاضر خدمت ہوا۔ اور مبلغ ۲۵ پچیس روپیہ بطور نذرانہ پیش کیے۔ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ کہ مجھے معاف رکھا جاوے۔ جوایا نے سبب انکار دریافت کیا۔ آپ نے فرمایا یہ چوری کا مال ہے۔ اس نے کہا حضرت یہ چوری کے مال میں سے نہیں ہے۔ آپ کو کسی نے شبہ میں ڈال دیا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ تم نے فلاں شخص کی افیم چوری کی اور شاہ پور میں جا کر مبلغ ایک صد روپیہ سے فروخت کی۔ یہ روپیہ اس روپیہ میں سے ہے اور باقی مبلغ ۷۵ پچھتر روپیہ فلاں جگہ تم نے رکھے ہوئے ہیں۔ زمیندار نے توبہ کی۔ اور ایسا تائب ہوا کہ تاحیات چوری کا نام تک نہ لیا۔ صوم صلوٰۃ کا ایسا پابند ہوا کہ مرتے دم تک نمازِ تہجد تک بھی قضا نہ کی۔

(۲۵)

ایک دفعہ صدر الدین و سرفراز مالکان سدہ کمبوہ بمع حافظ غلام محمدؒ صاحب آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ ہماری زمین کا بہت سا حصہ دریا نے لے لیا ہے اور قریب ہے کہ ہماری تمام زمین دریا برد ہو جاوے۔ دُعا فرمایئے اللہ تعالےٰ ہمیں اس مصیبت

سے نجات دیوے۔ تینوں صاحب دو روز قلعہ میہاں سنگھ میں رہے وقت رخصت مولوی صاحب نے فرمایا کہ دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر باآواز بلند کہنا۔ یا ملائکتہ اللہ السلام علیکم من غلام رسول قلعہ والا اور سورہ یٰسین تین روز پڑھنی۔ تینوں شخصوں کا بیان ہے۔ کہ جب ہم نے دریا کے کنارے پر کھڑے ہو کر حسب فرمان مولانا صاحب کا سلام پہنچایا ہمارے دیکھتے ہی دیکھتے دریا ہٹنا شروع ہو گیا اور طغیانی بالکل جاتی رہی۔ ہم حیرانی سے دیکھتے رہے سو دریا کا یک لخت ہٹنا شروع ہونا بڑا تعجب خیز امر تھا۔ سورہ یٰسین پڑھنے سے دریا بالکل ہٹ گیا۔ اور اپنی اصلی حالت پر آگیا۔

(۲۶)

مولوی صاحب کی وفات کے بعد حافظ صاحب ایک دفعہ تشریف لائے۔ اور مذکورہ بالا قصہ سنایا اور کہا کہ اب مولوی صاحب تو فوت ہو چکے ہیں۔ آپ ان کے جانشین ہو۔ آپ کو ان کا قائم مقام سمجھ کر بیان کرتا ہوں۔ ہمارے قریب ایک گاؤں ہے۔ ہمارے گاؤں کی زمین کی طرح اس کی زمین بھی دریا برد ہونی شروع ہو گئی تھی۔ گاؤں والوں نے مجھے کہا۔ میں نے ان کو مولوی صاحب والا طریق سمجھایا۔ اب ان کے گاؤں کی طرف سے ہٹ کر پھر ہمارے گاؤں کا ویسا حال کر رہا ہے میں نے حافظ صاحب کو پھر وہی طرز اور وہی الفاظ دہرا دیئے جو آپ کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے تھے۔ ایسا کرنے سے پھر خداوند کریم نے ان کی خلاصی کر دی۔ یہ سب محض اللہ تعالےٰ کا فضل اور آپ کی برکت تھی۔

(۲۷)

ایک دن آپ کو مولوی قطب الدین صاحب نے جو آپ کے شاگرد

رشید اور فیض یافتہ مرید تھے۔ سوال کیا کہ حضرت آپ سے ہزارہا کرامات صادر ہونے کا کیا سبب ہے۔ جو موجودہ بزرگ ہیں یا متقدمین کرامات تو ان سے بھی صادر ہوتی رہی ہیں۔ لیکن اتنی کثرت سے نہیں ہوئیں فرمایا جب سے میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا ہے اس وقت سے کرامات صادر ہو رہی ہیں مولوی قطب الدین صاحب کہتے تھے۔ میں نے اس خواب کی کیفیت دریافت کرنی شروع کی۔ کچھ دن تو مولوی صاحب ٹالتے رہے۔ آپ نے حد سے زیادہ میری خواہش کو پاکر فرمایا۔ ایک مبارک رات میں میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا (مجھے تو خیال ہے وہ رات شاید لیلۃ القدر ہوگی)، نہ تو اس حالت کو میں خواب سے تعبیر کر سکتا ہوں اور نہ ہی اس کو بیداری کہہ سکتا ہوں۔ مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صابون عنایت کر کے فرمایا۔ اس سے اپنے کپڑے دھولاؤ۔ میں حسب الحکم کپڑے دھولایا اور پھر حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے ممبر پر کھڑا کر کے ایک ہاتھ میں قرآن شریف دیا اور دوسرے میں صحیح بخاری اور فرمایا کہ لوگوں کو سناؤ تم میرے وارث ہو۔ ایسی رات پھر تمام عمر نصیب نہیں ہوئی۔ جو کچھ اس رات میں برکات اور فیوض حاصل ہوئے۔ پھر وہ نہ کسی کی صحبت سے اور نہ کسی ذکر سے حاصل ہوئے کسی نے سچ کہا ہے ؎

آنچہ اندر خواب دیدیم ہیچ بیداری نہ دید | آنچہ در دیوانگی دیدیم ہوشیاری نہ دید

(۲۸)

مولوی قطب الدین صاحب اپنے وقت کے ولی اللہ گذرے ہیں۔ انہوں نے اپنی حالت کا ماجرا یوں بیان کیا۔

جب میں علوم امدادی سے فارغ ہو چکا۔ میں نے آپ سے (مولوی

صاحب مرحوم) ترجمہ شروع کیا۔ ایک سیپارہ پڑھنے سے میرے تمام اذکار جاری ہو گئے۔ اس اثنا میں مولوی صاحب نے مجھ پر توجہ بھی نہ کی اور نہ ہی میں نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی۔ اللہ کی قسم میری بیعت والوں سے اچھی حالت تھی۔ میں اپنی ذات میں بڑا خوش تھا۔ اور ایسا ذوق اور ایسی حلاوت تھی جو بیان میں نہیں آسکتی۔ میرے آنسو ہر وقت جاری رہتے تھے۔ یہاں تک کہ مجھے قرآن شریف پڑھنا اور مولوی صاحب کا بیان سننا مشکل تھا۔ جب میں مولوی صاحب سے سبق پڑھنا شروع کرتا تھا تو اس طرح معلوم ہوتا تھا کہ گویا قرآن شریف اب نازل ہو رہا ہے میں یہ خیال کرتا تھا۔ کہ پڑھنے والا میں ہوں اور پڑھانے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ میرے ہر رونگٹے سے ذکر کلمہ طیبہ جاری ہو گیا۔ میرے تمام گناہ بالمشافہ ہو گئے۔ میرے سامنے حشر برپا رہتا تھا۔ معلوم ہوتا تھا کہ ہر ایک کا حساب کتاب ہو رہا ہے۔ اور میں رب العلمین کے سامنے کھڑا ہوں۔ دنیا و مافیہا کی کچھ خبر نہ رہی۔ اگر نیند آتی میں جھٹ چونک اٹھتا۔ بھلا کس کو نیند اور کس کو آرام۔ کبھی مجھے ایسا کشف ہوتا کہ میں تمام جہان کو اور جو کچھ اس میں ہو رہا ہے دیکھتا ہوں۔ برابر میری وہ حالت تھی جیسی شیخ سعدی رحمۃ اللہ نے یعقوب علیہ السلام کی حالت بیان کی ہے۔ کسی سائل نے آپ سے یوسف علیہ السلام کا حال دریافت کیا۔ کہا آپ نے یوسف علیہ السلام کو چاہ کنعاں میں پڑا ہوا نہ معلوم کیا۔ اور مصر سے ان کے پیراہن کی خوشبو سونگھ لی۔ یعقوب علیہ السلام نے فرمایا ؎

بگفت احوالِ ما برق جہانست | دمے پیدا و دیگر دم نہان است
گہے بر طارمِ اعلیٰ نشینم | گہے بر پشت پائے خود نہ بینم

یہ موضع کھبیکی میں جو کہ قلعہ میہاں سنگھ سے ایک میل بجانب مغرب

ہے۔ رات کو جا کر رہتا تھا۔ کیونکہ وہاں کوئی اہل علم نہ تھا۔ اور وہاں
کے باشندوں نے مولوی صاحب کی خدمت میں درخواست پیش کی تھی
کہ ہمیں کوئی اپنا طالب علم دیا جاوے جو صبح آپ کے پاس رہا کرے اور
شام کو کھبیکی پہنچ جایا کرے اور ہمیں نماز پڑھا دیا کرے۔ مولوی
صاحب نے مجھے وہاں رہنے کا حکم دیا ہوا تھا۔ اس لیے میں روزانہ
بعد عصر چلا جاتا تھا۔ ایک دن آپ نے مجھے جاتے وقت فرمایا۔
قطب الدین۔ آج تمہیں رستہ میں ایک بیدین صوفی ملے گا۔ اس سے
پرہیز کرنا۔ اس کے پھندے میں نہ پھنس جانا۔ وہ شیطان مجسم ہے
میں مولوی صاحب سے روانہ ہوا۔ جب نصف فاصلہ طے کر چکا
تو ایک آدمی کو اپنی طرف آتے دیکھا۔ ہرچند میں نے اس سے کنارہ
کیا۔ مگر اس نے میرا نام لے کر پکارا اور مجھے ٹھہرا لیا۔ اور آتے ہی
مجھے سینہ سے لگا لیا۔ اس کے سینہ سے لگتے ہی میرا تمام فیض اور
تمام ذوق و حلاوت جاتا رہا۔ صرف ایک لطیفہ قلب جاری رہا۔ باقی
تمام جاتے رہے۔ میں شام کو کھبیکی پہنچا۔ نماز کو دل نہ چاہا۔ لیکن بصد مشکل
میں نے نماز ادا کی۔ صبح قلعہ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہونے
کو دل نہ چاہتا تھا۔ لیکن دل پر جبر کر کے حاضر ہوا۔ آپ نے مجھے
دیکھتے ہی فرمایا۔ قطب الدین وہ شیطان تم کو مل گیا۔ میں نے عرض
کیا حضرت میرے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو کچھ رات بھر
میرے خیالات میں تبدیلی ہوتی رہی اور جو کچھ میں نے دل سے
بحث کی وہ عرض کر دیتا ہوں۔ آپ سے جس قدر فیض حاصل ہوا
تھا وہ تو اس کے ملنے سے کافور ہو گیا۔ نماز بھی مشکل سے ادا کی۔
دل کو بہت سمجھایا کہ میں عالم ہوں۔ میرا بے نماز ہونا بہت لوگوں کو
گمراہ کرے گا۔ کبھی دل میں خیال آتا۔ کہ کیا یہ شریعت نکمی ہے۔ کیا

یہ قرآن مجید اور احکام فضول ہیں۔ رات انہیں خیالات میں گذر گئی ہے
صبح آپ کی خدمت میں دل پر جبر کر کے حاضر ہوا ہوں۔ آپ میری باتیں
سن کر مسکرائے اور خلاف عادت مجھ سے معانقہ کیا۔ آپ کا معانقہ کرنا اور
میرے وسواسوں کا دور ہونا۔ سبحان اللہ۔ وہی حلاوت۔ وہی لذت
وہی ذکر اور وہی برکات پھر عود کر آئیں۔ آپ نے دیوانِ حافظ کا
شعر پڑھا ؎

چہ نسبت است برندی صلاح و تقوے را
سماعِ وعظ کجا نغمہ رباب کجا

مجھے فرمایا۔ قطب الدین چہار شیخ جن سے یہ سلسلہ صوفیہ شروع
ہوا ہے اور نام علیحدہ علیحدہ رکھے گئے ہیں۔ گویا ایک ہی چشمہ کی
چار نالیاں ہیں۔ یعنی (نقشبندی۔ سہروردی۔ فاروقی اور چشتی) اس
چشمہ سے مراد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا چشمہ فیض ہے۔ جو
حضور کا سر مو مخالف ہے وہ اس چشمہ کا یا اس چشمے کی کسی نالی کا
پانی نہیں پی سکتا۔ منتہائے مقصد سب کا ایک ہی ہے۔ صرف
طریق اذکار میں فرق ہے۔ یہ مشائخ حضرت صلعم کی پیروی کے سخت
پابند تھے۔ اُن کے طریق میں جو بدعات دیکھی جاتی ہیں۔ یہ اُن کا
قصور نہیں۔ اُن کے نام نہاد متبعین جاہلوں کا قصور ہے۔ اور وہ
محض متہم کیے گئے ہیں۔ ورنہ وہ لوگ دنیاوی آلودگیوں سے پاک
اور دین کے لیے جان تک قربان کر دینے کے لیے ہر دم تیار رہتے
تھے اپنے زمانہ میں اپنا ہمسر نہ رکھتے تھے۔ انہوں نے پاک زندگی بسر کی۔
توجہ دینا یا ذکر سکھانا بادی الرای لوگوں میں بدعت ہے۔ اور
اس کو بھی وہ ان کے اختراعات سے جانتے ہیں یہ ان کی غلط فہمی
اور قرآن و حدیث میں نہ تدبر کرنے کے نتائج ہیں۔ ورنہ ان کا اثر
اگر نظر عمیق اور قلب سلیم سے قرآن و حدیث کو دیکھا جائے پایا جاتا ہے

افسوس اور صد افسوس ایسے لوگوں پر جو ایسے لوگوں کو اہل بدعت کہیں۔ اور ان پر طعن و تشنیع کریں۔ یہ لوگ محافظ اور حامی دین ہوئے ہیں۔ ان کے یہ طریق دین کی خاطر تھے اول روح کو ذکر و افکار سے صاف کر لیتے۔ پھر استقامت علی الدین کے لیے تلقین فرماتے اسی کی طرف آیہ کریمہ میں ارشاد ہے۔ ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا۔ ان کے اوصاف حمیدہ اور اعمال مخلصانہ مطابق رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تھے گویا وہ مجسم دین تھے۔ اُن کے افعال خبر دے رہے ہیں۔ کہ اسلام اس کا نام ہے پھر آپ نے مجھ سے بیعت لی اور فرمایا کہ آج وہ شیطان تمہیں پھر ملے گا۔ انشاءاللہ تعالےٰ اس کا اثر تجھ پہ کچھ نہیں ہوگا۔ چنانچہ جب میں جا رہا تھا پھر شام کے وقت اسی جگہ پر وہ فقیر ملا اُس نے مجھے بُلایا۔ میں ٹھہر گیا۔ میرے پاس آکر کہنے لگا تیرا مرشد زبردست والا ہے۔ تم جاؤ۔ بس میں چلا گیا۔ صبح کو جب میں پھر خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ اب اس کا تجھ پہ نہ اثر ڈالنا یہ میری بیعت کا سبب ہے۔ میں نے عرض کیا۔ حضرت! اگر وہ شیطان ہی پھر اتنی جلدی ان کا اثر کیوں ہوتا ہے۔ حالانکہ خداوند کریم نے فرمایا ہے۔ ان عبادی لیس لک علیھم من سلطان فرمانے لگے یہ تو صحیح ہے۔ مگر اب تک آپ عبادی میں داخل نہیں ہوئے۔ جب آپ بندۂ خدا بن جائیں گے۔ تو پھر شیطان تم کو دیکھ کر بھاگے گا اثر کا کیا نام ہے۔ کیا حضرت عمرؓ کا حال تم نے نہیں سُنا۔ یہ بھی فرمایا کہ بدبو۔ خوشبو پہ اکثر غالب آجاتی ہے۔ ہاں جب خوشبو کا انسان عادی ہو جائے تو پھر بدبو دماغ کو ضائع کر دیتی ہے۔ بلکہ بعض وقت عمدہ دماغ کے آدمی ہلاک ہو جاتے ہیں۔ شیخ سعدیؒ نے اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ ؎

تحکم کند سیر بربوئے گل

انسان کو خداوند کریم نے صحیح ایماندار کی شناخت کا معیار عطا فرمایا ہے فان امنوا بمثل ما امنتم بہ فقد اھتدوا وان تولوا فانما ھم فی شقاق۔ یعنی اصحابیوں کا ایمان۔ جو اس کسوٹی پر پورا نہ آوے۔ وہ مومن نہیں اور نہ ہی مرشد بن کر بیعت لینے کے لائق ہے۔ مولوی رومی صاحب کا اس طرف اشارہ ہے ؎

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست　　پس بہر دستے نباید داد دست

مولوی قطب الدین صاحب فرماتے تھے کہ میں بھی اس وقت تحصیل یافتہ تھا۔ لیکن آپ کی اس تقریر سے میرا دل صاف ہوا۔ میں حق ایمان کا سمجھ گیا یقین کر لیا۔ کہ ایمان اس کا نام ہے کئی صوفی وغیرہ وغیرہ دیکھے۔ لیکن دل نہیں چاہا کہ ان کے پاس بیٹھا بھی جائے۔ میرے خیال میں کوئی ایسا آدمی شاید ہی ہو مگر میں نے نہیں دیکھا۔

مولانا کی کلام کا ایک اور جملہ یاد آگیا جو کہنے کے قابل ہے۔ خلاف شرع کوئی شخص ہو خواہ ہندو خواہ مسلمان زہد اور ریاضت کر لے اسکو دنیا میں ثمرہ مل جاتا ہے۔ اس کے ملنے سے استدراج کے طور پر دوسرے پر غالب بھی آجاتا ہے۔ خلاف شرع بھی پہلے اللہ کا نام لیتے ہیں۔ اور اس کو ہی پکارتے ہیں۔ وہی طالب کے دل پہ جاری ہوتا ہے۔ نور اور درجات اور بقا درجات اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہی حاصل ہوتا ہے۔ اگر ایسے لوگوں کا مقابلہ کسی اہل شرع سے شریعت کے کاموں میں ہو تو اہل شرع کو خداوند کریم غلبہ دے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔ لاغلبن انا ورسلی۔

(۲۹)

قلعہ میہاں سنگھ میں بڈھا نام کشمیری پہلوان آدمی تھا۔ بڑا ازانی اور

سرکش تھا مسجد اور ہمارے گھر کے درمیان اس کا گھر اور کھڈیاں تھیں۔
ایک دن آپ قیلولہ کرنے کے واسطے مسجد کی طرف تشریف لے جا رہے تھے
کہ خلافِ عادت آپ اس کی کھڈی پر کھڑے ہو گئے۔ اور بڈھا سے پوچھا
کہ کبھی تم کو رونا بھی آیا ہے۔ یا نہیں۔ اس نے جواب دیا۔ حضرت ایک بار
کشتی لڑتے لڑتے میرا بازو ٹوٹ گیا تھا اس وقت بے اختیار رو رہا تھا۔
آپ نے فرمایا میں یہ نہیں پوچھتا۔ میں پوچھتا ہوں۔ کبھی خدا کے خوف سے
بھی تم روئے ہو یا نہیں۔ اس نے کہا حضرت نہیں۔ میں تو جانتا ہی نہیں کہ
خدا کا خوف بھی ہوتا ہے۔ میں تو اس نام سے بھی واقف نہیں ہوں آپ
نے فرمایا۔ دیکھو۔ اگر کیچڑ لے کر دیوار پر مارا جائے خواہ وہ گر جائے لیکن
اس کا نشان تو دیوار پر باقی رہے گا۔ آپ کا فرمانا۔ بڈھا کر گر سے اللہ اکبر
کہہ کر باہر آ گیا۔ دو روز تو بیہوش رہا۔ جب ہوش میں آیا تو گورستان
کو بھاگ گیا۔ اس کے والدین جلتے یا کوئی اور اس طرف سے بے دین
گذرتا تو بڈھا دیکھ کر کہتا کہ خنزیر آ گئے۔ اور بھاگ جاتا۔ بڈھے کے
والدین نے مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔ یا حضرت
ایک ہی بیٹا تھا۔ ہم دونوں بوڑھے ہیں۔ اسی کی کمائی پر گذارہ تھا ہم
اتنا چاہتے ہیں کہ وہ کام کرتا رہے اور دیندار بھی رہے۔ آپ نے فرمایا
جاؤ اس کو بلا لاؤ۔ انہوں نے کہا کہ حضرت ہمارا جانا بے فائدہ ہے
ہم جاتے ہیں تو وہ دیکھ کر بھاگ جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ۔ اور
میرا نام لے کر بلاؤ آ جائے گا۔ اس کا والد گیا اور کہا بڈھا مولوی صاحب
بلاتے ہیں۔ یہ سن کر اپنے والد کے ساتھ ہو لیا اور مولوی صاحب
کی خدمت میں آ کر بیٹھ گیا۔ آپ نے اس کی پیٹھ پر ہاتھ پھیرا اور فرمایا
جاؤ کام کرو۔ والد اور والدہ کی خدمت کرو۔ اسی میں دارین کی سعادت
اور فلاح ہے۔ بڈھا اسی وقت چلا گیا اور اپنا کام کرنے لگ گیا۔

تا دمِ مرگ اللہ کا نام اور رونا نہ چھوٹا۔ میاں بڈھا کہا کرتا تھا۔ کہ میں
نے جو جو بزرگ سنا اس کے پاس گیا۔ مولوی صاحب سے جو حاصل ہوا تھا
وہی رہا۔ آپ کے کلام میں وہ اثر تھا جو دوسروں کی توجہ میں نہیں آپ
کی نظر سے میری شقاوت سعادت سے بدل گئی۔ مولوی رومی صاحب
نے سچ کہا ہے ؎

صحبتِ صالح ترا صالح کند　　　صحبتِ طالح ترا طالح کند

رسول اللہ صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے نیک اور بد کی صحبت کی
کیا خوب مثال دی ہے۔ نیک سے دوستی ایسی ہوتی ہے۔ جیسے عطار
سے یعنی اگر عطر لے گا نہیں تو خوشبو تو آئے گی۔ اور بد کی دوستی جیسے
لوہار کی دوستی۔ اس کے پاس بیٹھنے سے کپڑے جلیں گے۔

(۳۰)

بوٹا سدد قلعہ میہاں سنگھ کا باشندہ نے بیان کیا۔ کہ ایک دفعہ مولوی
صاحب نے موضع فیروز والا سے ایندھن کے لیے ایک بیری کا درخت
لیا۔ وہ بیری ایک خانقاہ پر تھی اور بہت ہی بڑی تھی۔ وہاں شرک وغیرہ
بھی ہوتا تھا۔ اس لیے مولوی صاحب نے زمینداروں سے وہ بیری
کا درخت پوچھا۔ کیونکہ آپ کی یہ عادت تھی کہ جب کسی جگہ بغیر اللہ
عبادت ہوتی دیکھتے آپ ضرور اس کا ستیاناس کرتے۔ مولوی صاحب
کے پوچھنے پر زمینداروں نے کہا کہ حضرت یہ بیری خانقاہ والے
فقیر کی ہے ہم تو اس کو استعمال نہیں کر سکتے اگر آپ کو توفیق ہے
تو آپ کٹوا لیں۔ آپ نے وہ بیری کٹوا لی اور مجھے پیغام بھیجا کہ اپنا
گڈا لے کر فیروز والا میں آؤ۔ میں حسب الحکم گڈا لے کر فیروز والا
میں پہنچ گیا۔ ہم نے اس بیری کا تیسرا حصہ گڈا پر لاد لیا اور گاؤں
کی طرف روانہ ہو پڑے۔ جب گوجرانوالہ سے گذر کر قلعہ میہاں سنگھ

والی سڑک پر آ گئے تو تقدیر یہ اگڈا راستہ میں اُلٹ پڑا۔ اور لکڑیاں گر گئیں۔ حیران تھے کہ اب کیا کیا جائے نہ گاؤں نزدیک اور نہ شہر راستہ میں اتنے آدمی ملنے مشکل۔ مولوی صاحب نے فرمایا آؤ تم بھی زور لگاؤ اور میں بھی لگاتا ہوں۔ میں خاموش کھڑا رہا۔ آپ نے پھر دوبارہ فرمایا۔ میں نے عرض کیا کہ حضرت فیروز والا سے تو ہم کو تقریباً سو آدمی نے ہمیں گڈا لدوایا تھا۔ اب ہم دو آدمی کس طرح لادیں گے۔ آپ نے فرمایا خداوند کریم قادر ہے کیا عجب ہے کہ وہ سو آدمی کا کام ہم دونوں سے کرا دے۔ فرمایا پکڑو بسم اللہ میں نے تو محض ہاتھ ہی لگایا وہ بھی حیرانی سے اور آپ کا مجھے معلوم نہیں کہ زور لگایا یا نہیں وہ لکڑیاں ہماری حسبِ خواہش لد گئیں۔ آپ نے فرمایا گاؤں میں جا کر کسی کے آگے یہ واقعہ بیان نہ کرنا۔ اسی لیے میں نے ان کی زندگی میں ذکر نہ کیا۔ فوت ہونے کیبعد ذکر کیا

(۳۱)

بوٹا برڑ باشندہ فیروز والا نے بیان کیا۔ جب مولوی صاحب فیروز والا میں بیری کٹوانے کے واسطے تشریف لائے۔ اس وقت چیت کا مہینہ تھا اس خانقاہ سے میرا کنواں قریب تھا۔ آپ کے نیچے گھوڑی تھی آپ نے اس کو چرنے کے واسطے میرے کنوئیں پر ہی چھوڑ دیا۔ کنوئیں کے نزدیک ایک گھماؤں موٹی گندم (وڈانک) نئی آبپاشی کی ہوئی تھی۔ آپ کی گھوڑی سیدھی اسی کھیت میں چلی آئی۔ میں اور میرا بیٹا دونوں دیکھ رہے تھے۔ مولوی صاحب نے ایک مجذوب کا قصہ شروع کیا ہوا تھا۔ کہ ایک مجذوب لوگوں کے لاغر گدھے جمع کر کے لوگوں کے کھیتوں میں چرا تا پھرتا تھا۔ جتنے پاؤں ان گدھوں کے کسی زمیندار کے کھیتوں میں لگتے اتنے ہی مانی غلہ اس زمیندار کا

ہوتا۔ اگر کوئی منع کرتا تو اس کی زراعت اچھی نہ ہوتی۔ ایک ہی لوگوں پر اس مجذوب کا افشائے راز ہو گیا۔ پھر کوئی منع نہ کرتا بلکہ لوگ خود کہہ کر گدھے اپنے کھیتوں میں چرواتے۔ بوٹا نے کہا کہ حضرت آپ کی گھوڑی سیدھی میری کنک میں خوشہ جات کھاتی چلی آئی ہے۔ میں بھی اس کے کھوج گن لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا اچھا تیری مرضی۔ اگر خدا کو میری عزت رکھنی منظور ہوگی تو رکھ لے گا۔ میں نے کھوج گنے تو ۴۸ کھوج تھے۔ میری کاشت کل دس گھماؤں تھی۔ جب گندم کاٹی اور دانے نکالے تو پوری ۴۸ مانی گندم ہوئی۔

اسی موقع پر موضع فیروز والا کے ایک زمیندار نے آ کر عرض کیا کہ حضرت میری چچی بیوہ اور بڑی متمول ہے۔ میں بڑا غریب ہوں میں نے اس کو نکاح کے واسطے کہا مگر وہ مجھ سے سخت کلامی سے پیش آئی۔ آپ نے فرمایا تم جا کر اپنی چچی کو میری زبانی کہو کہ مولوی صاحب نے فرمایا ہے۔ کہ آج رات کو میری روٹی تم پکاؤ۔ وہ زمیندار چلا گیا۔ اور اس بی بی کو جا کر اس طرح کہہ دیا اس نے بڑی خوشی سے مولوی صاحب کی دعوت کی اور اپنے طالب کو ہی دعوت پکوانے اور کھلانے پر مختار کیا۔ جب آپ ماحضر تناول فرما چکے تو اس بیوہ نے کہا کہ حضرت میرا اس شخص سے نکاح کر دو۔ شاید آپ کے مبارک قدموں کی برکت سے کوئی فرزند پیدا ہو۔ بعد نکاح اس کے ہاں بیٹے پیدا ہوئے۔

(۳۲)

قلعہ میاں سنگھ میں بوٹا نامی ایک شخص کشمیری قوم سے تھا اور پرلے درجے کا بیدین تھا۔ ایک دفعہ رمضان شریف میں مسجد میں آ کر بو کا نکالا۔ اور مسجد کا ہی لوٹا لے کر بھر لیا۔ آپ نے دیکھ

کر فرمایا کہ کیا کرتا ہے۔ کہنے لگا پانی پیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تو کمال
درجہ کی بے حیائی ہے کہ مسجد کا بوکا اور مسجد کا لوٹا اور پھر رمضان شریف
میں مسجد میں ہی کھڑے ہو کر میرے سامنے اقرار کرتا ہے۔ کہ پانی
پیتا ہوں۔ اس نے لوٹا بھرا بھرایا دے مارا لوٹا ٹوٹ گیا۔ آپ نے
غصہ میں آکر فرمایا۔ جا موذی۔ جیسا تُو نے مسجد کا لوٹا توڑا ہے خدا
وند کریم تیرا ابھی ویسے ہی توڑے گا۔ اس کو جلتے ہی استسقاء ہو
گیا۔ محمد صدیق کشمیری اس کی برادری میں آپ کا بڑا معتقد اور مرید
تھا۔ اس نے پوچھا کہ تو تو آج تندرست ہٹا کٹا تنومند جوان تھا۔ تجھ
کو کیا ہو گیا۔ اس نے تمام واقعہ کہہ سنایا اور کہا کہ کسی حکیم کو بلاؤ۔
اس نے کہا کہ بیوقوف یہ تو کرامت ہے۔ جس منہ سے نکلی ہے
اسی مُنہ سے جائے گی۔ علاج وغیرہ بالکل بے فائدہ ہے۔ ہم تمام آدمی
بمع تمہاری بیوی اور بچے کے جمع ہو کر تمہارے ساتھ چلتے ہیں
حضور کی خدمت میں عرض کریں گے اگر تیری حیات باقی ہے۔ تو
تیرے حق میں حضرت کے منہ سے کلمہ خیر نکلے گا۔ تمام جمع ہو کر آپ
کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اس کی بیوی نے اپنا بچہ مولوی صاحب
کی گود میں رکھ دیا اور عرض کیا کہ حضور میری جوانی اور اس معصوم
بچے کی حالت پہ رحم فرما کر اس کو معافی دیں اور اس کے حق میں
دُعا کریں کہ اللہ تعالے آرام دے دیوے۔ محمد صدیق نے بہت
منت کی آپ نے فرمایا کہ میرا کوئی غصہ نہیں۔ اگر یہ شخص تائب ہو
کر نماز۔ روزہ۔ زکوٰۃ ادا کرے گا۔ تو خداوند کریم اس کو معاف
کرے گا۔ ورنہ ان بطش ربک لشدید بوٹا نے اسی مجلس میں
توبہ کی اور اسی وقت صحت یاب ہو گیا۔ ایک سال کے بعد اس نے
نماز چھوڑ دی۔ پھر اسی بیماری میں مبتلا ہو گیا۔ نماز شروع کرنے پہ پھر

صحت یاب ہوا۔ جب اس نے چوتھی دفعہ نماز چھوڑ دی تو مولوی صاحب
نے فرمایا۔ کہ اب حد ہو گئی ہے تو خدا کو دھوکا دیتا ہے۔ اب میں کچھ
نہیں کہتا۔ ہر چند وہ تائب ہوا مگر صحت نہ ہوئی۔ اور اسی بیماری سے
فوت ہو گیا۔

(۳۳)

شہر گوجرانوالہ سے ایک شیخ اور اس کی بیوی اپنی ۱۴ سالہ لڑکی کو
ساتھ لے کر خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ حضرت اس لڑکی کے
سر پر کوئی بال نہیں ہے یعنی گنجی ہے۔ اس کی شادی نزدیک ہے آپ
دُعا فرمائیں کہ اس کے سر پہ بال پیدا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ بیٹی نماز
پڑھا کرو۔ انشاء اللہ تو جلدی اچھی ہو جائے گی۔ اس لڑکی نے نماز پڑھنی
شروع کر دی۔ سر پہ بال بکثرت پیدا ہو گئے۔ دو سال کے بعد وہ لڑکی
مع اپنے چھوٹے بچے کے اپنی والدہ کے ہمراہ نذرانہ لے کر خدمت
میں حاضر ہوئی۔ آپ نے پوچھا تم کون ہو اور کہاں سے آئی ہو
لڑکی کی والدہ نے تمام سرگذشت یاد دلائی۔ آپ نے پوچھا کہ نماز پڑھا
کرتی ہے یا نہیں۔ لڑکی نے جواب دیا حضرت پڑھا تو کرتی تھی
مگر اب تھوڑے دنوں سے چھوٹ گئی ہے۔ اسی وقت آپ نے
نذرانہ واپس کر دیا۔ اور فرمایا تمہارے جیسے لوگوں سے جو خدا سے
وعدہ کر کے توڑ دیتے ہیں۔ مجھے کوئی سروکار نہیں۔ ہر چند اس نے
کہا۔ آپ نے نذرانہ نہ لیا۔ بالآخر وہ واپس گوجرانوالہ چلی گئیں۔ رات
کو وہ لڑکی سوئی صبح اٹھ کر سر پہ ہاتھ پھیرا تو ایک بال بھی نہ تھا۔ ایسا
ہوا گویا کان لم یکن شیئا۔

(۳۴)

گجرات پنجاب کا ایک موچی لاہور میں کام کرتا تھا۔ اتفاقاً آپ لاہور

تشریف لے گئے اور وعظ فرمایا۔ وعظ میں آپ نے حضرت ذکریا کے
ہاں حضرت یحییٰ کی پیدائش کا ذکر کیا۔ وعظ ہی میں موچی اُٹھ کھڑا ہوا
اور کہنے لگا یا حضرت اب بھی ایسا ہو سکتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ ہاں
اب بھی خداوند کریم ایسا کرنے پر قادر ہے۔ موچی نے کہا میرا
حال بعینہٖ حضرت ذکریا علیہ السلام کا سا ہے۔ میری عورت عقیمہ
(بانجھ) ہے اور میں بوڑھا ہوں آپ میرے لیے دُعا فرما دیں
شاید آپ کی دُعا کی برکت سے کوئی فرزند میرے ہاں پیدا ہو۔
آپ نے دُعا فرمائی۔ لوگوں نے بھی آمین آمین کہا۔ خداوند کریم
نے اپنے فضل سے اس کو لڑکا دیا۔ مولوی صاحب نے اس کا نام
اللہ دتا رکھا۔ اور وہ حافظ قرآن ہوا۔

(۳۵)

فضل دین زمیندار نمبردار موضع مان متصل قلعہ میہاں سنگھ نے آپ
کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میں ساہوکار کا مقروض ہوں
اور وہ آج کل مجھ پر دعویٰ کرنے والا ہے آپ نے پوچھا کس قدر
قرضہ ہے زمیندار نے کہا بارہ سو روپیہ اور سب سود ہی۔ ساہوکار
کہتا ہے کہ زمین دے دو یا روپیہ ادا کر دو ورنہ میں دعویٰ کرتا ہوں
اس طرح زمین اور نمبرداری دونوں جاتی رہیں گی۔

آپ نے فرمایا جا فلاں فلاں آدمی کو ہمراہ لے کر اس ساہوکار
سے حساب کرنا اور جو چھوٹی گائے تمہارے پاس ہے وہ دے
کر تمام حساب بیباق کر دینا۔ تمہارے ذمہ کل عہ روپیہ ہیں۔
فضل دین نے عرض کیا کہ حضرت مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ قرضہ
بارہ ۱۲۰۰ سو روپیہ ہے اور میں نے ان کو کچھ دیا ہوا بھی نہیں۔ آپ نے
فرمایا جاؤ جس طرح ہم کہتے ہیں کرو۔ اللہ تعالیٰ فضل کرے گا۔ زمیندار

نے حسب فرمان چند معتبر آدمی جمع کیے اور ساہوکار کے پاس گیا۔ اور
کہا کہ میں حساب کرنے کے واسطے آیا ہوں۔ ساہوکار نے اپنی بہی
نکالی۔ دیکھا تو زمیندار کے حساب میں کئی رقوم جمع ہیں۔ کہیں تماکو
ہے۔ کہیں کپاس۔ کہیں کماد ہے۔ کہیں گندم کہیں قند سیاہ ہے تو
کہیں توری۔ ساہوکار دیکھ کر حیران رہ گیا کہ یہ رقوم کہاں سے آ گئیں
جو نہ دیکھی تھیں اور نہ سُنی تھی۔ الغرض حساب کرنے کے بعد اس کے
نام کل عہ روپیہ نکلے۔ زمیندار نے وہ چھوٹی گائے دے کر کل حساب
بیباق کر دیا۔ اسی زمیندار نے پھر آکر عرض کیا کہ حضرت میرے پاس
سوائے ایک بوڑھی بھینس کے اور کچھ نہیں اور وہ بھینس بھی سونے سے
رہ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میاں وہ تو سونے والی ہے۔ جا خداوند کریم
اس میں ہی برکت کرے گا۔ اس کے بعد وہ گیارہ دفعہ سوئی۔ گھی اور
دودھ پہلی حالت سے بہت زیادہ دیتی رہی۔ وہ زمیندار اسی طرح
آہستہ آہستہ آسودہ حال ہو گیا۔

(۳۶)

موضع مان متصل قلعہ میہاں سنگھ میں ایک کشمیری مسمی اسمٰعیل بہت
متمول آدمی تھا اور وہاں ہی شرف الدین نامی ایک ککّو رہتا تھا۔ شرف الدین
مولوی صاحب کا مرید رشید تھا۔ بڑا صالح مرد تھا۔ اس نے میرے آگے
بیان کیا۔ کہ آپ کی شادی کے موقع پر (راقم الحروف کی) مولوی صاحب
تشریف لائے اور مجھے فرمایا۔ کہ عبدالقادر کی شادی ہے۔ اور مجھے
یک صد روپیہ کی ضرورت ہے۔ جاؤ اسمٰعیل کو بلا لاؤ۔ میں بلا لایا آپ
نے اسمٰعیل سے یک صد روپیہ بطور قرض حسنہ طلب کیا۔ اسمٰعیل نے
کہا کہ میرے پاس کوئی روپیہ نہیں آپ نے پھر فرمایا لیکن پھر بھی
اس نے انکار کیا۔ میں نے بھی تقاضا کیا۔ لیکن نہ مانا۔ آخر مولوی صاحب

نے فرمایا شرف الدین کیوں تقاضا کرتے ہو۔ اس کو مت مجبور کرو۔ اس
کے پاس کوئی روپیہ نہیں۔ آپ واپس قلعہ تشریف لے گئے۔ میں نے
یک صد روپیہ قرض لے کر مولوی صاحب کو پہنچا دیا۔ آپ نے میرے
حق میں دعائے برکت کی۔ میں تو ایک سال میں صاحب زکوٰۃ ہو گیا۔
سال کے اندر ہی اسمٰعیل مفلس قلاش ہو گیا۔ اور اسی صدمہ سے وہ
سودائی ہو گیا۔ تا مرگ اس کی زبان پر یہ الفاظ رہے۔ ہائے میرا روپیہ
کہاں گیا۔ نہ میں نے کوئی شادی کی نہ چوری ہوئی نہ میں نے کسی کو
دیا۔ افسوس مولوی صاحب کو کیوں نہ دیا۔

(۳۷)

ستراہ سندھ صواں میں حاجی خدا یار آپ کا مرید رشید اور صالح مرد
تھا۔ اس نے آکر عرض کیا کہ حضرت ہمارے گاؤں کا ذیلدار فیض بخش
بڑا عیاش ہے۔ سخی اور بارعب بھی ہے۔ اگر وہ مسلمان ہو جائے۔ تو
تمام گاؤں مسلمان ہو جاتا ہے۔ آپ ستراہ تشریف لے گئے۔ ذیلدار
کا جو ستارۂ ہدایت انتظار میں چشم براہ ہو رہا تھا۔ آتے ہی ملاقات
ہو گئی۔ ذیلدار نے دیکھتے ہی سر تسلیم خم کیا۔ آپ سے مصافحہ کیا۔ آپ
نے فرمایا ؎

بیا با نیک خواہاں متفق باش — غنیمت داں امور اتفاقی

آپ کا یہ شعر پڑھنا ذیلدار بیہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ اور ایسا
تڑپنے لگا۔ جیسے جانور حلال کیا ہوا تڑپتا ہے۔ ایک ہفتہ ایسی
حالت میں رہا۔ اس کے والد نے آکر عرض کیا حضرت اب فیض بخش کو
اٹھائیے۔ اگر ایسی حالت میں رہا تو مر جائے گا۔ آپ نے اس کے سر
پر ہاتھ پھیرا وہ ہوش میں آگیا۔ اور ایسا تائب ہوا کہ اس کے بعد جو
کچھ خرچ کیا۔ راہ خدا میں خرچ کیا۔

(۳۸)

حاجی خدا یار نے اپنی ہدایات کا قصہ یوں بیان کیا پہلے میں ذیلدار کا
منشی مقرر تھا اور علاوہ اور آمدن کے دس روپیہ سینکڑہ رشوت سے
مقرر تھا۔ ایک دن ایک مقدمہ پر گوجرانوالہ میں ذیلدار کے ہمراہ آیا۔
اس مقدمہ میں ۵ روپیہ رشوت سے مجھے حصہ ملا۔ گھوڑی میرے پاس
تھی۔ میں نے ذیلدار کو کہا میرا دل چاہتا ہے کہ مولوی صاحب کا دیدار
کر آؤں سنا ہے کہ بہت بزرگ ہیں۔ ذیلدار نے کہا۔ کہ سینکڑوں مولوی
دیکھے ہوئے ہیں۔ جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں دل میں پختہ ارادہ کر
چکا تھا کہ ضرور ہی مولوی صاحب کا دیدار کرنا ہے۔ میں نے گھوڑی کی
باگ قلعہ کی طرف اٹھائی۔ شام کے قریب قلعہ پہنچ گیا۔ مولوی صاحب نے
نہ مجھے دیکھا ہوا تھا اور نہ ہی میں نے ان کو دیکھا ہوا تھا۔ آپ مسجد سے
باہر نکل کر کھڑے ہوئے تھے۔ اور ساتھ ایک درویش ابراہیم نامی تھا
ابراہیم کو فرمانے لگے یہ گھوڑی والا شخص ستراہ کے علاقے سے اس کی گھوڑی
لے کر باندھنا اور چارہ وغیرہ ڈالنا میں اپنے چاہ پر جا رہا ہوں۔ اتنے
میں میں بھی پہنچ گیا۔ معمولی سلام علیک کے بعد آپ تو کھوہ پر تشریف
لے گئے درویش نے گھوڑی پکڑ کر باندھی اور چارہ ڈالا۔ شام اور
عشاء کی نماز مولوی صاحب نے پڑھائی۔ لیکن مجھے بالکل نہ پوچھا۔
کہ تم کون ہو کہاں سے آئے ہو کیا کام ہے۔ میں دل ہی دل میں
پیچ و تاب کھا رہا تھا کہ میں نے ذیلدار کا کہا کیوں نہ مانا۔ ذیلدار سچ
کہتا تھا۔ اسی غصہ کی حالت میں سو گیا۔ مولوی صاحب سحری کے وقت
مسجد میں تشریف لائے اور مجھے نیند سے بیدار کیا۔ اور فرمایا کہ تم عالم
ہو یا چوہڑے۔ میں نے عرض کیا کیوں حضرت مجھ میں چوہڑوں والی
کونسی بات ہے۔ میں حیران تھا کہ آپ کو کون بتا گیا ہے۔ آپ نے

فرمایا ذیلدار کا ساتھ چھوڑ دو اور آئندہ کے لیے توبہ کرو۔ اتنی بات سے ہی میرے دل کی سیاہی دور ہو گئی اور ایسی توبہ کی کہ ذیلدار کی ملازمت گاؤں میں پہنچتے ہی چھوڑ دی۔ ذیلدار نے بہت اصرار کیا اور حصہ بجائے ۱۰ فیصدی کے ۳۵ فیصدی تک دینے کا اقرار کیا۔ لیکن میں نے انکار کر دیا

(۳۹)

چوہدری فیض بخش ذیلدار کے بھائی چوہدری محمود خان نے میرے سامنے بیان کیا کہ ہمارے گاؤں کے برہمن جو ہمارے ساہوکار ہیں انہوں نے مجھے کہا سنا جاتا ہے کہ جو کوئی مولوی صاحب کا غیر مذہب والا درشن کرنے کے لیے آتا ہے وہ مسلمان ہو جاتا ہے۔ میں نے کہا بات تو ایسی ہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں بھی کسی دن درشن کرانا۔ تھوڑے دنوں کے بعد آپ ستراہ تشریف فرما ہوئے۔ میں نے برہمنوں والی گفتگو عرض کی۔ آپ نے فرمایا محمود خاں اگر کوئی وقت آ گیا تو میں کہوں گا۔ تم بلا لانا جمعہ کے روز آپ وعظ فرما رہے تھے دوران وعظ میں آپ نے مجھے فرمایا۔ محمود خاں ان کو بلا لاؤ۔ کوئی اور بھی غیر مذہب آنا چاہے تو اس کو بھی ساتھ لے آنا۔ میں گیا ہر چند برہمنوں کو لانے کی کوشش کی لیکن وہ نہ آئے۔ ایک چوہڑا اور ایک ہندو میرے ساتھ ہو لیا جب مولوی صاحب سے دوچار ہوئے۔ اللہ کی قسم ابھی انہوں نے کوئی کلمہ وعظ نہیں سنا صرف مولوی صاحب کو دور سے دیکھتے ہی کلمہ شہادت کہنا شروع کر دیا۔

میں ایک کلہاڑی ایندھن لانے کے واسطے برہمنوں سے مانگ کر لایا تھا۔ ہر چند میں نے وہ کلہاڑی واپس کرنے کی کوشش کی۔ لیکن انہوں نے نہ لی اور کہنے لگے کہ اس کلہاڑی سے مولوی صاحب کی روٹی کے لیے ایندھن لایا گیا ہے۔ شاید ہم اس کو

دیکھ کر ہی نہ مسلمان ہو جائیں۔

(۴۰)

کیسر شاہ صاحب سکنہ دائیانوالی مشہور غیر شرح صوفی گذرے ہیں۔ شاہ صاحب کا ایک مرید اس طرف آیا۔ شاہ صاحب نے بوقت روانگی اپنے مرید کو فرمایا کہ آتی دفعہ قلعہ والے مولوی کا امتحان کرتے آنا عصر کی نماز ہو رہی تھی وہ مرید آ گیا۔ جب مولوی صاحب نماز سے فارغ ہوئے تو وہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آدھ گھنٹہ بیٹھ کر رخصت چاہی۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جا۔ ابھی بہت وقت ہے۔ اس نے عرض کیا حضرت دائیانوالی یہاں سے بارہ کوس ہے۔ فاصلہ بہت ہے اس لیے اب رخصت چاہیئے۔ آپ اس کے ہمراہ وداع کرنے کے لیے باہر تشریف لے آئے۔ بوقت روانگی آپ نے فرمایا۔ اپنے پیر کو میری زبانی یہ شعر سنا دینا ؎

خلاف پیمبر کسے رہ گزید　　کہ ہرگز بمنزل نخواہد رسید

وہ شخص بیان کرتا تھا کہ مولوی صاحب نے مصافحہ کیا۔ اور معانقہ کر کے مجھے رخصت کیا۔ ابھی آفتاب اسی حالت میں تھا کہ میں دائیانوالی پہنچ گیا۔ شاہ صاحب سے ملاقات ہوئی۔ مولوی صاحب کا پیغام دیا شاہ صاحب نے پوچھا تم کس وقت قلعہ سے روانہ ہوئے تھے۔ میں نے عرض کیا۔ ابھی۔ نہ مجھے تکان ہے اور نہ کسی قسم کی بے آرامی ہے

اس دن سے وہ مولوی صاحب کو بھلا برا کہنے سے ہٹ گیا جب کہتا یہ کہتا کہ مولوی صاحب فقیر ہیں۔ آج دنیا میں ان کا ہمسر کوئی نہیں شاہ صاحب سے سلسلہ بیعت توڑ کر مولوی صاحب سے بیعت کر لی۔

۴۱

میاں عبدالعزیز سکنہ کوٹ بھوایندا س آپ کا شاگرد اور فیض یافتہ

مرید تھا۔ وہ بیان کرتا ہے کہ ایک نجار موضع دھاریوال کا رہنے والا جس کا قلعہ میاں سنگھ سے بجانب مشرق ایک میل کا فاصلہ ہے۔ آپ کے پاس آیا اور عرض کیا کہ میں سکھوں کا مزارع ہوں۔ چار مانی غلہ گندم ٹھیکہ دینا ہے۔ لیکن جو غلہ برآمد ہوا ہے وہ بمشکل ڈیڑھ دو مانی کے قریب ہوگا۔ سکھ بڑے زبردست ہیں۔ مجھے بے عزت کریں گے۔ آپ دُعا فرمادیں کہ کسی طرح میری خلاصی ہوجائے۔ آپ اتفاق سے اس وقت غسل کر رہے تھے۔ اپنا کپڑا نہانے کا صاف کر کے اس کو دیا اور کہا اس کو غلہ پہ ڈال کر بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ پڑھ کر ماپنا شروع کردو۔ میں بھی آتا ہوں۔ آپ کے تشریف لے جانے تک گیارہ مانی ماپ چکے تھے۔ جاتے ہی آپ نے اپنا کپڑا گندم کے ڈھیر سے اٹھا لیا۔ دیکھا تو گندم اتنی کی اتنی کپڑا کے نیچے باقی پڑی ہوئی ہے آپ اس نجار کو خفا ہوئے اور فرمایا معاملہ پورا کرنے کے بعد اپنے گزارہ کے لیے ماپ لیتے اتنا لالچ اچھا نہیں۔

(۴۲)

پیر میر حیدر صاحب مرحوم نے اپنا قصہ یوں بیان فرمایا۔ میں ابتدا میں خانپور گکھڑاں ضلع راولپنڈی کا باشندہ تھا۔ میرے آباؤ اجداد کا وہی مسکن تھا۔ مجھے شکار کا بہت شوق تھا اسی دھن میں خواب و خورش بھی بعض دفعہ بھول جاتا۔ میری عمر تقریب ۲۵ سال کے ہوگی۔ ایک دن میں شکار کھیل کر گھوڑے پر سوار ہو کر بازار کے راستہ واپس آرہا تھا کہ ایک لکڑہارے نے مجھے بلایا۔

اور کہا میر حیدر ذرا یہاں بیٹھ جا۔ میں اس کے کہنے کی پرواہ نہ کر کے چلا گیا۔ دوسرے روز پھر مجھے گزرتے وقت اسی لکڑہارا نے بُلایا۔ پھر بھی میں نے کوئی جواب نہ دیا اور چلا گیا۔ تیسرے روز اس نے میرے گھوڑے کی باگ پکڑ لی اور نیچے اتار لیا اور میرے ساتھ مصافحہ

اور معانقہ کیا۔ مصافحہ کرتے ہی میرے دل سے شکار کی محبت نکل دور ہوگئی۔ میرے خیالات آناً فاناً بدل گئے۔ حالت اور سے اور ہوگئی میں نے اپنے ملازموں کو گھوڑا۔ اور باز دے دیئے اور ان کو رخصت کر دیا۔ کچھ یاد نہ رہا۔ بغیر ذکر اور کوئی فکر نہ تھا۔ اہل وعیال بھول گئے۔ محبت بغیر اللہ منقطع ہوگئی۔ اگر خیال تھا تو اللہ تعالےٰ کا محبت تھی تو اللہ تعالےٰ کی اگر شغل تھا تو ذکر الٰہی کا تھا۔ چند روز میں اس لکڑہارے کے پاس رہا۔ میرے بھائی میرے بچے مجھے لینے کے لیے آتے تو میں خالی واپس کر دیتا۔ ایک دن وہ لکڑہارا مجھے سویا ہوا دیکھ کر بستر اباندھ چلا گیا۔ جب مجھے ہوش آیا۔ تو نہ وہ پیر اور نہ اس کا کوئی سامان نظر پڑا۔ دو روز تو میں نے اس کی تلاش میں گزارا۔ کوئی سراغ نہ ملا میں مجنون سا ہوگیا۔ حواس باختہ ہو کر ہر طرف جویاں و پویاں تھا۔ ایک سال تک میرا یہی حال رہا۔ بعد اس کے میں ہری پور ہزارہ میں حیات گل صاحب کے پاس گیا۔ انہوں نے میرا حال سن کر مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی طرف بھیجا۔ وہاں سے جو جو صوفی کسی مشہور جگہ تھے وہاں بھی گیا لیکن محرم راز کوئی نہ ملا۔ اور نہ ہی ایسا استاد ملا جس سے سبق لوں۔ یا گذشتہ پہ نگاہ کر کے پھر وہی حال تازہ ہو۔ ایک روز میں مجنونوں کی طرح گوجرانوالہ میں پھر رہا تھا کہ مجھے نبی بخش سراج مرحوم نے پوچھا کہ آپ کون ہیں کہاں سے تشریف لائے ہیں۔ کہاں جانا ہے اس کے پوچھنے سے قدرتاً میرے دل کو قدرے فرحت اور انبساط حاصل ہوا۔ میں اس کے پاس بیٹھ گیا۔ گفتگو ہوتی رہی۔ میں نے اس سے دریافت کیا۔ کہ تم کس کے مرید ہو اس نے مولوی صاحب کا نام لیا۔ نام سنتے ہی میرے دل کو سرور اور چین ہوگیا۔

میرے دل نے شہادت دی کہ خواہ کچھ ہو اس شخص (مولوی صاحب)

کو ضرور ملنا چاہیئے۔ آہستہ آہستہ شوق زیادہ ہوتا گیا۔ نبی بخش نے مجھے ہر چند کہا کہ ذرا ٹھہر جاؤ روٹی کھا کر چلے جانا۔ میں نے کہا اس وقت مجھے کچھ یاد نہیں اور نہ ہی کسی بات کی خواہش ہے مجھے قلعہ میاں سنگھ کا راستہ بتا دو۔ یہ ہی آپ کی بڑی بھاری خدمت ہو گی۔ الغرض مجھے راستہ بتاتا ہوا میرے ساتھ ہی قلعہ میاں سنگھ میں پہنچ گیا۔ مولوی صاحب اس وقت گھر تھے۔ ایک لمحہ بھی نہ گزرا کہ ہم دونوں کی روٹی لیکر تشریف لے آئے۔ اسلام علیکم کہا مصافحہ کیا اور فرمایا۔ میر حیدر خوش ہو۔ میں بجائے جواب دینے کے رو دیا۔ مولوی صاحب نے فرمایا۔ صبر کرو۔ انشاءاللہ تمہارا مطلب پورا ہو جائے گا۔ میری بے صبری اور روٹی نہ کھانا دیکھ کر مجھے آپ نے فرمایا۔ میر حیدر۔ تمہارا پیر لکڑ ہارا ابدال تھا۔ تمہاری خاطر اللہ تعالےٰ کے حکم سے وہاں مقیم تھا۔ جب تمہارا حصہ تمہیں مل گیا تو وہ چلا گیا اور لکھنؤ پہنچ کر فوت ہو گیا۔ باقی تمہارا حصہ اس عاجز کے پاس ہے یہ سن کر میری تسکین ہو گئی۔ میں ایک مدت مولوی صاحب کی خدمت میں رہا۔ آپ سوار ہوتے تو میں کنجکہ پکڑ کر ساتھ ساتھ دوڑتا جو مجھے اس وقت حاصل ہوتا وہ کچھ اور ہی لذت ہوتی۔ آپ کے ساتھ ہر وقت رہنے سے میری یہ حالت ہو گئی کہ جس کی طرف نظر اٹھا کر دیکھتا اس کو وجد ہو جاتا۔ جو مجھے ہاتھ لگاتا اس کی حالت دگرگوں ہو جاتی۔ میں مولوی صاحب کی خدمت میں ہی رہنا چاہتا تھا۔ لیکن مولوی صاحب نے مجھے حق حقوق زن و بچہ اور فرمانِ رسولؐ سنا کر روانگی کے لیے رضامند کر لیا۔ اور مجھے گھر کی طرف روانہ کر دیا۔

(۴۳)

چوہدری احمد الدین آپ کا شاگرد ولد چوہدری حاکم وڈّا ایچ سکنہ لدھیوالہ وڑائچ بیان کرتا ہے کہ ایک بار میرا والد گھوڑی لے کر امرتسر

منڈی پر فروخت کرنے گیا۔ وہاں دیر ہو گئی۔ میرا دل سخت اداس ہوا میں آپ سے سبق پڑھ رہا تھا۔ مجھے فرمانے لگے احمد الدین اداس نہ ہو آج انشاءاللہ العزیز تیرا والد آ جائے گا اسی راستہ آئے گا اور تم کو بھی ساتھ لے جائے گا۔ جب وقت عصر ہوا تو میرا والد مع اپنے ملازم میراسی آ گیا۔ میں بڑا خوش ہوا۔ مولوی صاحب کو ملا۔ بوقت روانگی مولوی صاحب سے میرے لیے اجازت چاہی۔ مجھے لیکر لدھیوالہ چلا آیا۔ میں اپنے والد کا ردلیف تھا۔ راستہ میں میں نے کہا کہ آج میں سبق پڑھ رہا تھا مولوی صاحب نے آپ کے آنے اور مجھے ساتھ ہی لے جانے کا ذکر فرمایا تھا۔ میرا والد اپنے ملازم میراسی کو کہنے لگا۔ سُن لے مجھے لوگ کہتے ہیں کہ حاکم مولوی کا عاشق اور شیدا ہے یہ تو ایک معمولی بات احمد الدین نے بیان کی ہے۔ میں نے اس سے بڑھ کر آپ کی کشف و کرامات دیکھی ہوئی ہیں۔ اس لیے میں مولوی صاحب کا عاشق ہوں۔ میرا مال و جان سب مولوی صاحب کے لیے حاضر ہے۔

(۴۴)

موضع مرالیوالہ میں ہمارا ایک رشتہ دار سُلطان احمد نامی رہتا تھا۔ بڑا متمول آدمی تھا ان کا ہمسایہ ایک لوہار تھا جو نامی چور تھا۔ بیرہ سُلطان احمد صاحب نے میرے آگے بیان کیا کہ میں نے مولوی صاحب کے آگے عرض کیا کہ میرے بچے یتیم ہیں۔ رات بھر ہمارا ہمسایہ لوہار سونے نہیں دیتا۔ وہ ہر وقت اسی کوشش میں رہتا ہے کہ موقع ملے تو سب کچھ لوٹ لوں۔ آپ نے کچھ پڑھنے کے لیے فرمایا۔ اور کہا کہ پڑھ کر بے فکر ہو کر سو رہا کرو۔ انشاءاللہ وہ کُتا بھونک بھونک کر خود ہی چلا جایا کرے گا۔ سو ایسا ہی ہوتا رہا۔ اس کے بعد مولوی صاحب جلد ہی فوت ہو گئے۔

وہ لوہار خود بیان کرتا ہے کہ میں نے مولوی سلطان احمد کے گھر چار دفعہ نقب لگائی جب اندر جاتا تو کُتے کی شکل ہو جاتی اور کُتے ہی کی طرح بھونکتا ہوا باہر نکل آتا۔ ایک دفعہ میں نقب لگا کر اندر گیا۔ بیوی صاحبہ جاگ رہے تھے۔ میری صورت مسخ ہوتی دیکھ کر کہا۔ بھائی تیری صورت مسخ ہونے سے تعجب بھی آتا ہے۔ لیکن جس کی زبان سے یہ کلمات نکلے ہوئے ہیں اس کی زبان بھی سیف الرحمٰن تھی۔ جو کچھ انہوں نے کہا وہ ضرور ہوا اور آئندہ بھی انشاء اللہ ہوتا رہے گا۔ صبح میں نے بیوی صاحبہ سے دریافت کیا انہوں نے تمام ماجرا سنایا۔ اس دن سے میں چوری سے تائب ہو گیا۔

(۴۵)

بوٹا سدھو باشندہ قلعہ میہاں سنگھ نے میرے آگے بیان کیا۔ ہم غلہ نکال رہے تھے۔ سخت آندھی آئی میرا والد چوہدری خیر محمد مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ حضرت ہم غلہ نکال رہے ہیں آندھی سخت آتی معلوم ہوتی ہے کیا کیا جاوے۔ آپ نے فرمایا۔ جاؤ کام کرو۔ خدا حافظ ہے۔ ہم اپنے کام میں مصروف ہو گئے۔ آندھی اس زور سے آئی کہ بڑے بڑے درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ لیکن ہمارا ذرہ بھر نقصان نہ ہوا۔

(۴۶)

میاں محمد سکنہ لاہور نے میرے آگے بیان کیا۔ کہ میں ابتدا زمانہ میں گھوڑوں کی سوداگری کیا کرتا تھا۔ میں نے کچھ گھوڑے خرید کر اپنے ملازموں کو سرینگر فروخت کرنے کے لیے بھیجا۔ خدا کی قدرت تین ماہ گھوڑے فروخت نہ ہوئے۔ اتفاقاً مولوی صاحب لاہور تشریف فرما ہوئے۔ مسجد چینیا نوالی میں آپ نے وعظ فرمایا۔ بعد فراغت میں نے عرض کیا۔ حضرت گھوڑے فروخت ہونے کے لیے سرینگر بھیجے تھے

لیکن تین ماہ ہوئے فروخت نہیں ہوتے۔ مفت کا روزانہ خرچ پڑ رہا ہے۔ دُعا فرما دیں۔ فرمانے لگے۔ میاں انشاء اللہ تیسرے روز تیرے گھوڑے راجہ والئے کشمیر خرید لے گا اور تم کو تین ہزار روپیہ منافع ہو گا۔ میں نے وہ تاریخ لکھ لی۔ جب میرے ملازم واپس آئے تو معلوم ہوا کہ مولوی صاحب کے فرمانے کے تین دن بعد گھوڑے فروخت ہوئے اور حساب کرنے سے تین ہزار روپیہ منافع ہے۔

(۴۷)

بوٹا اور فضل دین سکنہ مان مفلس ہو گئے۔ مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی مفلسی کا ذکر کیا۔ آپ نے ان کو کاشت کے واسطے ادھر بیل لے دئے۔ انہوں نے کاشت شروع کر دی۔ جب سال تمام ہوا تو فصل کاٹا اور دانہ توڑی الگ کرنے لگے۔ ابھی تھوڑا ہی غلہ نکلا تھا کہ سخت اندھیری آنے کے نشان ظاہر ہوئے۔ بوٹا دوڑا دوڑا مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا۔ یا حضرت اس وقت بڑی مشکل میں ہیں ہمارا حال آپ سے مخفی نہیں۔ خدا خدا کر کے سال تمام ہوا تھا۔ اب آندھی والی مصیبت پیش آ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا بوٹا کچھ فکر نہ کرو۔ خداوند کریم اپنے رحم سے تمہارا نقصان نہ کرے گا۔ بوٹا بیان کرتا ہے۔ آندھی اس قدر سخت تھی کہ کئی درخت جڑ سے اکھڑ گئے۔ مگر ہمارا ذرا بھی نقصان نہ ہوا۔

(۴۸)

شیخ عبداللہ نومسلم دلاور والا بیان کرتا تھا کہ میں آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہوا تھا۔ اور مسلمان ہونے کے بعد میں نے مسلمانوں میں ہی نکاح کیا حالانکہ میں پہلے شادی شدہ تھا۔ ایک دن میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ میاں عبداللہ مع اہل و عیال خوش ہو۔

میں نے عرض کیا کہ حضرت میری پہلی بیوی تابعدار اور سلیقہ والی تھی۔
مجھے وہ کسی وقت نہیں بھولتی۔ آپ دُعا فرمائیں وہ بھی مسلمان ہو جاوے
تب زندگی کا مزا ہے۔ ورنہ یوں تو دن گذر رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا
میاں عبداللہ جس نے تم کو ہدایت کی ہے وہ اس کو بھی ہدایت کرنے
پر قادر ہے۔ گھبراؤ نہیں۔ خاطر جمع رکھو۔ انشاء اللہ جلدی ہی تمہاری
مراد بر آئے گی۔ اب تم گھر جاؤ۔ میں حسبِ فرمان گھر چلا آیا۔ ابھی گھر
آئے مجھے ایک ہی روز ہوا تھا۔ کہ میری سابقہ بیوی نے ایک قاصد
کو خط دے کر میری طرف روانہ کیا۔ جس کا مضمون یہ تھا کہ مجھے فلاں
دن اور فلاں وقت آ کر لے جاؤ۔ میں جا کر لے آیا۔ وہ بھی قلعہ میں
آ کر آپ کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوئی۔

(۴۹)

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک سکھ تھانیدار مسمی جوند سنگھ کسی مخبر
کی مخبری سے سرکاری طور پر قلعہ میں آیا۔ مخبر نے خبر دی تھی۔ کہ آج
جمعہ کا دن ہے کم از کم دو ہزار آدمی مسجد میں جمع ہے۔ اور فی الواقع
بات بھی سچ تھی۔ وہ تھانیدار مع اپنے شکاری کتوں کے مسجد میں آ
داخل ہوا۔ آپ نے فرمایا مسجد خانہ خدا ہے۔ پرہیز کرو۔ تھانیدار
نے کہا۔ مولوی تم میرے آنے کو تمام عمر یاد کرو گے۔ اور بھی سخت
سُست کہا۔ آپ نے زور سے پڑھا۔ ان بطش ربک لشدید
یعنی خداوند کریم کی پکڑ بہت سخت ہے۔ اگر میں بُرا ہوں۔ تو وہ
احکم الحاکمین مجھے پکڑے گا۔ اگر تم بُرے ہو تو تمہیں پکڑے گا۔
تھانیدار نے حاضرین کی گنتی شروع کی۔ بار بار گنتی کی صرف گیارہ
آدمی ہی اس کی نظر میں آئے آخر مجبوراً اس کو اپنی رپورٹ میں "گیارہ"
کی حاضری درج کرنی پڑی۔

تھوڑے ہی دن گذرنے پائے تھے کہ اس تھانیدار پر مقدمہ بن گیا
اور وہ معزول ہو گیا۔ روپیہ مقدمہ پر اس قدر خرچ ہوا کہ ایک کوڑی بھی
اس کے پاس نہ رہی اور سخت ذلیل ہو کر گوجرانوالہ سے نکلا۔

(۵۰)

جناب تایا صاحب حکیم غلام محمدؒ نے فرمایا۔ میں نے مولوی صاحب
کو کہا کہ ہم حکام کی باز پرس سے تنگ آ گئے ہیں بہتر ہے کہ ہم یہاں کی
بود و باش ترک کر کے کسی ریاست میں جا کر قیام کریں مولوی صاحب نے
فرمایا۔ بھائی جان آپ کا فرمانا بجا ہے۔ لیکن میں مجبور ہوں۔ کیونکہ
ایک دن میں مسجد میں سویا ہوا تھا کہ ایک شخص نے مجھے آ کر جگایا۔ اور
کہا کہ میرے ساتھ چلو۔ تم کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بلاتے
ہیں۔ میں اس کے ساتھ ہو لیا۔ جب گاؤں سے باہر نکلا تو دیکھتا ہوں
کہ حضور صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی پالکی پڑی ہے۔ حاضر ہو کر میں نے
سلام کیا۔ آپؐ نے میرا ہاتھ پکڑ لیا اور فرمایا غلام رسول ہم تمہاری
مسجد کو جانا چاہتے ہیں۔ آپ نے میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور پالکی والوں
نے پالکی اٹھالی مسجد میں تشریف لا کر اسی پکڑے ہاتھ سے مجھے ممبر پہ
بٹھایا اور فرمایا۔ وعظ کیا کرو۔ تم سے لوگوں کو ہدایت ہوگی۔ تمہاری
یہی جائے بود و باش ہے۔
بھائی صاحب فرمائیے۔ میں تو مامور ہوں۔ کیسے اس جگہ کو چھوڑ سکتا ہوں۔

(۵۱)

موضع بینپا کھہ جو قلعہ میہاں سنگھ سے تین کوس کے فاصلہ پر بجانب
شمال ہے۔ وہاں کے زمیندار مسمی دارا نے آپ کے پاس حاضر ہو کر عرض
کیا مولوی صاحب ہم نے ایک کنواں لگوایا تھا۔ جس پر روپیہ بہت خرچ
ہو گیا ہے اب وہ کنواں شکستہ ہو گیا ہے۔ میں پہلے ہی بہت

مقروض ہو چکا ہوں۔ دُعا فرمادیں اللہ تعالےٰ اپنا رحم کرے۔ آپ اس کے ساتھ تشریف لے گئے اور جاتے ہی کنوئیں پر جا کھڑے ہوئے اور فرمایا۔ چوہدری دارا کنوئیں کو دیکھو یہ تو بالکل صحیح و سالم ہے۔ تم کو دیکھنے میں غلطی ہوئی ہوگی۔ دارا نے عرض کیا۔ حضور مجھے دیکھنے میں غلطی تو نہ ہوئی تھی۔ یہ سب آپ کی برکت اور کرامت ہے۔

(۵۲)

موضع سادہ گورایہ متصل قلعہ میہاں سنگھ کا ایک شخص مسمّٰی برخوردار قوم ارائیں مولوی حیات گل صاحب سے (جو مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کے مریدوں میں سے تھا) فیض یافتہ تھا حیات گل صاحب کی توجہ سے اس کو کشف حاصل ہو گیا۔ جب کسی کا بیل یا کوئی اور چارپایہ مرنے والا ہوتا تو مالک چارپایہ کو کہہ دیتا کہ اس کو فروخت کر دو اور جو حاصل ہو سکے کر لو۔ کیونکہ یہ چند روز تک مر جائے گا۔ جب اس کے چند وقوعے سچ ہوئے تو مولوی صاحب کو خبر پہنچی۔ آپ نے سُن کر فرمایا۔ یہ کام تو اچھا نہیں کہ کسی بے چارے کا ناحق نقصان کراتا ہے۔ سادہ گورایہ کا ایک شخص مسمّٰی کرم الدین قوم کشمیری آپ کا مرید تھا اور تقریباً ہر جمعہ وہ قلعہ میں آتا۔ کرم الدین جمعہ کے دن مولوی صاحب سے ملاقاتی ہوا۔ اس نے بھی برخوردار ارائیں کا ذکر کیا۔

مولوی صاحب نے فرمایا۔ اچھا تم اس برخوردار کو میری طرف سے السلام علیکم کہنا۔ جب کرم الدین نے آپ کی طرف سے اسکو سلام کہا۔ اس کا تمام فیض جاتا رہا۔ بعد ازاں وہ کئی دفعہ حیات گل صاحب کے پاس گیا اور مولوی صاحب کی خدمت میں حاضر ہو کر معافی کا خواستگار ہوا۔ مگر وہ فیض حاصل نہ ہوا۔

(۵۳)

حکیم نبی بخش صاحب سکنہ کھیکی نے ذکر کیا کہ مجھے موضع اگہ بھنڈر میں ایک ایسے مریض کے علاج کے لیے جانا پڑا جس کو اطباء لاعلاج کر چکے تھے۔ مریض مبتلا مرض مالیخولیا تھا۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور تمام قصہ سنایا۔ آپ نے فرمایا۔ اللہ تعالےٰ پر بھروسہ کر کے جاؤ وہ شافی مطلق شفا دے گا (حکیم صاحب بہت مسخرے تھے اور آپ ان کے تمسخر سے بہت خوش تھے) حکیم صاحب نے عرض کیا کہ حضرت یہ تو اچھا ہو گیا۔ اگر کوئی اور ایسا مریض ملے تو پھر۔ آپ نے فرمایا جاؤ اللہ تعالےٰ تم کو ہمیشہ اپنے فضل و کرم سے اس مرض پر غلبہ دے گا۔ حکیم صاحب کا بیان ہے کہ میں نے جا کر علاج شروع کر دیا۔ ایک ہی روز کے علاج سے نصف مرض دور ہو گئی۔ دوسرے روز وہ بالکل اچھا ہو گیا۔ اس کے بعد مالیخولیا والے مریض بفضلِ تعالےٰ صحت یاب ہو جاتے ہیں۔

(۵۴)

چوہدری سکنہ مان بیان کرتا ہے میں پہلے بڑا مفلس تھا۔ میرا قرضہ میری حیثیت سے بڑھ گیا۔ زمین گروی ہو گئی۔ زمین کے علاوہ بھی قرض بہت ہو گیا۔ نظام الدین ککلگو مجھے آپ کے پاس لے آیا۔ اور میری حالت بیان کی۔ آپ نے مجھے فرمایا۔ کوئی بیل ہے میں نے عرض کی کہ حضرت ایک بھینس باقی رہ گئی ہے۔ آپ نے فرمایا جاؤ کاشت کرو اللہ برکت دے گا۔ بفضل خدا میں ایک سال میں مالا مال ہو گیا۔ میرا قرضہ بھی اتر گیا۔ زمین بھی فک کرالی اور نمبردار بھی ہو گیا۔ مجھے معلوم نہیں ہوا کہ اتنا مال مجھے کہاں سے مل گیا۔

(۵۵)

باوا کاہنداس ہندوؤں کا بڑا بھاری مہنت تھا۔ باشندہ علاقہ گورداسپور تھا۔ وہ اپنے سیوکوں کے پاس موضع کالووالی متصل قلعہ میہاں سنگھ آ گیا۔ سیوکوں سے دریافت کیا کہ قلعہ میاں سنگھ یہاں سے کتنے فاصلہ پر ہے انہوں نے کہا۔ تین کوس۔ باوا صاحب کہنے لگے میں مولوی صاحب کو ملنا چاہتا ہوں۔ سُنا جاتا ہے وہ بڑے عالم اور صوفی بزرگ ہیں۔ میرے بھی مذہب اسلام کے متعلق کچھ سوال ہیں۔ میں بھی دیکھوں گا کہ وہ کتنا علم رکھتے ہیں۔ ہر چند لوگوں نے کہا کہ باوا صاحب قبل ازیں کئی پنڈت مولوی صاحب کے امتحان کو گئے۔ آخر وہ مسلمان ہو گئے۔ آپ وہاں نہ جائیں اور نہ ہی امتحان لینے کی کوشش کریں۔ لیکن باوا صاحب نہ مانے اور قلعہ میہاں سنگھ میں پہنچ گئے مولوی صاحب بالاخانہ پر تشریف فرما تھے۔ باوا صاحب نے بیٹھتے ہی سوال کیا۔ حضرت یہ بتایا جاوے کہ اسلام کیا چیز ہے آپ نے فرمایا اوّل کلمہ پڑھنا۔ آپ نے کلمہ پڑھ کر سنایا۔ باوا کاہنداس صاحب خود بخود کلمہ پڑھنے لگ گئے۔ مؤلف سوانح عمری نے یہ واقعہ خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ بعد اس کے باوا صاحب دو سال قلعہ میہاں سنگھ میں رہے۔ مولوی رومی صاحب نے کیا خوب فرمایا ہے۔

گفتن او گفتن اللہ بود   گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(۵۶)

لاہور کا ذکر ہے کہ آپ صبح کی نماز سے فارغ ہو کر وضو کی جگہ پر بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک عورت واہگورو واہگورو کرتی پاس سے گزری۔ آپ نے فرمایا۔ وحدہٗ وحدہٗ۔ اس عورت کی زبان پر

وحدہٗ جاری ہو گیا۔ گھر والوں نے بہتیرا مارا پیٹا۔ مگر باز نہ آئی۔ آخر وہ مسلمان ہو گئی۔

(۵۷)

ایک روز آپ لاہور میں وعظ فرما رہے تھے۔ ورد گو رہے۔ کچھ سکھ اور کچھ ہندو بھی آپ کے وعظ میں موجود تھے۔ آپ سورہ مریم کا وعظ فرما رہے تھے۔ قصہ ہرقل اور سفارت قریشیاں بیان کیا۔ ہرقل کا حضرت جعفرؓ سے کلمہ اجازت کا سہ بارہ تکرار کرانا ذکر کر کے بزور کلمہ شہادت پڑا وعظ کے سننے والے خورد و کلاں۔ ہندو مسلمان گو رے سکھ سب میں تہلکہ مچ گیا۔ اس طرح تڑپے جیسا مرغ نیم بسمل تڑپتا ہے۔ اس وعظ میں جس قدر غیر مذہب والے شامل تھے سب مسلمان ہو گئے۔

(۵۸)

ایک بار آپ ساہووالا کی طرف جا رہے تھے۔ رستہ میں ایک ساہوکار گھوڑی پر سوار سامنے آ گیا۔ آپ کی حالت اس وقت دگرگوں تھی۔ گھوڑی کی باگ ہاتھ سے گر گئی ساہوکار نے کہا میاں گھوڑی والے باگ سنبھالو۔ آپ نے جواب دیا میں سنبھالنے کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن نفس بڑا سرکش ہے مانتا نہیں۔ ساہوکار نے کہا کیا کہتا ہے آپ نے فرمایا یہ لا الہ الا اللہ کے معنے کا حقہ نہیں مانتا آپ کا کلمہ پڑھنا تھا کہ ساہوکار بے ہوش ہو کر نیچے آ گرا آپ بھی نیچے اُتر آئے۔ جب ہوش میں آیا تو مسلمان ہو گیا۔ آپ نے اس کا نام عبداللہ رکھا۔

(۵۹)

شیخ اللہ دتا المعروف اللہ الصمد سکنہ موضع درگاہی والا یہ وڈالہ سندھواں ہیں سردار دیال سنگھ مجسٹریٹ کا ملازم تھا بڑا رشوت خور اور بد چلن

خائن اور بددیانت تھا۔ یہ مفلس ہو گیا اور قرضدار بھی تھا۔ آپ کی خدمت
بابرکت میں حاضر ہوا۔ عصر کی جماعت کرانے کے لیے کھڑے ہوئے۔
شیخ اللہ دتا ابھی باہر ہی تھا آپ نے فرمایا ذرا ٹھہر جاؤ۔ ایک اور
مقتدی بنالیں اتنے میں شیخ اللہ دتا مسجد میں داخل ہوا۔ بعد اسلام مسنون
کے مصافحہ کر کے وضو کیا اور جماعت میں شامل ہو گیا۔ بعد نماز آپ نے
آنے کا سبب دریافت کیا۔ اس نے کہا ارادہ بیعت ہونے کا ہے۔ لیکن
ایک آزمائش ہے۔ آپ نے فرمایا میں امتحان کے قابل نہیں گنہگار
ہوں۔ تم جو بات کہنی چاہتے ہو کہو۔ اگر اللہ تعالےٰ کو منظور ہوا تو
ہو جاوئے گی۔ اس نے کہا میں ایک عورت پر فریفتہ ہوں۔ کسی
صورت وہ میری مطیع ہو جاوئے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالےٰ کے حکم سے
فرمانبردار ہو جاوئے گی اور تیرے پاس آجاوئے گی۔ مگر یہ یاد رکھو اگر
تم نے زنا کیا تو مجذوم ہو جائے گا۔ اللہ دتا واپس ندگاہی والا چلا گیا۔ وہ
عورت بھی خود بخود اس کے پاس آگئی۔ اللہ دتا کہتا تھا۔ خدا کا ڈر تھا یا
نہیں لیکن اس وقت ایسا معلوم ہوا کہ مولوی صاحب بھی میرے پاس
ہیں۔ میں بعد یقین پھر آپ کی خدمت میں بیعت ہونے کے ارادہ سے
آیا۔ عصر کا وقت تھا۔ آپ نے اپنے مقتدیوں کو فرمایا۔ ذرا ٹھہر جاؤ
شیخ اللہ دتہ بھی آتا ہے۔ اس کو بھی ساتھ ملالو۔ یہاں تک میں بھی
آگیا۔ سلام کے بعد مصافحہ کیا آپ نے مجھے فرمایا۔ کہ ایسی جگہ سے بچنے
کو اسلام کہتے ہیں۔ بعد نماز میں بیعت ہوا اور اپنی حالت فقر فاقہ والی
بیان کی۔ آپ نے مجھے کچھ پڑھنے کے لیے بتایا اور فرمایا کہ اپنے
مصلیٰ کے نیچے سے دو روپیہ ہر روز نکال لیا کرو۔ لیکن یہ سر الٰہی
ہے کسی پر ظاہر نہ کرنا۔ چند روز مجھے وہ نقد مصلےٰ کے نیچے سے ملتا
رہا۔ آسودگی دیکھ کر میری عورت فراخی اور آسودگی کا سبب دریافت

کرنے کے درپے ہو گئی۔ بہت دفعہ اس نے مجھ سے دریافت کیا۔ میں
ذکر کر بیٹھا۔ میرا ذکر کرنا ہی تھا۔ وہ آمدنی بند ہو گئی۔ جمعہ کے روز میں
پھر حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا واہ بھائی اللہ دتا ایک تھوڑی سی چیز بھی
ہضم نہ ہو سکی۔ آپ نے پھر اللہ الصمد پڑھنے کے لیے فرمایا۔ اس
نے اس قدر اللہ الصمد پڑھا کہ تسبیح گھس گئی اور اس کا نام ہی اللہ الصمد
مشہور ہو گیا۔

(۶۰)

یہی شیخ اللہ دتا بیان کرتا تھا کہ ایک دفعہ مجھے کچھ روپیہ کی ضرورت
تھی۔ میں آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور التجا کی کہ دُعا فرمادیں۔ تاکہ
میری حاجت پوری ہو جاوے۔ آپ نے فرمایا تم بھی دُعا کرو اور میں
بھی کرتا ہوں۔ دُعا کرانے کے بعد رخصت ہوا رستہ میں مجھے پاخانہ
کی حاجت ہوئی۔ مجھے اینٹ کی ضرورت تھی۔ اینٹ تو کوئی نہ ملی
ایک سیاہ ٹاکی زمین میں دفن کی ہوئی دیکھی۔ میں نے جو اس کو
نکالا تو اس میں اتنے روپیہ تھے۔ جس قدر مجھے ضرورت تھی۔
شیخ اللہ دتا کا بیان تھا کہ میں بڑا سیاح ہوں لیکن میں نے
آج تک مولوی صاحب جیسا کوئی آدمی نہیں دیکھا۔ جو کچھ آپ نے
کسی کو کہا اور جو کوئی آپ کے پاس آیا خالی نہ گیا۔ آپ کا کام آپ
کا لباس آپ کا چلنا پھرنا سب مطابق رسُول کریم صلی اللہ علیہ وسلم تھا۔

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر

(۶۱)

بڈھا کشمیری ساکن قلعہ میاں سنگھ بیان کرتا تھا۔ کہ ایک دن
میں آپ کے پاس تنگی روزگار کی شکایت کر کے دُعا کا ملتجی ہوا۔ آپ
نے فرمایا میاں بڈھا بعد نماز صبح سورہ یسٰین ایک دفعہ پڑھ لیا کرو۔

انشاء اللہ العزیز ایک روپیہ روزانہ تمہیں کسی نہ کسی صورت مل جایا کرے گا۔ کچھ مدت میں اسی طرح کرتا رہا۔ خواہ کچھ بھی ہوتا ایک روپیہ روزانہ مجھے مل جاتا۔ ایک دن میرے دل میں خیال آیا کہ دو دفعہ پڑھ کر دیکھوں کیا نتیجہ ہوتا ہے۔ میں نے دو دفعہ پڑھنی شروع کر دی اور مجھے دو روپیہ روزانہ آمدن ہونی شروع ہو گئی۔ آہستہ آہستہ بالترتیب میں نے روزانہ پانچ دفعہ سورہ یٰسین پڑھنی شروع کر دی۔ اور مجھے پانچ روپے روزانہ آمدن شروع ہو گئی۔ ابھی ایک دو یوم ہی پانچ دفعہ سورہ یٰسین پڑھی تھی کہ مولوی صاحب نے مجھے بلا کر فرمایا۔ میاں بڈھا تم بہت لالچی ہو گیا ہے جس قدر تمہیں کہا گیا تھا۔ اس پر تم شاکر نہیں رہے ہے۔ اب آئندہ سورہ یٰسین اس مطلب کے لیے نہ پڑھا کریں۔ اس دن کے بعد میں نے سورہ یٰسین بیس دفعہ بھی پڑھی۔ لیکن آمدن ایک روپیہ بھی نہ ہوئی۔

(۶۲)

عبدالعزیز پسر نبی بخش درزی ساکن قلعہ میہاں سنگھ نے بیان کیا کہ بچپن میں میرے پاؤں پر لوہاروں کی آرن گری اور میرا پاؤں سخت زخمی ہوا درد سے بیتاب ہو رہا تھا۔ میری والدہ مجھے اٹھا کر مولوی صاحب کی خدمت میں لے گئی۔ آپ نے میرے پاؤں پر لب لگائی فوراً آرام ہو گیا۔

(۶۳)

ایک دفعہ آپ ضلع گجرات میں سفر فرما رہے تھے کہ ایک سکھ نے پوچھا موضع ڈنگہ کا راستہ کون سا ہے۔ آپ نے فرمایا بھائی مجھے ڈنگوں کا راستہ یاد نہیں البتہ سیدھوں کا یاد ہے اس نے کہا سیدھوں کا ہی بتا دو۔ آپ نے فرمایا سیدھوں کا راستہ لا الٰہ الا اللہ ہے۔ آپ کا زبان سے کلمہ نکلنا تھا کہ اس کی زبان پر کلمہ جاری ہو گیا اور وہ مسلمان ہو گیا۔

(۶۴)

وزیرا حجام جاسکے چیمہ ضلع سیالکوٹ کی شادی موضع بوپڑہ کلاں میں ہوئی تھی۔ بہت بدشکل تھا۔ اور اسکی منکوحہ بہت خوبصورت تھی۔ خدا کی مرضی اس کی عورت اس کی شکل دیکھ کر اس قدر متنفر ہوئی کہ پھر وہ آنے کا نام نہ لیتی تھی۔ بہت دفعہ سسرال گیا لیکن ناکام واپس آیا۔ جاسکے چیمہ میں ہمارے رشتہ دار حکیم شہاب الدین صاحب تھے۔ ان کو سفارش کے طور پر ہمراہ لے کر قلعہ میں آ گیا۔ مولوی صاحب کی خدمت میں تمام ماجرا بیان کیا آپ نے اس کو ایک تعویز لکھ کر دیا اور کہا کہ جاؤ۔ اور اپنے سسر اور ساس کو سلام کر آؤ۔ لیکن خبردار وہاں رات نہ رہنا رات کو یہاں واپس آ جانا۔ وزیر تعویز لے کر چلا گیا۔ پہلے تو یہ حالت تھی کہ گھر کے تمام آدمی اس کو مارنے کو تیار ہوتے تھے لیکن اب یہ حالت ہوئی کہ سب نے خوب آؤ بھگت کی اور رات رہنے کو بہت اصرار کیا۔ مگر وہ مولوی صاحب کے حکم کے مطابق واپس قلعہ چلا آیا۔ عصر کے قریب لڑکی کے والدین لڑکی کو قلعہ میں لے آئے۔ اس دن کے بعد وہ تمام عمر میکے نہ آئی۔

(۶۵)

ہدایت اللہ پنجابی کا مشہور شاعر سکنہ لاہور نے بیان کیا۔ کہ میں ابھی بچہ ہی تھا کہ ایک مرتبہ مولوی صاحب مسجد چینیانوالی میں تشریف لاتے میرے والد نمازی تھے۔ مگر بدعتی اور مشرک تھے وہ مولوی صاحب کی زیارت کو گئے۔ میں اپنے والد کے ہمراہ تھا۔ میرے گلے میں دوہاوے (پنجاب میں اکثر عورتوں کا خیال ہے کہ جس شخص کے بچے مر جاتے ہوں۔ اگر سات سال تک ہر سال چاندی کی ایک ہنسلی بنوا کر لڑکے کے گلے میں ڈالتا رہے اور سات سال کے بعد ساتوں ہنسلیاں خیرات کر دے۔ تو اولاد نہیں مرتی۔ وہ ہنسلیاں دوہادی کہلاتے ہیں)، پڑے ہوئے

تھے۔ مولوی صاحب نے دیکھ کر میرے والد سے نہایت علیمی سے پوچھا کہ میاں اس لڑکے کے گلے میں کیا ڈالا ہے۔ اس نے جواب دیا۔ کہ حضرت میری اولاد نہیں بچتی اس لیے یہ دو ہاوے ڈالے ہوئے ہیں آپ نے فرمایا کہ زندگی اور موت اللہ تعالےٰ کے ہاتھ میں ہے۔ ان دہاووں میں کیا پڑا ہوا ہے۔ انہیں اتار دو۔ چنانچہ میرے والد نے وہیں اتار دیئے۔ میں گھر آیا۔ میری دادی اور والدہ بہت چیخیں چلائیں کہ یہ کیا ظلم کیا۔ لیکن میرے والد نے ایک نہ مانی۔ مولوی صاحب کے چلے جانے کے بعد میں بیمار ہوگیا۔ اور ۶ ماہ تک بیمار رہا۔ ایک ہاتھ سوکھ گیا چنانچہ چھ ماہ کے بعد مولوی صاحب لاہور پھر تشریف فرما ہوئے اور میرا والد مجھے لے کر ان کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کی۔ کہ یا حضرت جس دن سے آپ نے دہاوے اتروائے ہیں۔ اسی دن سے بچہ بیمار ہے۔ ایک ہاتھ اس کا بیکار ہوگیا ہے۔

چنانچہ مولوی صاحب نے میرے ہاتھ پہ اپنی لب مبارک لگائی اور دم کیا۔ میں بالکل تندرست ہوگیا۔ اور اب تک درزیوں کا کام کرتا ہوں۔ مولوی صاحب نے یہ بھی فرمایا۔ کہ ایسے کاموں پہ عقیدہ رکھنے کے لیے شیطان یہ اذیتیں دیا کرتے ہیں۔

باب یازدہم

سخاوت، مروّت اور حمیّت کا بیان

زندہ ہے وہ یہاں جو جیا غیر کیلئے　　　وہ مر مٹا یہاں جو جیا آپ کیلئے

ہمارا تمام کنبہ علوم عربیہ، فارسی اور ریاضی سے واقف ہے لیکن

رواجی علم سے ناواقف۔ ہمارے بزرگوں نے ان علوم سے دین دنیا کا حظ وافر اٹھایا۔ اس لیے خورد و کلاں انہیں علوم کے محب اور پڑھنے کے مشتاق رہے۔ جو بزرگانِ دین۔ دین کے حامی ہمارے خیال میں سچے ہوئے تھے۔ جب ان کی مجلس میں جاکر محظوظ ہوئے تو انہوں نے لڑکپن میں ہی ہمارے دلوں میں جما دیا۔ کہ انگریزی وغیرہ علوم جو دُنیا میں کار آمد ہیں ان کا پڑھنا تشبہ بالقوم ہے حدیث میں آیا ہے۔ من تشبہ بقوم فھو منھم جو یہ علوم پڑھے گا۔ وہ جہنم میں داخل ہوگا۔ ہمارے بڑے صاحب دماغ ذکاہ اور صلحا تو فوت ہو چکے تھے کون اس حدیث کے مغز کو پہنچتا وخول جہنم نے ہم کو ایسا ڈرایا کہ انگریزی کا نام سنتے ہی ہم کو سول بجا گئے۔ اور پڑھنے والے کے لیے ہم کفر کا فتوےٰ دے دیتے۔ جب فارسی اور عربی علوم سے فارغ ہوکر حدیث اور قرآن پڑھا۔ اور اس کا نور دل پہ چمکا تو اس کی برکت سے تمام شبہات دل سے اٹھ گئے۔ علم حاصل کرنے کا وقت کھو چکے تھے۔ بجز افسوس اور صبر کوئی چارہ نہ تھا گئے وقت کا افسوس انشاءاللہ اولاد پر نکالیں گے۔ اور ان کو علوم رواجی سے واقفیت دلانے کی حتی المقدور کوشش کریں گے۔

رواجی علوم کے نہ پڑھنے سے ہمارا کنبہ مالی حیثیت میں کم رہا۔ یہ خاندان مایہ دین و دُنیا اسی فن کو (علوم دینیہ) سمجھتا تھا۔ اور اب بھی ہم اسی پہ فخر و ناز کرتے ہیں۔ اور اللہ تعالےٰ کی تقسیم پر دل و جان سے راضی ہیں۔ ہمارے لیے دوست علم اور جاہلوں کے لیے مال علم ایک بے زوال دولت ہے نہ اس کو فنا ہے۔ نہ چور اور دشمن کا ڈر۔

اب اصل مطلب کی طرف آتا ہوں آپ (والد صاحب مرحوم مولوی غلام رسوؔل) اپنے کنبہ کی دستگیری اور تعلیم دینے میں زیادہ سرگرمی رکھتے برادر زادے اپنے بھائیوں کے پوتے اور نزدیکی رشتہ دار بھی آپ

کے پاس رہے۔ کنبہ والوں کی پڑھائی اور شادی وغیرہ کا فرض آپ کے ذمہ ہی تھا۔ یہاں تک کہ اگر کسی کا کپڑا پھٹتا یا جوتی ٹوٹتی تو بھی آپ کو ہی کہتے۔ یہ تو گھر والوں کا حال تھا۔ طالب علموں کا حال قبل ازیں لکھا جا چکا ہے۔ آپ کسی رشتہ دار کو تکلیف میں دیکھتے تو بے چین ہو جاتے تھے۔ شیخ سعدی علیہ الرحمۃ حسب حال فرماتے ہیں۔

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند — کہ در آفرینش زیک جوہر اند
چو عضوے بدرد آورد روزگار — دیگر عضوہا را نماند قرار

مہمانداری اتنی تھی کہ جناب والدہ ماجدہ نے بڑے عجز اور الحاح سے عرض کی کہ مجھ سے اتنا پیسکر پکایا نہیں جاتا۔ آپ کوئی دانہ پسانے کا بندوبست کر دیں تو پھر پکانے کے لیے فرصت مل سکتی ہے۔ آپ نے خراس لگوایا گھر میں چکی تھی بدستور چلتی تھی۔ خراس کیلئے آپ نے دو بیل خرید کیے۔ تا زندگی مسافر اس طرح آتے جاتے رہے۔ میں اپنا چشم دیدہ واقعہ بیان کرتا ہوں۔ کوئی روز ایسا نہ جاتا۔ جس میں کم از کم پندرہ بیس مہمان نہ ہوتے ہوں۔ ویسے تو مہمانوں کی تعداد۔ ۸ تک بعض دفعہ اس سے بھی زیادہ پہنچ جاتی تھی۔ آپ مجھے مسافروں کی روٹی لے جانے کے لیے زیادہ مستعد کرتے کسی سائل کو اگر کچھ نقد دینا ہوتا تو بھی میرے ہی ہاتھ سے دلاتے۔ تہجد کے واسطے بھی سحری کے وقت اٹھا کر مجھے ساتھ مسجد میں لے جاتے۔ جماعت میں ملنے کے واسطے بہت ہی گوشمالی کرتے۔ میری عمر اس وقت محض ۹ سال کی تھی۔ ایک دن والدہ صاحبہ نے کہا کہ ابھی یہ نابالغ ہے شرع نے اس کو مکلف نہیں کیا۔ جب یہ حدودِ شرع کا پابند نہیں تو اس کو تہجد کے لیے جگانا اور مہمانوں کی خدمت کے لیے تنگ کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا تم نے سچ کہا ہے۔ حضرت نے فرمایا ہے انما الاعمال بالنیات۔ میں اس کو اس نیت سے تکلیف دیتا ہوں۔ کہ اس کو نیک

کاموں کی عادت ہو جائے۔ دوسرا مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب یہ کسی دن یتیم ہو جائیں گے۔ جو کچھ میں اس سے اب کراتا ہوں۔ یہ اس کو یاد رہے گا اور بڑا ہو کر ان عادات کا یہ خوگر ہو جائے گا۔ اس کے دل میں تخم حمیت اور مروت بو رہا ہوں۔ انشاء اللہ کسی روز یہ تخم پھل پھول جائے گا۔ میرا خدا میری اس محنت کو ضائع نہ کرے گا۔ نابالغوں کا سینہ مثل آئینہ ہوتا ہے۔ جس طرف ان کو لگایا جائے وہ رستہ ان کے سینوں میں نقش ہو جاتا ہے۔

آپ کا کلام پُر تاثیر آپ کے افعال ہمدردانہ آپ کے ہر فعل اور قول سے اسلامی تابعداری ٹپکتی تھی ہر مومن کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ آپ کا کلام جس قدر فصیح ہوتا تھا۔ اسی قدر پردرد اور پرتاثیر ہوتا تھا۔ آپ اسلام کے سچے تابعدار تھے۔ ہر ایک مومن کو ایسا ہی ہونا چاہیئے۔ آپ ہر فعل میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور ان کے اصحاب کے افعال مدنظر رکھتے۔ دین کے معاملہ میں آپ ہرگز نفسانیت کو کام میں نہ لاتے تھے۔ فرائض دین کی انجام دہی میں بعض وقت سخت بیتاب ہو جاتے تھے۔ آپ کی اصلاح عام تھی۔ امیری اور غریبی کی کوئی قید نہ تھی۔ یہ عموماً دیکھا گیا ہے کہ انسانی ارذل گروہ میں بھی جن کی طبائع میں صلاحیت کا بیج ان شنیع افعال سے ضائع ہو گیا ہوتا تھا۔ آپ کا پرتاثیر کلام بھی وقتاً فوقتاً اپنا جلوہ دکھا دیتا تھا۔ اور ایسے گمراہ لوگوں کی لوحِ دل پر مدت کا چڑھا ہوا زنگ ایک آن کی آن میں مٹا کر صیقل کر دیتا تھا۔ ایک دلچسپ واقعہ مجھے یاد آگیا ہے جو میں یہاں درج کرنا مناسب خیال کرتا ہوں۔

ایک سائل پوست پینے والا آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضرت میں بکثرت پوست پینے والا ہوں۔ آج میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے۔ خدا کے لیے کچھ عطا فرما دیں۔ آپ نے اس کو ایک روپیہ

اپنی جیب سے دیا۔ دوسرے روز وہ پھر اسی طرح آیا اور ایک روپیہ لے گیا۔ علیٰ ہذالقیاس متواتر ایک ہفتہ تک آتا رہا۔ اور ایک روپیہ روزانہ لے جاتا رہا۔ حاضرین مجلس آپ کو کہتے کہ آپ ایسے کام کے لیے کیوں کچھ دیتے ہیں۔ پورے ایک ہفتہ کے بعد آپ نے اس کے سامنے پوست کی مذمت بیان کرنی شروع کی۔ پوستی تائب ہو گیا۔ دوسرے روز بیمار ہو گیا ہر چند عام لوگوں اور حکیموں نے پوست پینے کے لیے کہا۔ مگر وہ نہ مانا۔ برابر چھ ماہ بیمار رہا۔ مجھے یاد ہے۔ کہ آپ میرے ہی ہاتھ سے اس کو دودھ اور حلوا کھلاتے تھے۔ چھ ماہ کے بعد اللہ تعالےٰ نے اس کو صحت دی اور وہ واپس چلا گیا۔

ایسی باتیں زیادہ توجہ اور غور کی محتاج ہیں۔ جس شخص کے کلام میں یہ تاثیر ہو اس سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں۔ کہ آپ کا ظاہر باطن یکساں تھا۔ جو کچھ آپ کرتے تھے محض اللہ تعالےٰ کی رضامندگی کے لیے کرتے تھے۔ اس سے نہ اپنی ناموری مطلوب تھی نہ حصول زر کا مدعا تھا۔ نہ کسی کی ضد سے کوئی کام کیا جاتا تھا۔

مولوی عبداللہ صاحب غزنوی کی خدمت میں آپ نے ہزار ہا روپیہ خرچ کیا۔ یتیموں اور بیواؤں کی خبرگیری سنت کے مطابق کرتے تھے آپ کو روزانہ مبلغ پانچ روپیہ مقررہ آمدن کے علاوہ اور بہت آمدن تھی (روزانہ آپ بعد نماز ظہر مصلےٰ اٹھاتے تو پانچ روپیہ نکال لیتے) مگر باوجود اس قدر آمدن کے آپ مقروض ہی رہے۔ آپ کا خیال ہر وقت اتباع میں رہتا۔ ایثار بہت کرتے۔ حتیٰ کہ اگر کوئی آکر سوال کرتا اور اس وقت آپ کے پاس کچھ نہ ہوتا تو اپنا جامہ اتار دیتے پاؤں سے جوتا دینے تک دریغ نہ کرتے۔ مسجد کی خبرگیری بہت کرتے فرمایا کرتے تھے کہ یہ توشۂ آخرت ہے۔

آپ کے تقویٰ اور طہارت کا بیان (۲)

آپ ہمیشہ باوضو رہتے تھے اور اپنے معتقدین کو فرماتے کہ باوضو رہنا بہتر ہے۔ آپ فرماتے الوضوء سلاح المومنین وضو مومنوں کا ہتھیار ہے۔ صاحب وضو پر سحر وغیرہ اثر نہیں کرتا۔ نہ کوئی جن بھوت ایذا دے سکتا ہے۔ انصار کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا تم میں کیا وصف ہے کہ اللہ تعالےٰ تمہاری قرآن شریف میں صفت کرتا ہے۔ ان اللہ یحب التوابین ویحب المتطہرین انہوں نے عرض کیا کہ یا حضرت ہم باوضو رہتے ہیں۔

آپ فرمایا کرتے تھے کہ وضو سے ہر کام میں برکت ہوتی ہے اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ پاکیزہ رہنا اور پاکیزہ رہنے کا حکم کرنا اسلامی منشا ہے۔ صوفی اور سالک کو زیادہ مقبولیت ستھرائی اور پاکیزگی کی وجہ سے ہوتی ہے۔ مجذوب بھی مقبول ہوتا ہے۔ مگر سالک کا درجہ نہیں رکھتا۔ کیونکہ سالک شرع کا مکلف ہے اور ہر وقت طالب رضا ہے مجذوب کو بجز استغراق اور جذب کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ سالک کل درجات طے کر کے اعلیٰ درجہ حاصل کرتا ہے۔ لیکن مجذوب جزئیات سے واقف نہیں ہوتا۔ یہ سب فضیلت اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حاصل ہوتی ہے جس کو اتباع نصیب نہیں اس کو یہ درجہ نصیب نہیں۔ فیوض برکات اور درجات کا منبع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔ وضو سے رہنا اور وضو رکھنے کا حکم کرنا سنت ہے۔ اور یہ مقبول عمل ہے۔ وضو پر ہمیشگی کرنے والا مغفور ہوتا ہے۔ دیکھو نماز بے وضو منظور نہیں۔ ایسا عامل گناہ سے بچتا ہے۔ آپ چلتے پھرتے نظر نیچے رکھتے۔ آپ کو معلوم نہ ہوتا کہ میرے آگے کون ہے اور دائیں بائیں کون ہے۔ کسی نے کیا خوب

کہا ہے ؎

نیست سرافگندہ بر اندر راہ — رسم سگانست بہر سو نگاہ

فرماتے نظر نیچی کر کے چلنا۔ قل للمومنین یغضوا من ابصارھم ویحفظوا فروجھم ذالک ازکی لھم۔ کی تعمیل میں داخل ہے اپنے معتقدین کو نظر کی محافظت کا بہت فرمان سناتے۔ فرماتے نظر اور زبان سے آدمی کو بہت نقصان پہنچتا ہے۔ ان کے ضرر سے شاد و نادر اور خوش نصیب بچے رہتے ہیں۔ حضرت نے فرمایا ہے من صمت نجیٰ اور یہ بھی فرمایا ہے۔ جو شخص دو گوشت کے ٹکڑوں کی مجھے ضمانت دے دے میں اس کے لیے بہشت کا ضامن ہوتا ہوں۔ اصحابہ نے پوچھا کہ وہ دو گوشت کے ٹکڑے کون سے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ زبان اور شرمگاہ۔ زبان ایمان کو درانتی کی طرح کاٹتی ہے۔ غرض آپ اپنے معتقدین کو خاموشی کا بہت ہی حکم فرماتے۔ خاموشی سے سینہ منور ہو جاتا ہے۔ نور ایمان ترقی کرتا ہے۔ خدا کے نزدیک درجہ بلند ہوتا ہے۔ آدمیوں میں رعب اور عزت زیادہ ہوتی ہے۔ صفائی قلب جلدی حاصل ہوتی ہے۔ صوفی اکثر کم کلام ہوتا ہے۔ زیادہ بولنا فیض کا دشمن ہے ؎

دل زبہ گفتن بمیرد در بدن — گرچہ گفتارش بود در عدن

جب کوئی آپ کی مالی خدمت کرنی چاہتا تو آپ مال کو بنظر غور دیکھتے۔ آیا جو کچھ یہ مجھے دے رہا ہے حرام ہے یا حلال ہے۔ رواجی علماؤں کی طرح بلا سوچے سمجھے ہڑپ نہ کر جاتے۔ میرا چشم دید واقعہ ہے کہ آپ مجھ کو بوستان کا سبق پڑھا رہے تھے۔ ایک عورت زیور اور مکلف لباس سے آراستہ دو آدمیوں کو ہمراہ لے کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ یک صد روپیہ نقد ایک تھان ململ باریک کا اور کچھ مٹھائی سلام کر کے آگے رکھ دی۔ میں اس کی آراستگی اور زیور وغیرہ کی طرف

حیرانی سے دیکھ رہا تھا۔ مگر آفرین ہے ایسے حوصلہ اور جوانمردی پر کہ آپ نے ایک دفعہ بھی نہ ہی عورت کی طرف بنظر سرسری دیکھا اور نہ ہی اس کے نذرانہ کی طرف خیال فرمایا صرف اتنا پوچھا کہ تو کون ہے اور کہاں سے آئی ہے۔ اُس نے جواب دیا کہ میں گوجرانوالہ کی کنجری ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ میں تیرے مال کو حرام سمجھتا ہوں۔ آپ کے حرام کہنے پر کنجری نے وجہ حرام پر اصرار کرنا شروع کر دیا۔ آپ نے وجہ حرمت بیان کی۔ عورت کی قسمت نے یاوری کی۔ نور ہدایت اس کے سر پر چمکا وہ عورت آپ کا کلام پُرتاثیر سُن کر بیہوش ہو گئی۔ جب ہوش آیا تو وہ اس فعل قبیحہ سے تائب ہوئی اور جو روپیہ وہ لائی تھی کسی قرضدار کی جگہ دیا گیا۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے آپ ستراہ ضلع سیالکوٹ میں تشریف لے گئے وہاں کے لوگ آپ کے بڑے محب تھے۔ ستراہ کے نزدیک ایک گاؤں کالی صوبہ ہے جب وہاں کے لوگوں نے آپ کی تشریف آوری کا سُنا تو آپ کی خدمت میں چند معتبر آدمیوں نے حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت آپ ہمارے ہاں چلیں۔ آپ نے وعدہ فرمایا کہ انشاءاللہ بوقت رخصت آپ کے گاؤں سے ہوتا جاؤں گا۔ وہاں کے باشندے متواتر چار روز آتے رہے۔ وہاں سے رخصت ہو کر آپ کالی صوبہ کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں ایک آدمی نے ذکر کیا کہ حضرت نمبردار اور ذیلدار نے آپ کی خاطر گیارہ مانی مُنجی (سگداس) اور تین سو روپیہ نقد جمع کیا ہوا ہے امید ہے کہ اس کے علاوہ اور بھی آپ کی خدمت ہو گی۔ یہ سنتے ہی مولوی صاحب قلعہ کو لوٹ آئے۔ ہمراہیوں نے بہت دفعہ کہا لیکن آپ نہ گئے وہ آدمی خالی واپس کالی صوبہ پہنچے اور مولوی صاحب کی واپسی کا واقعہ ذیلدار اور نمبردار کو سنایا۔ وہ اسی وقت گھوڑیوں پر سوار ہو کر مولوی صاحب کو وڈالہ سندھواں میں آملے۔ اور ہر چند انہوں نے آپ کی منت و خوشامد

کی۔ مگر آپ نے وہاں جانا ہرگز قبول نہ کیا۔ یہی جواب دیا کہ مجھ کو معاف کرو پھر کبھی آؤں گا۔ اب میرا جانا محض نفسانی طمع کی خاطر ہے۔ اس طرح آپ اپنے نفس کو لالچ والی باتوں کے متبع نہ ہونے دیتے۔ جہاں سے وعظ کے بعد کچھ ملنے کا کچھ بھی اشارہ ہوتا۔ آپ وہاں ہرگز نہ جاتے۔ کئی دفعہ ایسے واقعات پیش آئے۔

ایک سال آپ کو بہت تنگی آئی۔ ایسی حالت میں آپ نے فاقہ کشی کو سوال کرنے پر ترجیح دی اور نہ وعظ پر کسی سے کچھ لیا۔ بہت لوگ موسم فصل میں آپ کو بلاتے رہے اور لالچ بھی دیتے رہے۔ مگر آپ نے نفس کا کہا نہ مانا۔

مال اور شہوت یہ ہر فرد و بشر پر غالب آتے ہیں الا عباد اللہ المخلصین یا وہ لوگ بچتے ہیں۔ جن کے حق میں خداوند کریم نے خود فرمایا ہے۔

الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون

(۳) خُلق اور حلم کا بیان

آپ کا خُلق رسولی تھا۔ چنانچہ اگر کوئی چھوٹا بچہ بھی آپ کو دامن سے پکڑ لیتا تو جس جگہ چاہتا لے جاتا آپ اس کو یہ نہ پوچھتے کہ کہاں لے جانا ہے اور کیا کام ہے۔ اگر کوئی آپ سے مسئلہ دریافت کرتا تو خواہ کیسا ہی جھگڑا کرتا ہرگز خفا نہ ہوتے۔ خندہ پیشانی سے جواب دیتے جاتے۔ جب تک سائل کی پوری تسکین نہ ہو جاتی آپ چپ نہ ہوتے۔

ایک دفعہ دو زمیندار آپ کے پاس آئے انہوں نے کہا کہ ہم کو ایک مسئلہ دریافت کرنا ہے مگر جب تک آپ اللہ کی قسم کھا کر نہ بتا دیں گے ہم یقین نہ کریں گے۔ آپ نے فرمایا پوچھو۔ انہوں نے

کہا۔ کیا آمین اور رفع یدین سنت ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم سنت ہے پھر انہوں نے پوچھا۔ کیا سورۃ فاتحہ خلف امام پڑھنا فرض ہے۔ آپ نے فرمایا اللہ کی قسم اس مسئلہ میں امام مالک رحمتہ اللہ علیہ کو غیر پر ترجیح دوں گا۔ کیونکہ انہوں نے فرمایا ہے کہ ان نمازوں میں جن میں قرأت آہستہ پڑھی جاوے۔ سورۃ فاتحہ پڑھی جاوے اور جہر میں سکوت کیا جاوے زمیندار چلے گئے اور کہتے تھے کہ آئندہ ہم ایسا ہی کیا کریں گے۔ اور کسی کا کہا نہ مانیں گے۔

آپ اگر کسی کو خلاف شرع کام کرتے دیکھتے تو آپ کو بہت رنج پہنچتا یکشت سے ہمیشہ متنفر رہتے۔ اگر کوئی سنت کا انکار کرتا تو آپ اس سے گفتگو کرتے اور قائل کر لیتے آپ کے حلم نے پنجاب سے بدعت کی بیخ کنی کر کے توحید کا بیج بو دیا۔ جنہوں نے آپ کی مجلس کی وہ آج تک کسی اور مجلس کو پسند نہیں کرتے۔ کہنے والے کہتے ہیں کہ جو ایک نماز مولوی صاحب کے پیچھے پڑھ لیتا تھا۔ چالیس دن تک اس کی نماز باجماعت قضا نہ ہوتی تھی۔ آپ کا کلام اور شیریں گفتگو دل میں جگہ کر لیتی تھی۔

جو کچھ میں نے ذکر کیا مختصراً کیا ہے۔ مشتے نمونہ زخروارے ہدیہ ناظرین ہے۔ اگر میں آپ کے خلق اور حلم کا بیان مع تمثیلات مفصل لکھوں تو ایک ضخیم کتاب ہو جائے۔

باب دوازدہم

باب دوازدہم

ارادہ حج بیت اللہ دس سال سے آپ کر رہے تھے۔ لیکن زیادتی خرچ مہمان نوازی اور کنبہ پروری آپ کے ارادہ میں سدِ راہ ہوتے رہے۔ آپ کو شوق زیارت بیت اللہ اور مسجد نبوی دم نہ لینے دیتا تھا۔

آخر آپ ۱۲۸۸ھ میں عازم بیت اللہ شریف ہوئے۔ آپ کے شوق کا اندازہ ناظرین مندرجہ ذیل اشعار سے کر سکتے ہیں۔

چلیں اس دیس نوں وے سارباناں
جتھے کیتا حبیب اللہ ٹکاناں
چلا اشتر ہوواں قربان تیری
تیرے راہاں توں گھولی جان میری
ہوئی مدت جو روون نین میرے
کلیجے چھیک پاون وین میرے
رسول اللہ دے کر کر یاد آثار
الینے مار بھڑکے شوق دیدار
مدینے میں پہنچا اک وار مینوں
جیاتی میں ملا دلدار مینوں
غبار اس راہ دا سرمہ بناواں
ہوواں صدقے اگر اک جھات پاواں
جے پر ہوون تے ماراں اڈاری
دیکھاں روضہ جے طالع کرن یاری

نظم فارسی در عشق رسول صلے اللہ علیہ وسلم از مولوی صاحب مرحوم

گویم بتو اے صبا پیامے
دردا دے عشق چند گامے
از ملک عجم مگر برآئی!
در ناحیۂ عرب در آئی
با دیدۂ زار و دل نگامے
در شہر مدینہ کن گذارے
بیں روضۂ پاک سرورِ دیں
آں مضجع خاتم النبیین
بر روئے مینی بہ تن کشیدہ!
در قبر شریف آرمیدہ
گوئی پس صد ہزار صلوات
برکات و تراحم و تحیات
کای سید سرورِ دو عالم
اے شافع حشر و فخر آدم
بے تو بلبم رسیدہ جانے
واز سوزِ من ست داستانے
دل بردی و دلدہی نہ کردی
غم دادی و باز غم نخوردی
از یادِ کمال یا جمالت!
داریم نیاز بے ملالت
از حد شدہ درد انتظارم
بر راہِ تو دیدہ اشکبارم

نظم سوم پنجابی

صبا روضے رسول اللہ دے جائیں
میرا احوال رو رو کے سنائیں
کہیں بعد از ہزاراں بار صلوٰۃ
کروڑیں بار تسلیم و تحیات
جو اے محبوب ربانی نگاہ کر
وچھوڑے سے ہے جان آئی لباں پر
الینے عشق سے جل بل گیا جی
کہو اس درد او ارد کراں کی
خدا جانے جدوں کی جائیاں ہیں
میرے بابل تیرے رڑلائیاں میں
میرا دل چور کیتا درد تے غم
ترحم یا نبی اللہ ترحم
دیہو جلوہ اٹھا بردِ یمانی
نہیں تے ہو چکی ہے زندگانی
تعلق شہر سے یکبار چھوڑ دل
مدینے کی طرف دیوانہ دوڑوں
جو تاں محبوب دے آثار دیکھاں
اوہ روضہ مطلع الانوار دیکھاں
گزراں دن رات موں دل سے دعائیں
خداوندا حبیب اپنا ملائیں!
جیاتی ہو گئی برباد میری
کرو مقبول ایہ فریاد میری
گناہاں نال میں نامہ سیاہ ہوں
بسا تقصیر مند و پرگناہ ہوں
تغافل نال گذری عمر ساری
گیاں سیاں گھڑی رہیاں بچاری
کیا کرساں جو بھلکے کات منگسن
اجلدی جنج بوہے آن ڈھوسن
جدوں ڈولی کہاراں آن چائی
اکیلے چھوڑ جاسن بھین بھائی
بیگانیاں نال ہے پردیس جاناں
نہیں پھر نت نت اس دیس آناں
غلام ایہ پرگناہ بے ساز و ساماں
پھڑا محکم رسول اللہ دا داماں

ایک اور غزل جس سے مولوی صاحب کا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روضہ کی زیارت کا شوق ظاہر ہوتا ہے۔

اے خوشا روئے دلا سائی رسول عربی
وے عجب قامت رعنائی رسول عربی
بخت یاور شدہ دریافت سعادت عظمیٰ
ہر کہ شد والہ و شیدائے رسول عربی
در چہ سودا و چہ سود لیت کہ سازیم فدا
نقد جان در سودائے رسول عربی

اپنے نام کی طرف اشارہ ہے کہ ... تری والدین نے میرا نام غلام رسول رکھ دیا۔

نہ بشہر و نہ بصحر است قرارِ دلِ من — کاشش بینم رخِ زیبائے رسولِ عربی
طائرِ جانِ من از شوقِ نبی بال کشائے — تا در روضۂ والائے رسولِ عربی
از لبس بردِ یمانی مگر افتد بدلم — پرتو از حسن زیبائے رسولِ عربی
لِللہ الحمد کہ پُر درد غلامِ بیدل — یافت از لطف مدادائے رسولِ عربی

آپ کا جو شوق زیارت حرمین کے لیے تھا وہ آپ کے ملفوظات سے ناظرین کو ظاہر ہو چکا۔ عاجز کے بیان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ مختصر کہہ دینا کافی ہے کہ آپ کمال شوق سے حرمین کو تیار ہو گئے۔ ایک طالب علم محمد قاسم سکنہ جاوہ اپنی خدمت کے واسطے میری بڑی ہمشیرہ صاحبہ اور مولوی محمد عثمان صاحب مرحوم فتح گڑھی جو آپ کے دادا تھے۔ اور چوہدری حاکم سکنہ لدھیوالہ وڑائچ کو ساتھ لیا۔ تایا صاحب حکیم غلام محمد جو آپ کے بڑے بھائی تھے۔ آپ کو رخصت کرنے کے واسطے لاہور گئے۔ دونوں بھائیوں کی آپس میں کمال محبت تھی۔ تا زندگی کھانا مل کر کھاتے رہے۔ جب تایا صاحب لاہور تک پہنچ گئے تو مولوی صاحب نے فرمایا بھائی صاحب آپ واپس قلعہ کو تشریف لے جائیں۔ کہنے لگے بھائی میرا دل اکیلا واپس جانے کو نہیں چاہتا۔ وہ بھی ساتھ ہو لیے۔ گھر سے محض آپ کے پاس لاہور تک کا کرایہ تھا۔ تایا صاحب فرماتے تھے ہم نہیں جانتے کہ ہم کو خرچ کہاں سے ملتا گیا اور کون دیتا تھا مدینہ شریف تک تا واپسی گھر ہم نے اپنی روٹی پکا کر نہیں کھائی۔ دعوت ہوتی رہی۔ مکہ شریف میں بھی ایسا ہی حال رہا۔ معلم لوگوں کو ہم جو کچھ دیتے تھے وہ بھی زبردستی لیتے تھے ورنہ انکار کرتے تھے۔ مکہ شریف میں مولوی صاحب پر ہجوم خلقت پنجاب جیسا رہتا اور درخواستیں وعظ کی آتی رہتیں۔ آپ نے خاص حرم شریف میں عربی زبان میں وعظ

فرمایا۔ جیسی پنجاب میں لوگوں کو تاثیر ہوتی تھی اور لوگ وعظ میں تڑپتے اور روتے تھے ویسا ہی حال وہاں بھی تھا۔ بعض عربی لوگ کہتے تھے۔ کہ سبحان اللہ ہم کو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف آج ہی نازل ہو رہا ہے۔ جوق در جوق لوگ آپ کی زیارت کے لیے آتے۔ اور آتے ہی پوچھتے کہ پنجابی مولوی غلام رسول صاحب کون ہیں۔ مدت سے ہم اُن کا شہرہ سُن رہے تھے۔ الحمد للہ سبحان اللہ ایسے پاک نفس بھی دُنیا میں موجود ہیں۔ میں عربیوں کا شوق زیارت دیکھ کر حیران ہو رہا تھا۔ پروانہ کی طرح عاشق ہو رہے تھے۔ جتنے دن ہم مکہ شریف اور مدینہ شریف میں رہے۔ عربی لوگ ہماری دعوت کرتے رہے۔

تایا صاحب فرماتے تھے کہ حج صحیح معنوں میں مولوی صاحب کا ہوا جاتے آتے وقت راستہ میں آپ نے کسی سے سوال نہیں کیا حتیٰ کہ پانی تک بھی کسی سے لے کر نہیں پیا۔ ذکر الٰہی میں ہی آپ کا سفر ختم ہوا میں نے کہا ہم اتنے آدمی ہیں اور ہر وقت آپ کی خدمت کو تیار ہیں۔ اور خدمت کرنے کا ہمارا حق بھی ہے۔ لیکن آپ ہمیں پانی تک پلانے کی تکلیف بھی نہیں دیتے۔ آپ نے فرمایا خداوند کریم فرماتا ہے۔ فان خیر الزاد التقویٰ واتقون یا اولوا الباب۔ اگر ہم آپس میں کبھی کسی بات پر جھگڑتے تو فرماتے ولا فسوق ولا جدال فی الحج

جہاز میں چوہدری لدھیوالیہ بیمار ہو گیا۔ دس روز بیمار رہا۔ آپ نے اس کی بہت خدمت کی اگر ہم خدمت کرنے کے لیے اُٹھتے تو ہم کو نہ اُٹھنے دیتے۔ فرماتے کہ اس کی خدمت کرنا میرا حق ہے۔ جو کچھ مجھے حاصل ہوا ہے خدمت سے ہوا ہے۔ حافظ نظام الدین صاحب کی میں نے خدمت کی۔ یہ اُن کی دُعا کا نتیجہ ہے۔ بھائی صاحب میری وہ مثال ہے۔ جیسے شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے ایک قصہ کسی مقبول کی

زبانی لکھا ہے ؎

گل خوشبوئے در حمام روزے | رسید از دست محبوبے بدستم
بدو گفتم کہ مشکی یا عبیری | کہ از بوئے دلاویز تو مستم
بگفتا من گلِ ناچیز بودم | ولیکن مدتے با گل نشستم
کمال ہم نشین در من اثر کرد | وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

بھائی صاحب داد اصاحب (حافظ نظام الدین صاحب) کی خدمت نے میرے وجود میں وہ اثر کیا - کہ اس کی لذت اور حلاوت اب تک میرے بدن میں موجود ہے - وہ بھی آخر انسان تھے - اور یہ بھی انسان ہے - میں نے خدمت سے بہت کچھ حاصل کیا ہے - مجھ پر اس کی محبت کے حقوق ہیں - میں چاہتا ہوں کہ اس کی خدمت اپنے ہاتھ سے کروں تاکہ مجھے کوئی دُعا دے - دس دن کے بعد حاکم فوت ہو گیا - وہ آپ پر بڑا خوش تھا - مرتے وقت اس نے اپنا تمام مال و اسباب مولوی صاحب کے حوالے کیا کہ حضرت آپ کو اجازت ہے جس طرح آپ چاہیں خرچ کریں - یہ سب آپ کا مال ہے - لیکن مولوی صاحب نے واپس پہنچ کر حاکم کا تمام مال و اسباب اس کے وارثوں کو دے دیا -

جب آپ عازم بیت اللہ شریف ہونے لگے تو آپ نے ہمارے لیے وصیت لکھی جو بعینہٖ ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے -

وصیّت

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

الحمد للہ وحدہٗ والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہ الذی لا نبی بعدہٗ وعلیٰ آلہ وصحابہٖ وسائرمن بذل فی مرضیات اللہ جہدہٗ -

اما بعد :- امروز دوشنبہ ۵ شوال ۱۲۸۸ھ ہجری مقدسہ نبویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ فقیر عبداللہ المعروف بغلام رسول بن جناب فضیلت دستگاہ رحیم بخش بن حافظ نظام الدین خادم بن حافظ فاضل کامل بہاؤ الدین بن جامع کمالات حافظ محمد اکرم بن حافظ فاضل عصمتہ اللہ بن مصدر کمالات زبدہ اہل اللہ کامل التحریر جناب عبداللہ بن سکندر بن نور محمد بیر محمد بمحض فضل الٰہی عازم زیارت حرمین شریفین زادہما اللہ شرفاً گردید - لہٰذا بہ فرزندی عبدالقادر کہ امروز ۹ سالہ است وبعد تلاوت قرآن شریف وتحصیل صرف تا زرادی بوستان وگلستان میخواند - و نورِ چشمی محمد عبدالعزیز کہ ۳ ونیم سالہ است وصیت میکنم کہ اتہمہ امور علم دینی از تفسیر وحدیث وفقہ وسیر وتصوف مقدم دارند و ملاک الامر واساس الایمان یقین کنند وہمگی ہمت باو متوجہ شوند خصوصاً صحبت محدثین لازم شمارند - کہ اہل حدیث اہل اللہ و بعد فراغ از علم دینیہ دست بیعت بشیخ کامل مکمل دہند - و دریں زمان مثل عبداللہ غزنوی در قیاس ما احدے نیست صحبتش اکسیر است و بحقیقت آنحضرت کامل مکمل پیر است وعبدالقادر ترجمہ قرآن از ایشاں شروع کنند و بسم اللہ عبدالعزیز از ایشاں شروع کنند - کہ در عقیدہ فقیر مثل جنید ونظیر حضرت بایزید است - لا یدرک الواصف المطری خصائصہ وان یک سالقاً فی کل ما وصفا - ہمیں بس گرچہ بس کلسید قماشم - کہ در سلکِ خریدارانش باشم وے باید کہ بملحدین وزنادقہ وکسے کہ مرعی مخالف شریعت محمدیہ باشد مجلس نکنند وبا ولیاء اللہ و کمال صوفیہ حسن عقیدہ ثابت نمائند - امام شعرانی فرمودہ ایاک ولحوم الاولیاء فانہا مسمومۃ وشطحیات آں حضرات بر ہما امکن بر محمل نیک فرود آرند - و اوقات خود را اولاً باداے صلوٰۃ در اوقات مستحبہ و اقامت ارکان و واجبات و

سنن و مستحبات بتقید جماعت و خشوع تمام معمور کنند و ایمان خود راست
کنند و ثانیاً بہ تلاوت قرآن و درود شریف و اذکار نور علیٰ نور نما شند
وبس ؎

گر بماندیم زندہ بر دوزیم ۔۔۔ دامنے کز فراق چاک شدہ
ور بمردیم عذر ما بپذیر ۔۔۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

الغرض آپ مکہ معظمہ پہنچ گئے اور وہاں آپ نے ذیل کی غزل کعبہ شریف
کے سامنے کھڑے ہو کر کہی۔

سنہ ۱۲۸۸ھ

زراہِ دور بہ بیت الحرام مے آیم ۔۔۔ بصد نیاز و بصد احترام مے آیم
گذشت عمرِ جوانی بحظ نفسانی ۔۔۔ سفید ریش بباب السلام مے آیم
برائے عفو جرائم بہ توبہ مستغفر ۔۔۔ بصد ندامت تا ایں مقام مے آیم
کرم نما و گذر کن کہ نا سزا کردم ۔۔۔ طفیل حضرت خیر الانام مے آیم
بحضرتِ تو باستار کعبہ دست زدہ ۔۔۔ باستغاثہ و طلبِ مرام مے آیم
زلال رحمت خود دہ کہ تا شوم سیراب ۔۔۔ بسا کہ تشنہ لب و تلخ کام مے آیم
وقوف موقف عرفات رانیم لائق ۔۔۔ چو خواندۂ تو برحمت بکام مے آیم
گر سیختم ز جرائم بسعی در میلین ۔۔۔ پس از طواف بسوئے مقام مے آیم
برائے رمی شیاطین رسیدہ بر جمرہ ۔۔۔ پئے طواف بمسجد حرام مے آیم
نمودہ حلق ز اخلاقِ بد بفضل خدا ۔۔۔ بطلبِ رحمت رحماں مدام مے آیم
مگر کہ کیش منی در منا شود قرباں ۔۔۔ امیدوار عنایت غلام مے آیم

بمدینہ منورہ بروضہ طیبہؐ گفتہ شد سنہ ۱۲۸۹ھ

شکرِ خدا چہ وقت سعید است و بختیار ۔۔۔ غنچۂ مرادِ قلب شگفت از دمِ بہار
دیدم بچشم عشق مدینہ منورہ! ۔۔۔ اینم سزد کہ گوہر جاں را کنم نثار

یعنے شبِ وصال رسیدا ست در حیات ۔۔۔ شب قدر ہا فدائی بیک ساعتش ہزار
ذوقش بجز حلاوتِ ایماں کجا چشید ۔۔۔ کذاب مدعی کہ ازیں فیض برکنار
حقا کہ چہ دولتیست کہ شد دستیاب من ۔۔۔ ور در زباں کنم چو عنا دل ہزار بار
استادہ باداب بحضورِ محمدی ۔۔۔ صلوٰۃ ذاکیات و تحیات بیشمار
یارب صل علی الذی اخترتہٗ واجتبیتہ ۔۔۔ وعلیٰ تمامۃ آلہ وعلیٰ اصحابتہ الکبار
وھو النبی شفیعنا خیر البشر ختم الرسل ۔۔۔ ھو رحمۃ للعالمین کالشمس فی وسط النہار
اے سرورِ دو عالم سلطان مرسلین ۔۔۔ لبس مجرمم شفاعتِ خود کن رفیق و یار
از جان و دل غلام رسولم مرا چہ غم ۔۔۔ یک نیمہ نگاہ ترا ام امیدوار

ابیات شوقیہ مدینہ طیبہؐ

بحمد اللہ ہویا فضلِ الٰہی ۔۔۔ فراغت حج بیت اللہ سے پائی
مدینہ کی طرف ہولی تیاری ۔۔۔ کیتی حجاج اونٹوں پر سواری
پہلے دن قافلہ ہو جمع سارا ۔۔۔ کیتونے فاطمہ وادی اُتارا
مدینہ طیبہ دی وا جو آئی ۔۔۔ کلیجے عاشقاں دے ٹھنڈ پائی
خدا دے فضل کیتی مہربانی ۔۔۔ چلے منزل بمنزل کاروانی
ہویا دل یار ہویں فضلِ الٰہی ۔۔۔ خدا نے آس عاشق دی پہنچائی
وہ روضہ دور سے نظری جو آیا ۔۔۔ خدا اوہ نور دا جلوہ دکھایا
ادب سے قافلے ہوئے پیادے ۔۔۔ محبت غیر سے دل صاف سادے
مبارک شہر تھیں واؤں جو چلیاں ۔۔۔ ہسے دل دہڑے مانند کلیاں
صداتاں وانگ بلبل دے پکاراں ۔۔۔ دلوں محبوب دا حلیہ چتاراں
کیتی اج طالع بیدار یاری ۔۔۔ اجھ کی اس گھڑی پر جان واری
عجب وہ مسجد نبوی منورؐ! ۔۔۔ عجب روضہ رسول اللہ دا انور
نہ جھلن اکھیاں وہ دیکھ انوار ۔۔۔ ہوون صدقے رسول اللہ دے دربار

کہاہن جی نے کیا سامان کرئے — پکارے عشق جان قربان کریئے
مبارک روضہ مسجد دے کنارے — وہ سورج دا رنگ دوروں لاٹ مارے
وکھن ول جدا نام اس جا کھلوئے — مبارک روضہ کھبی طرف ہووے
حضور اندر کھڑے ہووے جو سارے — صلوٰتاں تے سلام اک اک پکارے
رسول اللہ دے لیلے نام صلوات — دیوے لذت کیا اُسدی کراں بات
سعادت سر مدے حاصل جو ہوئی — سوا ایمان دے جانے نہ کوئی
اگر اس ذوقدی تقریر کرئے — سوا جنت دے کیا تدبیر کریئے
وہ جنت قبر منبر دا میانہ — وہ منبر حوض کوثر دا ٹکانا!
کیا محراب پر انوار برسن — ستوں اسدے کھڑے ہموار کوسن
مدینہ وچ ملے درجہ ہزاری — خدایا شکر اس پہ لاکھ واری
کہیا حضرت جو اس پہ لاکھ صلوٰۃ — نماز اس کعبہ دی ہے لاکھ درجات
خداوند الیا پھر وہ زمانہ — مدینے وچ ہووے میرا ٹکانہ
ہوواں قربان نبی دا دیکھ دیدار — کہاں ہر دم درود اس پاک دربار
رسول اللہ سُنے پھر بے وسیلہ — ملے اس پہ کیا نعمت جلیلہ
کرن جے طالع بیدار یاری — دُعا میری ہووے مقبول باری

غلام آیہ عین میر امداد علی ہے
شکستہ شیشۂ دل کا صدا ہے

آپ جب قلعہ میہاں سنگھ میں واپس تشریف لائے۔ تو میری شادی کی۔ اور اس کے بعد ۲ سال زندہ رہے۔

باب سیزدہم

حضرت مولوی صاحب مرحوم کا ذکر وفات

آپ سنت رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم پر ایسے عاشق تھے

کہ آپ کی وفات میں بھی رسول مقبول صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کے عشق کی داستان مضمر ہے۔

ہماری مسجد میں ایک حافظ صاحب رہتے تھے۔ موذن بھی تھے۔ اور لڑکوں کو قرآن شریف بھی پڑھایا کرتے تھے۔ مولوی صاحب کی عمر کے ۶۳ سال سے ایک دن کم تھا۔ خلاف معمول حافظ صاحب کے حجرے میں تشریف لے گئے فرمانے لگے۔ حافظ صاحب جب سے میں نے ہوش سنبھالا ہے مجھ سے کوئی عمل ایسا نہیں ہوا۔ جو خلاف سنت ہو اور کوئی عمل ایسا نہیں چھوٹا جو مسنون ہو، اب آخری سنت باقی رہ گئی ہے۔ اگر اللہ تعالےٰ وہ بھی نصیب کرے تو نوز ہے قسمت یعنی رسول مقبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی عمر پورے ۶۳ سال ہوئی ہے۔ اور میری عمر بھی کل ۶۳ سال کی ہو جاوے گی۔ دیکھئے اللہ تعالےٰ کو کیا منظور ہے۔

اتفاق سے دوسرے روز ساہیوال سے دو مہمان تشریف لے آئے۔ قبل از وقت ظہر آپ نے مجھے فرمایا۔ کہ قطب الدین درویش کو ساتھ لے کر گھر سے دانے اٹھوا لاؤ اور خراس پر لا رکھو تا کہ آٹا پیس جائے۔ ظہر کی آذان ہوئی آپ نے خود جماعت کرائی۔ بعد نماز آپ ہر دو مہمانوں کو ہمراہ لے کر حجرہ میں تشریف لے گئے۔ بالکل تندرست تھے۔ کسی قسم کی بیماری کی شکایت نہ تھی۔ مہمانوں کو تلقین کرنی شروع کی۔ اوّل مولوی فضل الدین صاحب کو ذکر کلمہ کرایا۔ ایک بار کلمہ کی ضرب دی۔ دوسری بار دے رہے تھے۔ کہ روح مبارک پرواز کر گیا۔ انا

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد — روئے گل سیر ندیدم بہار آخر شد
ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق — ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

جب آپ فوت ہو چکے تو مولوی فضل الدین صاحب نے باہر

آ کر تایا صاحب کو کہا کہ مولوی صاحب کو کچھ ہو گیا ہے۔ تایا صاحب طبیب حاذق تھے۔ انہوں نے دیکھتے ہی فرمایا کہ آپؒ فوت ہو چکے ہیں۔ گرد و نواح کے تمام اطباء کہتے رہے کہ آپؒ کو سکتہ ہو گیا ہے بصلاح اطبا آپ کو رمی لگائی گئی۔ تایا صاحب بار بار کہتے رہے کہ آپ فوت ہو گئے ہیں۔ کیونکہ نسل بعد نسلاً ہمارے خاندان میں یہی حال چلا آتا ہے۔ والد صاحب نے سجدہ میں بحالت تندرستی جان دی تھی۔ دادا صاحب نے رکوع میں۔ یہی حال مولوی صاحب کا ہونا تھا۔ جمعرات کے روز فوت ہوئے اور جمعہ کے دن دفن ہوئے۔ جنازہ پر خدا معلوم اس قدر خلقت کہاں سے آ گئی کوئی شمار نہ رہا۔

آپ کی وفات کے کچھ عرصہ بعد ایک شخص آیا۔ مولوی صاحب کی تاریخ وفات اور وقت دریافت کیا۔ جب اس کو بتایا گیا۔ تو اُس نے کہا ٹھیک ہے۔ جس دن آپ فوت ہوئے ہیں۔ میں اس دن خانہ کعبہ میں تھا۔ تین شخص بیٹھے ہوئے تھے۔ ایک بول اٹھا پنجاب کا سورج غروب ہو گیا۔ دوسرا بولا کس طرح۔ تیسرے نے کہا مولوی غلام رسولؒ فوت ہو گئے ہیں۔ میں نے اسی وقت تاریخ اور وقت لکھوا لیا کہ جب واپس جاؤں گا تو دیکھوں گا۔ کہ آیا صحیح ہے یا غلط۔

دنیا کی ناپائیداری کا دل بجھا دینے والا خیال عجیب و غریب قوت سے تمام جہان میں پھیل رہا ہے۔ ہر شخص خواہ فاضل ہو خواہ جاہل خود بخود اس عظیم الشان تغیر و تبدل سے جو روزمرہ اس کی آنکھوں کے آگے ہوتا رہتا ہے۔ دنیا کی بے ثباتی کا استنباط کر سکتا ہے اور سمجھ سکتا ہے کہ جو کچھ میں کر رہا ہوں یا آئندہ کروں گا چند روز تک اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ ہزاروں شہنشاہ

گذرے ہزاروں سرکش اس دنیا میں آئے مگر دنیا کی بے ثباتی نے ان کے نام و نشان مٹا دیئے۔ کوئی نہیں جانتا کہ کہاں تھے۔ اور کہاں چلے گئے۔

جس شخص کے دل پر دنیا کی بے ثباتی کا خیال نقش ہو جاتا ہے اس کے لیے دنیا کی کوئی چیز اس قابل نہیں ہوتی کہ اس سے دل لگایا جاوے۔ یا دنیاوی جاہ و جلال حاصل کرنے کے لیے جد و جہد کی جاوے صرف اس خیال کی دھن میں مصروف رہتا ہے۔ یعنی اس کو خداوند تعالے کی رضامندی حاصل کرنے کی دن رات لگن لگی رہتی ہے ایسے آدمی کے لیے دنیا جیل خانہ کی مانند ہوتی ہے۔ اور اس کے لیے موت کا پیغام موجب راحت ہوتا ہے۔ کیونکہ اس کے نزدیک یہ وجود خاکی اللہ تعالے اور اس کے درمیان پردہ ہوتا ہے مگر ایسے آدمی دنیا میں بہت کم ہوتے ہیں۔

جس دل میں محبت الہیٰ اور عشق رسولؐ موجزن ہو جائے اس کی نظروں میں دنیا کی بڑی سے بڑی چیز بھی کوئی حقیقت نہیں رکھتی۔ دنیا کے پیچھے بھاگتی ہے اور وہ دنیا کے آگے۔ اور یہی اللہ تعالے کے مقبول بندے کی نشانی ہے۔ کہ دنیا کی طرف سے بالکل بے پرواہ ہو۔ جس میں یہ بات نہیں اور دنیا جمع کرنے کے درپے ہو مال و زر جمع کرنے کی خاطر بارہ مہینے ہی دورہ پر رہے۔ وہ اللہ کا بندہ نہیں بلکہ عبدالدرہم والدنیا رہے۔

ایسے آدمی جو اللہ کے پیارے ہوتے ہیں دنیا میں بھی وہ عزت حاصل کرتے ہیں جو کسی بڑے سے بڑے حاکم کو حاصل نہیں ہوتی اور بعد رحلت بھی ان کا نام نہایت عزت اور احترام کے ساتھ لیا جاتا ہے۔ ایسے آدمیوں کا نام تا قیامت زندہ رہتا ہے۔

موجودہ وقت میں گو مولوی صاحب ہم میں موجود نہیں۔ لیکن ان کا ذکرِ خیر اس طرح ہوتا رہتا ہے جیسے ہم میں موجود ہیں۔ جن اشخاص نے ان کا زمانہ پایا ہے ان کا ذکر تو جانے دو۔ لیکن جو ان کی وفات کے بعد پیدا ہوئے وہ بھی اس طرح ذکر کرتے ہیں۔ گویا کہ مولوی صاحب کا زمانہ انہوں نے بھی پایا ہے۔

جو نمایاں کام مولوی صاحب نے کیے وہ معمولی نظروں سے دیکھنے کے قابل نہیں۔ بلکہ گہری اور عمیق تر نگاہوں سے۔ جب تک ان کاموں کو نہ دیکھا جائے گا۔ ان کا اصلی رُتبہ اور سچا ارتفاع نہیں کھلے گا۔

ایسے آدمی جنہوں نے اپنی زندگی راہِ الٰہی میں وقف کر دی ہوئی ہوتی ہے۔ انہی کے متعلق کسی بزرگ نے کہا ہوا ہے سہ

۵۷ سال گذر چکے ہیں۔ لیکن اب تک لوگوں کے دلوں پر وہی عظمت وہی جاہ و جلال باقی ہے۔ اور انشاءاللہ العزیز تاقیامت باقی رہے گا۔

سبحان اللہ مولوی صاحب کا آخری کلام بھی کلمہ ہی ہوا۔ اور دُنیا میں ایسے بزرگ بہت کم ہوتے ہیں۔ جن کا خاتمہ بھی کلمہ پر ہوا ہو اور ان کی زندگی ریاضت زہد اور اتقیٰ کا ایک نمونہ ہو۔ ایسے لوگ قطعی جنتی ہوتے ہیں۔ اور دُنیا سے رُخصت ہوتے ہی جنت میں داخل ہو جاتے ہیں۔

میں نے والد صاحب کے حالات لکھنے میں بہت اختصار سے کام لیا ہے۔ حتی الوسع یہی کوشش کی گئی ہے کہ صحیح اور درست واقعات درج کیے جاویں۔ الحمدللہ میری یہ کوشش بار آور ہوئی کرامات کے باب میں وہی کرامات درج کی ہیں۔ جن کی صحت میں

تاریخ وفات از مولوی غلام حسین صاحب مرحوم

سکنہ ساہووالا ضلع سیالکوٹ

ز آدم تا بایں دم ہر چہ شد اندر جہاں پیدا
بردوش نقش علم بستند دربدور زماں پیدا

ہزاراں نازنیناں مہ جبیناں نازک انداماں
کہ از جور فلک نیشاں نے بینم نشاں پیدا

بہر دم تازہ نیرنگی بہر ساعت دگر رنگی
ز ہر تاری و آہنگی دگر شود و فغاں پیدا

جناب پاک مولینا کہ از تحریر اوصافش
قلم قاصر زباں خامہ تقصر در بیاں پیدا

ملک سیرت ملک صورت عجب نبود نے غلط گفتم
برو آثار انوار نبی آخر زماں پیدا

بحسن روئے نورانی بعینہ یوسف ثانی
ہماں فر سلیمانی در آں جاں جہاں پیدا

بگشتی دیدہ را بسری ز دیدار جمال او
چو مستسقی کہ از دریا نگردد سیر جاں پیدا

قدش سروے بباغ دیں ز آب فیض پرورده
ز عز و اعتلائے سود سر بر آسماں پیدا

کشادی چونکہ ابواب عدالت بر عدا التحزاہ
چناں گوئی کہ باشد اندریں جہاں نوشیرواں پیدا

چو اندر محفل از نوک زباں دُر سخن سفتی
ز فیض وعظ او تاثیر در سنگیں دلاں پیدا

دل ہر خویش بیگانہ فدائے یک نگاہے او
کمند مہر او در گردن پیر و جواں پیدا

ندیدہ سیم عالم عالم عامل مکمل تا کہ پیدا شد
نظیر او نزادہ مادر دور زماں پیدا

بناگہ خاطرش آشفتہ شد زیں دہر بے بنیاد
مصمم گشت عزمش بہر گلگشت جناں پیدا

گذشتہ از محرم پانزدہ روزے پس از پیشیں
بوقت سبعت تلقیں شد آں راز نہاں پیدا

پس از تکرار ذکر کلمہ طیب سیوم نوبت
کہ از قالب بروں آمد ہما ندم پاک جاں پیدا

بتاریکی خلوتخانہ آں قالب تہی از روح
نشستہ ماند در زانو بہ شکل زندگاں پیدا

ز خاموشی حضرت منتظر ماند آں مریداو
ولیکن بعد ساعت شد عجب شور و فغاں پیدا

ز گرمی جسد رنگ رخ چو نے سینہ پر نور
بمرض سکتہ در دلہائے مردم شد گماں پیدا

یقین بعد مدت شد کیں قفس از مرغ جاں خالی ست
بروے او دست آثار و نشان عاشقاں پیدا

پئے توحید اندر نیمشب سابا واز یدمینی
پس از قبض اشارت کرد چو تیر از کماں پیدا

با آہ و نالہ و فریاد پر شد گنبد گردوں
کہ گویا گشت از نوحہ شہزادگاں پیدا

بروز جمعہ وقت چاشتگاہاں شست و شو کردند
بمشک و عنبر و صندل گلاب بوستاں پیدا

کفن چوں یاسمن گرد بدن از برگ گل نازک
کشادہ رخ کشادہ و بصحرا شد رواں پیدا

شد از جن و بشر بہر جنازہ آں قدر انبوہ
کہ از تنگی ملک بستند صف بر آسماں پیدا

بدلہا ماند داد داد خواہاں از قضائے حق
کہ اندر طرفۃ العین شد عجب رنگ نہاں پیدا

ز سر تا پا ہمہ کس غرق دریائے تالم شد
نماندہ آنکہ از چشمش نشد سیل رواں پیدا

جہانے بیخود و بیہوش بر روئے زمیں غلطاں
کہ شد ایں درد بیدرماں بہر کس ناگہاں پیدا

تعالی اللہ کہ شمع دیں ز باد اجل گل شد
بنود ہم نخواہد بود مثلش در جہاں پیدا

برائے سال تاریخش دگرگوں جلوہ شد در دل
۹۱ ۱۲ ھ
ندیدم ہمچو او کس نک صحے عذب البیاں پیدا

تاریخ وفات از فقیر اللہ صاحب مرحوم رح

زبدۂ عارفان غلام رسول
قدوۂ حاجیان غلام رسول رح

مظہر حق خالق اکبر
بود قطب زماں غلام رسول

مے رساندہ او پیام رسول
آں شدہ نام شاں غلام رسول

رفت آسودہ چوں ازیں عائذ
شد وصالش بیان غلام رسول

تمت بالخیر